

ماہنامہ "پاسبان" الہ آباد کا تاریخی نمبر

امام احمد رضا بریلوی

مرتب

خطیب مشرق علامہ شتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ



رضا اکیڈمی لاہور

چاہنمبر ۱۱ محبوب روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

* ماہنامہ پارسین لاہور کا آرکیو نمبر ○

مضامین پر ایک نظر

سلسلہ اشاعت نمبر 185

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۵	نشان منزل	۱
۱۹	ایک اہم مکتوب	۲
۲۲	علیہ مبارک	۳
۲۵	امیر کاروان	۴
۲۷	فاضل بریلوی بارگاہ رسالت میں	۵
۲۹	شہدات	۶
۴۰	فاضل بریلوی	۷
۴۲	تحفہ سلام	۸
۴۴	سیدنا امیر احمد رضا کی مجددیت	۹
۶۸	منقبت	۱۰
۷۰	سوانح حیات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ	۱۱
۸۳	کلام الانام امام الکلام	۱۲
۹۸	ضرورت مجدد	۱۳
۱۰۳	حالات مولانا فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ	۱۴
۱۱۲	مذکورہ علمائے فرقہ بھٹی	۱۵
۱۱۷	حالات اشرفی علیہ الرحمہ	۱۶
۱۲۳	حضرت حمید الاسلام علیہ الرحمہ	۱۷
۱۲۹	حضرت آسی غازی پوری علیہ الرحمہ	۱۸
۱۳۰	سوانح صدر الشریعہ علیہ الرحمہ	۱۹
۱۶۱	حیات صدرالافاضل قدس سرہ	۲۰

نام کتاب امام احمد رضا بریلوی

مرتب علامہ مشتاق احمد نقوی رحمہ اللہ نقوی

محرک علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ

موضوع علامہ محمد منشا تابش قصوری مدظلہ

کیپوزنگ words maker Lhr. Tel 7231391

ناشر الحاج محمد مقبول احمد قادری ضیائی مدظلہ

بار اول مئی جون ۱۹۶۴ء (۱۲ بار بھارت)

بار دوم ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ / ۵ جون ۱۹۰۲ء

مطبع احمد سجاد آرٹ پریس، لاہور

صفحات ۱۷۶

قیمت روپے

عطیات بھیجنے کے لئے

رضا اکیڈمی کے اکاؤنٹ نمبر ۹۳۸/۲۸، حبیب بینک

وین پورہ، لاہور

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات ۲۰۱۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں

رابطہ

رضا اکیڈمی لاہور

در نعت اکرم حضور سید عالم ﷺ

واو کیا جو دو کرم ہے شہ ابھی تیرا
 نہیں سنتا ہی نہیں مانگئے والا تیرا
 دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
 تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
 اغنیاء پلٹے ہیں در سے وہ ہے بازار تیرا
 اصفیاء چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا
 فرش والے تیری شوکت کا غلو کیا جائیں
 خسرو! عرش پہ اترتا ہے پھر برا تیرا
 میں تو مالک ہی کو مال کا کہ وہ مالک کے حبیب
 یعنی محبوب و محبت میں نہیں میرا تیرا
 تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
 کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا
 چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خفاف
 تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا
 تیرے نکلڑوں سے پہلے غیر کی نمو کر پہ نہ ڈال
 جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدق تیرا
 تیرے صدقے مجھے اک باندہ بہت ہے تیری
 جس دن اچھوں کو ملے جام چمکلتا تیرا

نشان منزل

از: مولانا محمد نشا تابش قصوری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

پاسان ملت! حضرت علامہ مفتاح احمد نظامی الہ آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ میسوی
 صدی عیسوی میں اہل سنت و جماعت کے وہ محبوب و عظیم اور شہرہ آفاق عالم تھے جن
 کی مثال براعظم ایشیاء میں نظر نہیں آتی۔ فقیر اعظم و نائب مفتی اعظم ہند حضرت مولانا
 الحاج مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق کیا خوب فرماتے ہیں۔
 ”علامہ نظامی نام تو ایک فرد واحد کا ہے مگر حقیقت میں وہ فرد واحد نہ تھے۔
 پوری انجمن تھے جو اپنے جلو میں علم و فضل، سیاست و تدبیر، ارشاد و تبلیغ، کردار و گفتار
 عزم و محکم اور جہد مسلسل کی ایک دنیا آباد کئے ہوئے تھے پیدا تو ”مرائے غنی“ الہ آباد
 میں ہوئے مگر ان کے فیض کا بادل پوری دنیا پر نفع صدی تک برستا رہا۔

ایک اور جگہ رقمطراز ہیں۔

ہمارے عرف میں جو کلمات شائع و ذائع ہیں ان کے کماحقہ تعارف کے لئے
 ناکافی ہیں اور یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے اس کی دلیل امام المناظرین سلطان
 الابرار حضرت مجاہد ملت رحمہ اللہ تعالیٰ کا مجھوٹی کے مناظرے کے موقع پر وہ ارشاد

ہے کہ فرمایا "اگر مجھے وسعت ہوتی تو "مشتاق نظامی" کو سونے سے تول دیتا۔

حضرت مجاہد ملت قدس سرہ کے اس ارشاد کے بعد حضرت خلیب مشرق کے تعارف میں بڑے سے بڑا زبان دان "قادر الکلام کوئی لفظ بولے تو ہر ذی فہم منصف کو یقین کرنا پڑے گا کہ وہ ان کی عبقری شخصیت کا کما حقہ تعارف نہیں کر سکا۔

حضرت مولانا ناصر انجم مصباحی مدظلہ "خلیب مشرق" میں رقم فرماتے ہیں حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی در سکاہ علم و فن کے فیض بخش مدرس بھی تھے اور خطابت کے رجز آشنا نکلمو الناس علی قدر عقولہم کے مصداق بے بدل خلیب بھی میدان مناظرہ کے برق رفتار سوار بھی تھے تو صحافت کے پختہ کار ژرف نگار اور لکھنے کی تاجدار قلم بھی جماعت کے دور اندیش روشن ضمیر اور انقلاب آفرین مفکر بھی تھے۔ تو قوم و ملت کی تعمیر کے بے ریا معمار اور نقیب بھی، محفل شعر و ادب کے مسند نشین بھی تھے تو یاران کلمہ داں کے بھر مجلس بھی۔ حق کے لئے شہنشاہ کے قہقروں کی مانند حساس و نرم بھی تھے تو باطل کے لئے آتش فشاں پہاڑ بھی ایثار و قربانی کے پیکر جمیل بھی تھے تو ناقابل تغیر جرات و ہمت کے حامل بھی، غرض کہ موصوف کی ایک زندگی میں کئی زندگیاں جمع ہوئی تھیں گویا کہ باری تعالیٰ نے انہیں حالات کی ہفتاد و ہفتاد آزمائشوں کے لئے رنگ برنگی صفات اور نواع و انواع جان کا مجموعہ بنا دیا تھا۔

مبلغ اسلام مولانا بدر القادری مدظلہ یوں خراج محبت پیش کرتے ہیں۔

علامہ نظامی علیہ الرحمہ ہمارے علمائے سلف کی بزم و دشمن کے عزم راز تھے ان کے رشحات، قلوب و اذہان کی طہارت کو تسبیح کیا تھے۔ تقریر و خطابت کے تو بادشاہ تھے مولائے قدیم نے ان کو شیریں بیانی و قادر الکلامی "جاذبیت" علی سبب سے اپنے مشن سے خلوص و عقیدت اور بالخصوص تعلیم کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ ہر ایک سے ہر ایک مفہوم کو قشیل کا جامعہ پہتا کر سامعین کے قلوب میں اتار دیتا ان کا خاصہ تھا۔ علامہ موصوف کی متعدد تصانیف اور پاسبان کے ادارے ان کے قلوب کی بے قرار روح کے آئینہ

دار ہیں۔ لیکن ہے لوگ ان کی تقاریر کو فراموش کر جائیں مگر انہوں نے اپنے خون بار قلم سے مسخر قرعائیں پر جو کچھ رقم کر دیا ہے وہ اہل ذوق کو ان کا مشتاق رکھنے کے لئے از بس ہے۔ ان کی زندگی کا بالکل محفوظ رکھنے کے لائق ہے۔

شہزادہ محدث اعظم ہند حضرت الحاج سید محمد ہاشمی میاں اشرفی کچھوچھو مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت علامہ نظامی صاحب نور اللہ مرقدہ کی حیات و خدمات ان کی نیکرائی شخصیت ان کی انفرادیت اہل سنت و جماعت کے تشخص کی علامت تھی ان کی زبان پر امام احمد رضا کا خاموش قلم بولتا تھا ان میں اور ہم میں فرق یہ ہے کہ ہم بولتے ہیں تو آپ جیسے لوگ سنتے ہیں لیکن جب وہ بولتے تھے تو مفتی اعظم ہند محدث اعظم ہند حافظ ملت مجاہد ملت صدر العلماء صدر الافاضل صدر الشریعہ جیسے لوگ سنتے تھے۔

محبت گرامی حضرت علامہ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم بٹوی مدظلہ رقم فرماتے ہیں۔

حضرت پاسبان صمد : علامہ نظامی صاحب کی باتوں میں گہرائی بھی تھی اور گیرائی بھی جب تک زندہ رہے زبان و قلم سے خدمت دین مصلحتی علی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف رہے۔ ان کی شخصیت کو ہمہ گیر بنانے میں ان کے غلیظ حسن کا اہم کردار ہے۔

علامہ یس اختر مصباحی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

خلیب مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی کو مذہبی ایجنج کی دنیا میں آفتاب و مہتاب پایا ان کی تقریروں میں موجد کا تلاطم بھی ہوتا اور آہنگری کی روانی بھی شیر کی گھن گرج بھی ہوتی اور قشیل کی چھبھاہٹ بھی، علم و فن کی روانی بھی ہوتی اور فکر و بصیرت کا غہر اور بھی معنی آفرینی کا کمال بھی ہوتا اور اہل الفاظ کا حسن انتخاب بھی۔

حضرت علامہ نسیم بٹوی مدظلہ یوں اظہار محبت کرتے ہیں۔

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ کا سہیں جسے

میری نظر میں خطیب مشرق علامہ نظامی تقریر و خطابت ہی کے بادشاہ نہیں بلکہ اسلامی فکر کے حامل تحریر و انشاء کے بھی ایک ممتاز و منفرد تاجدار ہیں۔ آپ کے معاصرین میں کوئی آپ کا ہم پلہ نہیں تھا جس ماحول میں تشریف فرما ہوتے ان کی شان انفرادیت نمایاں معلوم ہوتی تھی۔ علامہ نظامی علیہ الرحمۃ کو جہاں بھی دیکھا ایک رنگ اور ایک ہی وضع میں دیکھا۔

دنیا سے سب سے ممتاز اہل علم کے قلبی و قلمی تاثرات کا ایک پاک سا خاکہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ راقم اسطورہ زمانہ طالب علمی سے آپ کے رشحات قلم سے استفادہ کرتا آیا ہے آپ کی گرانقدر تصانیف سے استفادہ کی سعادت حاصل کی۔ ماہنامہ پاسبان کے متعدد شمارے میری لائبریری کی زینت اور میرے لئے فرحت و انسا کا باعث ہیں۔

علامہ نظامی صاحب ۱۹۲۲ء میں الحاج ملک محرم علی علیہ الرحمۃ کے ہاں پیدا ہوئے۔ یہ خاندان برس با برس سے زمینداری کرتا آ رہا تھا۔ آپ اپنے والد ماجد کے اکلوتے فرزند تھے جو اچھی علمی استعداد رکھتے تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی دی آپ اپنے والدین کے زیر سایہ اسلامی شعائر و آداب سے آراستہ ہوئے۔

دینی علوم و فنون کے آغاز سے قبل سلطان الہند حضرت خواجہ حسین الدین ابھیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانہ اقدس کی زیارت کرانی گئی پھر مدرسہ جانیہ میں حضور مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے آپ نے اس دور کے اکابر مدرسین کی خدمت میں رہ کر علوم و فنون اسلامیہ کی دولت سمیٹی آپ کے عظیم المرتبت استادہ کرام کے اساتذہ گرامی درجہ کئے جاتے ہیں جن پر مسند تدیس ناز کرتی تھی۔

حضور مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمن صاحب۔

حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب

حضرت مولانا عبدالرب صاحب مراد آبادی

حضرت مولانا حکیم محمد حسن بہاری

حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب بھدرہ کی

حضرت مولانا محمد عمر صاحب

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب بجنوری (رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة)

آپ کی باضابطہ تعلیمی زندگی میں پانچ سال تک محیط ہے۔ درس نظامیہ کی تعلیم کا سلسلہ بنوڑ جاری تھا کہ ۱۹۳۳ء میں ”عالم“ ۱۹۳۵ء میں ”دفتی“ ۱۹۳۶ء میں فاضل ادب اور ۱۹۳۷ء میں ”کامل“ کے امتحانات اعلیٰ نمبروں پر نہایت نمایاں کامیابی سے پاس کیے اور اسی سال درس نظامیہ کے تمام درجات سے فراغت پائی پھر جب علمی زندگی میں قدم رکھا تو آخری لمحات تک اسلام و سعادت کی خدمت پیہم مصروف رہے۔

۲۸۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو خطیب مشرق کی حیات مستعار کا آخری سورج مغرب میں غروب ہو گیا ۲۹۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو آپ ہزاروں معتقدین متوطنین اعزاء و اقربا خویش و احباب نے نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ قاضی شہر الہ آباد حضرت علامہ قاری مقبول حسین صاحب جنینی نے دار شاہ اجمل کی مسجد کے قریب وسیع و عریض میدان میں نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے قائم کردہ دارالعلوم غریب نواز کے اسی حجرہ مبارکہ میں تدفین عمل میں آئی جسے آج آپ کی آرام گاہ ہونے کا شرف نصیب ہے اس وقت سبھی لوگ محسوس کر رہے تھے کہ آج ایک عہد کی تاریخ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ”غریب نواز“ کے قدسوں رکھا جا رہا ہے۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزۂ نورست اس گھر کی نگہبانی کرے

آپ کے وصال پر ملال سے جہان سلیت غم میں ڈوب گیا۔ اسلام کے ہر طبقہ نے آپ کے غلاء کو بڑی شدت سے محسوس کیا۔ تعزیت ناموں کے ان گن گئے جو

آپ کی زندگی بھر کے ساتھی نہایت مخلص اور مستعد علیہ رفیق کار حضرت مولانا انوار احمد نظامی مدظلہ کے پاس محفوظ ہیں راقم السطور نے جو آپ کا ایک نادیہ عاشق ہے آپ کی ہزار ہا اسلامی خدمات و اوصاف کو رسائل و جرائد اور تصانیف میں ویکٹا چلا آ رہا ہے۔ ایک تقویت نامہ مولانا الموصوف کی خدمت میں ارسال کیا۔ اسے آپ بھی ملاحظہ فرمائیے اور میرے دلی صدمہ کو دیکھئے جو الفاظ کی صورت میں آنسو بن کر خطیب مشرق کے روحانی دامن کو تر کر رہا ہے۔

”آپ سے اہل سنت و جماعت کی عظمت قائم تھی ناموس سہیت کے بہت بڑے محافظ تھے۔ پاسان اور نہایت عمدہ تصانیف کے ذریعہ آفاقی سلاطین پر آپ نے تبلیغ میں کارہائے نمایاں سر انجام دیئے۔ اپنی آخر فرین اور نورانی خطابات سے ایک عرصہ تک بھارت کے مسلمانوں کے ایمان و ایمان کی آبیاری فرمائی میرے پاس الفاظ نہیں جن سے اپنے قلبی تاثرات کو بیان کر سکوں۔

اس دور میں مرحوم اسلام کا چکر جمیل اور بااخلاف کے لئے بینارہ نور تھے مشائخ و علماء کرام کے مجموعہ خطباء کے رجحان اہل قلم کے راہبر مسلک کے محافظ عقائد صادقہ کے پاسان اور عصر حاضر میں اشیاء کے ناقابل تغیر مناظر جملہ اوصاف حمیدہ کے جامع عظیم ایسے نگار جو ہر نئی عالم و شیخ کے دسمال پر ترپ ترپ جاتے تھے اور دافنی کے عالم میں پکاراٹھتے تھے۔

اڑنی چرتی تھیں ہزاروں بلبلیں گھزار میں

جی میں کیا آیا کہ پابند نشین ہو گئیں

نہ جانے پابند نشین ہوا ”از خود“ آپ نے کیسے گوارہ کر لیا مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ آپ آزاد ہو گئے اور ہم پابند! رہا نشین کا تعلق تو وہ مقام جو آپ نے حاصل کیا اب اور کون کرے؟

علامہ نسیم بٹوی مدظلہ العالی کے ایک مکتوب گرامی میں ”دعوت فکر“ پر خطیب

رحمت اللہ تعالیٰ کی پسند کا اظہار تھا اس وقت دل میں آیا کہ حضرت صاحب اش چیں صحت یابی پر احوال زندگی طلب کروں گا اور پھر مضمون کی شکل دی جائے گی

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

خون کے آنسو نسیم رحمت! فردوس ادب عتقاد اہل سنت! کرپا کا مسافر ہند کے رہبر! جماعت اسلامی کا شیش گل! اور پاسان کے فاکس میری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے ایک ایک کو تصور میں پڑھا اور پڑھتا چلا گیا۔ نہ معلوم! آج لذت کچھ سوا گھی! پھر ان تصورات کو عملی جامہ پہنایا اور فوراً کتاب ”دیوبند کا نیا دین“ ہاتھوں میں لی ابتدا سے دیکھا اور دیکھتا ہی چلا گیا۔ ہر لفظ عجائبات کی دنیا لئے ہوئے تھا حالانکہ یہی کتاب جب پہلی بار میری نظر سے گزری تو میں نے اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دی تھی یوں ہی ورق گردانی کی اور یہ کہتے ہوئے چھوڑ دی کہ ”خون کے آنسو“ کے بعد جامہ ختم۔ لیکن آج اس کتاب کے ابتدا سے نہ روٹنے کھڑے کر دیئے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جن مشتاق ہاتھوں نے ان الفاظ کی حسین صورت میں ہجرات کی لڑیاں پڑھیں! ان ہاتھوں کے مشتاق الفاظ بھی رو رہے ہیں! اس لئے تو میرے قلب و فکر کو آج بے حد متاثر کر رہے ہیں اس پر میری چھٹی حس فیصلہ دے رہی تھی کہ اہل علم و قلم جب اس دار فانی سے راہی ہوا ہوتے ہیں تو ان کے قلم سے نکلا ہوا ایک ایک نقطہ غم و الم کا دائرہ بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مصنف کی قدرو قیمت اس کی دنیوی زندگی میں اتنی نہیں ہوتی جتنی قید حیات سے آزادی پر خطیب مشرق رحمہ اللہ تعالیٰ ان انوش قسمت مصنفین کی صف میں ممتاز مقام دیکھتے ہیں جنہیں ہر جگہ تدرو منزلت حاصل رہی۔

حضرت خطیب مشرق نے جب ”دعوت فکر“ کو دیکھا تو دعاؤں سے نوازنے کے ساتھ ساتھ اپنی تاریخی تعریف ”دیوبند کی خانہ تلاشی“ کا حصہ بنا لیا اور پھر بڑے

اہتمام سے شائع فرمایا میرے لئے ان کا یہ عمل سعادت عظمیٰ سے قطعاً کم نہیں!

خطیب مشرق علامہ مفتاح احمد نظامی علیہ الرحمۃ کو امام اہل سنت اہل حضرت فاضل بریلوی اور خانوادہ رضویہ سے بے پناہ عشق تھا۔ جب ان کا راہوار قلم اس طرف رخ کرتا تو قیمت و پیار اور ادب و احترام سے سر پیٹ دوڑتا چلا جاتا، کسی ایک جگہ کہ بات نہیں پاسان کے فائل اور آپ کی تصانیف اس پر شاہد و عادل ہیں ”دیوبند کی خانہ خلافت سے ایک انتہاس ملاحظہ فرمائیے اور سر دھنیے آپ رقم طراز ہیں۔“

☆ اللہ اکبر! ایک ایسا درویش جس کا علم کسی نہیں وہی تھا ورنہ مسئلہ علم فیہ پر چند سمجھنے میں خانہ کعبہ کے دروازے عربی زبان میں ”الدولة المصکبة فی المادة العلیہ“ جیسی ضخیم محقق و مدلل و مبرہن کتاب کا قلمبند کر لینا کچھ آسان نہ تھا یہ کتاب از ابتداء تا انتہا خدا کی عطا کردہ اعلیٰ ترین صلاحیتوں کی مظہر و آئینہ ہے۔ جہاں عام انسانوں کا علم کسی دست بستہ آئیں خراج عقیدت پیش کر رہا ہے۔

☆ چنانچہ جب امام احمد رضا جیسی نادر روزگار شخصیت نے ”کمان“ اپنے ہاتھ سنبھالی تو سیف قلم نے شائقانِ رسول کے بڑے بڑے ناموروں کے سر قلم کر دیئے جو کوہستان و بیابان دیوبندیت کے شیر بھر کھجے جاتے تھے وہ امام احمد رضا کے نشانہ قلم پر شیر قاتلین ثابت نہ ہو سکے یہی جلانے کی وہ آگ ہے جس میں پوری دیوبندیت جھلس کر خاکستر ہو رہی ہے اور جب تک توپ نصیب نہ ہوگی یہ آگ انہیں یونہی بھسم کرتی رہے گی۔

☆ خدا نے تقدیر سیدنا امام احمد رضا کی قبر اطہر پر رحتوں کی ساون بھادوں برساتے جن کے ٹوک قلم نے گھنا ٹوپ تاریکیوں کا پردہ چاک کر کے پوری امت مسلمہ کو اچالے میں کھڑا کر دیا۔

☆ اے وقت کے دانشوروں غور کرو امام احمد رضا کا ایک ایسا وجود مسعود جو حق جہاں لاکھوں پر بھاری بھر کم تھا اسے خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ناکافی ہو گیا۔ عقل

جہاں ہے کہ زبان و قلم کے لئے نیاز مند یوں کی بیک کباب سے مانگی جائے اور کس کے خزانہ عامرہ سے گوہر آبدار جن جن ان کے قدموں پر پھار کئے جائیں جس سے امام احمد رضا جیسی قدر آور شخصیت کی دینی و قلمی خدمات کا حق ادا کیا جاسکے۔

☆ امام احمد رضا: وہ ایک شخص ہی نہیں تھا بلکہ وہ ایک نظریہ تھا، عقیدہ تھا، مسلک تھا، مشرب تھا، انجمن تھا، کانفرنس تھا، کتب خانہ تھا، لائبریری تھا، وہ علوم و معارف کا گمہ گراں بھی تھا، بحر خزانی بھی تھا، وہ درگاہ بھی تھا اور خانقاہ بھی تھا۔

☆ امام احمد رضا: آسان علم و حکمت کا درخشاں آفتاب تھا، اور گلستان طریقت و معرفت کا شاداب پھول، علم ظاہر کا جاہ و جلال اور علم باطن کی زندہ مثال، وہ دن کے اچالے میں میدانِ قلم کا شہسوار اور رات کی تاریکی کا عابد شب زندہ دار تھا، مناظر تھا، مقرر تھا، مصنف تھا، مولف تھا، مفسر تھا، معقولی تھا، مقبولی تھا، خطیب تھا، فصیح تھا، مبلغ تھا، فقیہ تھا، وجہر تھا۔

☆ امام احمد رضا: ماہر لہیات و کلیات تھا، ماہر ریاضیات و طبیعیات تھا، ماہر نجوم و قیوت تھا، جو بدلوں کا شور علم پر ساون بھادوں کی طرح برساتا رہا، ماہر علم الادبیات و علم الابدان تھا، غرض وہ بیک وقت پچاس سے زائد علوم پر یدِ طولیٰ و دستگاہِ کامل رکھتا تھا

☆ امام احمد رضا: وہ اپنے وقت کا ابوحنیفہ و شافعی تھا، وہ غزالی بھی تھا اور رازی بھی تھا، وہ روی بھی تھا اور محمدی الدین بھی تھا، وہ درس گاہ کی ٹوک پلک سے آشنا اور خانقاہ کے اسرار و رموز کا ہراز تھا

☆ اسے خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ایسی کمی زندگیاں دوڑا رہیں وہ اور بے شمار نعمتوں میں سے ایک نادر نعمت تھے جس کے حق نگار قلم نے کروڑوں مسلمانوں کو کفر و مگرہای سے بال بال مامون محفوظ کر لیا۔ آج معمولات و مراسم اہل سنت کی جو دعوم دھام ہے جس کے حنات و برکات سے پوری دنیائے اسلام مالا مال ہو رہی ہے یہ امام احمد رضا ہی کے جہاد بالقلم کا ثمرہ و نتیجہ ہے۔

خدا رحمت کدایں عاشقان پاک طینت را

ابھی پاسان ملت کی پیاس نہیں بجھی از خود عالم وجد میں فرماتے ہیں۔

☆ گفتگو اپنے موضوع سے بہت دور آگئی حضور مجاہد ملت اور سیدنا امام احمد
جیسے قدسی صفات نقوی سے دل ایسا لگا بندھا ہے کہ ان کی بارگاہ میں پہنچ کر نوح و
اور گونا گوں جلوں میں گم ہو جاتا ہوں کہ بہت جلد واپسی کا امکان باقی نہیں رہتا۔

(دوبند کی خانہ تلاشی ص ۱۹ تا ۲۱)

☆ خطیب مشرق اپنی تصانیف کا اعتبار امام احمد رضا کے نام کرتے ہوئے ہا
والہانہ انداز اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ خطبات نظامی کے اعتبار میں عشقہ نگار
ملاحظہ ہوں۔

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری

گھر گھر لئے پھرتی ہے پیغام سبا تیرا

عالم اسلام کی آفاقی و عبقری شخصیت جو نوابوں اور راجاؤں کو خاطر میں نہ لاکر
پوری بر ملایت سے کھڑی ہے۔

کردن مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا

میں گمراہ ہوں اپنے کریم کا مرا دیں پارہ تان نہیں

سلطان العارفین سید السالکین محمد ملاضیہ ولی کاظم علم ظاہر باطن کے علم
سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبات کا ایک ایک نقطہ
منسوب کرتا ہوں۔

ملک سخن کی شامی تم کو رضا مسلم

جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

☆ ماہنامہ پاسان کا ”امام احمد رضا نمبر“ خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی
علیہ الرحمۃ کا وہ گراں قدر تاریخی کارنامہ ہے جس کے ذریعہ موصوف نے تقریباً چال

خط مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال و آثار
کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی اور اہل محبت و قلم
سب پر میرائی ملی۔

☆ ”دلی“ پر یہ نمبر ایک مستند اور قابل اعتماد ماخذ کی حیثیت رکھتا ہوے
میں یہ منصہ شہود پر جلوہ گر ہوا اس وقت پاک و ہند میں اکابر علماء و
ایک تعداد میں موجود تھے۔ یہاں تک کہ خالوادہ رضویہ کے سربراہ شہزادہ
الحق اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمہ کے دوجو
ہائے سلیمت براہ راست فیض یاب تھی۔

☆ امام احمد رضا نمبر سے قبل صرف ”حیات اعلیٰ حضرت از ملک العلماء مولانا
احمد بہاری رحمہ الہاری“ ”سوانح امام احمد رضا مولانا بدرالدین احمد قادری
رحمہ اللہ تعالیٰ فی گرفتار کتبائیں تحسین اور ان کے بعد خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد
رحمہ اللہ تعالیٰ نے ماہنامہ پاسان کا یہ نمبر نکالا جو امام اہل سنت کی مختصر حیات مبارکہ
کا تھا۔ اس کے علاوہ دور کوئی قابل ذکر کتاب یا رسالہ موجود نہیں تھا۔ جس سے
اہل دلی کے حالات سے استفادہ کیا جاسکتا۔

☆ پاکستان میں حضرت الحاج سید محمد معصوم شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بانی
”سب خانہ لاہور“ نے اعلیٰ حضرت کے رسائل کی اشاعت پر توجہ فرمائی اور متعدد
اہل علم نے ذریعے ان کا تعارف ہوا مفتی اعظم پاکستان حضرت سید ابوالبرکات احمد
رحمہ اللہ تعالیٰ ناظم دارالعلوم حزب الاحناف لاہور نے بھی اشاعت رسائل
میں خوب کام کیا اسی اثناء میں علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ نے
”علی حضرت“ کے نام سے ایک خوبصورت رسالہ مرتب کر کے شائع کیا۔ نیز بہت
اہل تہذیب و کتابت و طباعت سے آراستہ کیا جن کے ذریعہ امام اہل سنت کی
مختلف کوششوں کو حیاں کرنے کی طرح ڈالی تاہم ”پاسان کے امام احمد رضا

نہر“ کو بھی اس سلسلہ میں اولین ماخذ قرار دیا جاسکتا ہے۔ گو اعلیٰ حضرت کی ذات والا برکات پر آپ تک اتنا وسیع کام ہوا اور ہو رہا ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ اس ایکلی ذات پر پاک و ہند میں چھوٹے بڑے اسنے اشتاعی ادارے قائم ہو چکے ہیں جن کا شمار کاردارد۔

مجلس رضا لاہور کے پلیٹ فارم پر بہت ہی عمدہ اور تاریخی کام کا آغاز ہوا پھر ادارہ تحقیقات رضا کراچی کا قیام عمل میں آیا، مجلس رضا لاہور کی نظر بد کا شکار ہوئی تو ”رضا اکیڈمی لاہور“ ڈوبنے کو بچنے کا سہارا ثابت ہوئی۔

اگر طوفان میں ہوشی تو ہو سکتی ہیں تدبیریں
اگر ہشتک میں طوفان ہو تو کیا تدبیریں کام آئیں

ہشتک، رضا کو طوفان کی زد سے بچانے کے لئے چند اہل درد و محبت آگے بڑھے جن میں ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی مظہری علامہ حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علامہ محمد عبدالکیم شرف قادری الحاج محمد مقبول احمد ضیائی قادری نے سنبھال دیا اور کام رکھنے نہ پایا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ ہونے لگا۔ یہ خادم بھی ان بزرگوں کے ساتھ چل رہا ہے۔

رضا مشن کے بے شمار گوشے سامنے آنے لگے یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ”قادیانی رضویہ“ کی جدید منصوبہ بندی کا مرحلہ ظہور پذیر ہوا حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی عالم اعلیٰ جامعہ نظامیہ لاہور ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہل سنت و جماعت پاکستان جو گونا گونا گویں تنظیمیں صلاحیتوں کا انسداد پیدائیں ان کی قیادت میں رضا فاؤنڈیشن قائم کی گئی جس کے تحت قادیانی رضویہ قدیم پر جدید دور کے تقاضوں کے مطابق نہایت خصوص اور مضبوط بنیادوں پر کام کا آغاز ہوا عربی عبارت کا ترجمہ اور حوالہ جات کی تخریج کے ساتھ قادیانی رضویہ کی طباعت شروع ہوئی۔ الحمد للہ اس وقت ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء (قدیم آٹھ) جدید پیش انش جلدیں اعلیٰ معیار طباعت سے آراستہ

دہلی ہیں جسے پاک و ہند کے علاوہ بین الاقوامی سطح پر خوب پذیرائی حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہ علامہ محمد سعید نوری ناظم اعلیٰ رضا اکیڈمی ممبئی (اٹلیا) نے متعدد جلدیں ان کتابت کے نکلی ایڈیشن میں شائع کیں۔

اس سال ۲۳ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ/۲۰ صفر ۲۰ صفر ۲۰۰۱ء کو دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف کا صد سالہ جشن منایا جا رہا ہے۔ اسی مناسبت کے پیش نظر رضا اکیڈمی لاہور کے ارباب عمل و عقد نے فیصلہ کیا کہ خطیب مشرقی علامہ مشتاق احمد نقشبندی عالیہ الرحمۃ جنہوں نے ہامناہ پاسان کے ذریعے مسلک حق اہل سنت و جماعت کی ناقابل فراموش خدمات سرانجام دی ہیں اور ۱۹۲۸ء میں پاسان کا اجرا فرما کر سنی صحافت میں سنگ میل کا کردار ادا کرنے کی طرح ذوالی قحیٰ اور پھر ہمارے اکابر کی مسلکی خدمات کو اجاگر کرنے کے لئے پاسان کے خصوصی نمبر شائع کئے۔ ان کے مختصر سے تعارف کے ساتھ امام احمد رضا نمبر جو نہ صرف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی حیثیت مبارکہ پر مشتمل ہے بلکہ کئی اہم غرضیات کے سوانحی حالات بھی شامل کر کے اس کی قدر و قیمت میں بڑا اضافہ کیا ہے۔ لہذا امام اہل سنت کے حضور نذر محبت و عقیدت پیش کرنے کے لئے اس نمبر کو از سر نو نہایت عمدہ پیرائے میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ رضا اکیڈمی لاہور کا یہ تاریخی کارنامہ بھی آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

یہاں پر ایک بات یاد رکھئے امام احمد رضا نمبر کا جب اعلان ہوا راقم الحروف اس وقت دارالعلوم حنفیہ فریدیہ پبلیسرپور میں زیر تعلیم تھا۔ دوران تعلیم ایک دن میرے ایک بھائی نے اعلیٰ حضرت عالیہ الرحمۃ کے علیہ مبارکہ پر بیہودہ سارے اعتراض کر دیا۔ میں نے جواباً جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا اور وقتی طور پر اسے خاموش کر دیا مگر از خود میں مطمئن نہیں تھا۔ لہذا میں نے اعلیٰ حضرت عالیہ الرحمۃ کے علیہ مبارکہ کے متعلق معلومات کا سلسلہ شروع کیا تو کچھ ہاتھ نہ آیا۔ پاسان اس نمبر کا منتظر رہا مگر اس نمبر کا دامن بھی علیہ مبارک سے خالی تھا۔ اسی دوران معلوم ہوا ادیب شہیر علامہ نسیم بھٹوی صاحب

”مہمد اسلام بریلوی“ کے نام سے ایک کتاب شائع کر رہے ہیں۔ موصوف میرے مہربان دیرینہ رفیق ہیں۔ میں نے بریلی شریف سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا حلیہ مبارکہ حاصل کر کے ان کی طرف بھارت ارسال کر دیا۔ اس کی تفصیل کے لئے موصوف کے نام جو میں نے اس سلسلہ میں خط لکھا جس کے ذریعہ پہلی بار ”مہمد اسلام بریلوی“ میں حلیہ مبارکہ زیور طباعت سے آراستہ ہوا اس کو من و عن پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ”حلیہ مبارکہ“ میں اس نمبر کی زینت بنایا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اور دعا کریں دیجئے کہ اللہ تعالیٰ خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ کی خدمات عالیہ کو قبولیت کے اعزاز سے نوازے۔ انہیں اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے اور ”رضا اکیڈمی لاہور“ کے اراکین و معاونین کو زیادہ سے زیادہ دینی، علمی، قلمی خدمات سر انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ تم آمین۔ اب حلیہ مبارکہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ملاحظہ فرمائیے۔

مبلغ اسلام مولانا محمد منشا تابش قصوری

کا

ایک اہم مکتوب

محترم علامہ نسیم صاحب القادری الرضوی زید محمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج شریف!

۲۵ مارچ ۱۹۶۳ء کو بندہ نے ایک عزیز شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں حاضر کیا۔ کیونکہ مجھے مجدد اسلام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا حلیہ مبارکہ دیکھنے کا اشتیاق تھا جس وقت بندہ قدوری وغیرہ پر ہوتا تھا۔ ایک نام نہاد سی طالب علم جو میرا کلاس فیلو تھا۔ اس سے باتوں باتوں میں مباحثہ شروع ہوا چونکہ وہ حقیقتاً دیوبندی تھا اس لئے رشید گنگوہی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگا اور مجھے کہنے لگا تمہارے اعلیٰ حضرت کیا ہیں

مگر اس کے گستاخانہ کلام سے جو تیر میرے دل پر لگا۔ اس کے زخم کا درد تیز تر ہونے لگا۔ ہفتہ بھر اعلیٰ حضرت کا حلیہ دریافت کرتا رہا مگر نہ ملا۔ لاہور گیا وہاں سے ملک اعلیاء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کی تعریف لطیف ”حیات اعلیٰ حضرت“ خرید

کی من الاول اہل الاخر مطالعہ کیا مگر حلیہ شریف نے ملا دن بدن میری پریشانی بڑھتی رہی پھر ایک رسالے میں ایک اشتہار پڑھا کہ خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی مدیر ”پاسان“ آلاہ آباد پاسبان کا امام احمد رضا نمبر نکال رہے ہیں۔ آخر امام احمد رضا نمبر منصفہ شہود پر جلوہ گر ہوا۔ بندہ نے اول تا آخر مطالعہ کیا مگر حلیہ مبارک نہ پایا۔ زیادہ غم لگا۔ سن ۱۹۶۳ء میں پتہ چلا کہ مولانا علامہ بدرالدین احمد صدر مدرس دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ”سوانح اعلیٰ حضرت مرتب فرما رہے ہیں تو ان کی جانب بھی عریضہ لکھا کہ آپ اپنی مصنف میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا حلیہ مبارک ضرور تحریر فرمائیے موصوف نے جواباً تحریر فرمایا کہ اب ”سوانح اعلیٰ حضرت“ حصہ اول پریس میں پہنچ چکی ہے لہذا جلد دوم میں حلیہ شریف نقل کیا جائے گا۔

جلد دوم کا منتظر رہا مگر میرے عشق نے بہت مجبور کیا تو ۲۵ مارچ کو حضور مفتی اعظم ہند مدظلہ العالی کی خدمت اقدس میں عریضہ لکھا کہ مجھے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے حلیہ مبارک کے دیکھنے کا شوق ہے لہذا نگاہ کرم فرماتے ہوئے میری گزارش کو شرف قبول بخشیں اور حلیہ شریف ارسال فرمائیں مگر اس وقت حضور مفتی اعظم اپنے دولت کدے پر تشریف نہیں رکھتے تھے۔ جس وجہ سے حضرت الحاج ساجد علی صاحب قبلہ نے حضرت مولانا علامہ الشاہ حسین رضا خاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے حلیہ اعلیٰ حضرت لکھوا کر بندہ کی طرف روانہ فرما کر کرم فرمایا اور ساتھ ہی خط لکھا۔

اس جگہ موصوف کا مکتوب گرامی من و عن تحریر کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیے:

جناب تاج صاحب

سلام مسنون! آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا حضرت مفتی اعظم مدظلہ العالی آج کل دولت کدہ پر تشریف نہیں رکھتے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر زادہ شاگرد اور خلیفہ مولانا حسین رضا خاں صاحب ہیں۔ جنہوں نے برس برس اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی زیارت کی ان سے یہ مضمون جو اس لحاظ

میں آپ کو ملے گا لکھوا کر بھیج رہا ہوں۔

اس کو سنی اخبارات و رسائل میں چھپوا دیں۔

والسلام

از فقیر ساجد علی خاں غفرلہ

سلام مسنون و دعائے مشون مقبول باد

۶ جون سن ۶۳ء

الحاج ساجد علی خاں

بقلم حبیب رضا غفرلہ

۵ جون سن ۱۹۶۳ء

یا رسول اللہ ﷺ

مری برباد بستی کو بسا دو یا رسول اللہ
کنارے پر میری کشتی لگا دو یا رسول اللہ

مرے تاریک دل پر نور کی برسات ہو جائے
مرے قلبِ سیم کو جگمگا دو یا رسول اللہ
یہ آنکھیں آپ کے دیدار کی طالب ہیں مدت سے
رخِ پر نور سے پردہ ہٹا دو یا رسول اللہ
گرا ہوں بحرِ عسایاں میں، گرفتارِ مصائب ہوں
مجھے اس قید سے نڈھ چھڑا دو یا رسول اللہ
رحیمِ بیسماں تم ہو، حکیمِ دردِ منداں ہو
طیبِ مرضِ عسایاں ہو، دوا دو یا رسول اللہ
دفورِ شوق سے بیدار ہیں عاشقِ مدینہ کے
مجھے بھی خوابِ غفلت سے جگا دو یا رسول اللہ
میرا مسکنِ مدینہ ہو، میرا مدفنِ مدینہ ہو
میرا سینہِ مدینہ ہی بنا دو یا رسول اللہ
میری آرزوئے زندگی تائشِ قصوری کی
دمِ آخرِ رخِ زیبا دکھا دو یا رسول اللہ
(تاجِ قبری)

حلیہ مبارک

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ

ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ چمکدار گندمی تھا۔ ابتداء سے وقت وصال تک مسلسل
صحت پائے شائق نے رنگ کی آب و تاب ختم کر دی تھی۔ چہرہ مبارک پر ہر چیز نہایت
موزوں و مناسب تھی۔ بلند پیشانی۔ بینی مبارک نہایت ستواں تھی ہر دو آنکھیں بہت
سوزوں اور خوبصورت تھیں۔ نگاہ میں قدرے تیزی تھی جو پٹھان قوم کی خاص علامت
ہے۔ ہر دو ابرو کماں ابرو کے پورے مصداق ہے لاغری کے سبب سے چہرہ میں
گدھاڑی نہ رہی تھی مگر ان میں ملامت اس قدر عطا ہوئی تھی کہ دیکھنے والے کو اس
لاغری کا احساس بھی نہ ہوتا تھا۔ کپٹیاں اپنی جگہ بہت مناسب تھیں۔ داڑھی بڑی
خوبصورت گدھاڑی۔ سر مبارک پر پٹے تھے جو کان کی لونگ تھے۔ سر مبارک پر ہمیشہ
عمامہ بندھا رہتا تھا جس کے نیچے دو پٹلی ٹوپی ضرور اوڑھتے تھے آپ کا سینہ ہاوجود اس
لاغری کے خوب چوڑا محسوس ہوتا تھا۔ گردن صراحتی اور بلند تھی جو سردار کی
علامت ہوتی ہے آپ کا قدمیاد تھا۔ ہر موسم میں سوائے موسمی لباس کے آپ سپیدی
کپڑے زیب تن فرماتے۔ موسمِ سرما میں رضائی بھی اوڑھا کرتے تھے مگر سبز کا ہی اونٹی
چادر بہت پسند فرماتے تھے اور وہ آپ کے تن مبارک پر جتنی بھی خوب تھی آپ بچپن
ہی میں کچھ روز گدھاڑ رہے پھر قوسب نے آپ کو چھیرا لیا اور لاغری دیکھا۔
آپ کو چودہ برس کی عمر میں دردِ گردہ لاحق ہوا جو آخر عمر تک رہا کبھی کبھی اس

کے شدید دورے پڑ جاتے تھے ایسے مزن امراض خاسان خدا کی خاص علامت ہوتے ہیں آپ کی آواز نہایت پر درد تھی اور کسی قدر بلند بھی تھی آپ جب اذان دیتے تو سننے والے ہر تن گوش ہو جاتے آپ بخاری طرز پر قرآن پاک پڑھتے آپ کا طرز ادا عام حفاظ سے جدا تھا آپ نے ضاد کا خرچ جیسا ادا کیا بڑے بڑے قاریوں کا یہ کہنا ہے کہ ضاد کا خرچ ایسا صاف و مستقر ادا کرتے کسی قاری کو نہ سنا۔ اس خرچ کی تحقیق میں آپ کا ایک رسالہ "الحمد الصادقین سنن الضاد" بار ہا چھپ کر ملک میں شائع بھی ہو چکا ہے۔

آپ نے ہمیشہ ہندوستانی جوتا پہنا جسے سلیم شاہی جوتا کہتے ہیں آپ کی رفتار ایسی نرم تھی کہ برابر کے آدمی کو بھی چلتا محسوس نہ ہوتا تھا آپ کی حیات شریفہ میں ایک بار یہ افواہ اڑی کہ مولانا احمد رضا صاحب کو (معاذ اللہ) مرض جذام ہو گیا ہے اس افواہ کا مرکز گنگوہ بتایا جاتا ہے جب یہ افواہ بریلی پہنچی تو بریلی والوں نے اظہار عداوت کے اس چھوڑے اور ذلیل طریقہ پر اظہار نفرت کیا اور اس بے حیائی کی بڑی داد دی۔ اب اس جماعت میں کوئی نئے عقید پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے یہ اڑایا ہے کہ بھلی حضرت قبلہ (معاذ اللہ) ایک چشم تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن کی آنکھیں پہلے پھٹ گئی ہیں وہ ایسی جاسوز حرکتیں کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

والسلام دعاگو

حسین رضا خاں

عہدہ کانگروہ بریلی (یو پی)

امیر کارواں

از: عبدیہ گلشن رسالت راز داں آبادی

راز وحدت کا جہاں میں راز داں کوئی نہ تھا
امت ختم رسل کا پاساں کوئی نہ تھا

شیعہ تھی مغل میں روشن کوئی پروانہ نہ تھا
نقشب لیب تھے سیکڑوں ساقی بیخانہ نہ تھا

کفر کے بادل فرائے دہر پر چھائے رہے
راہبرد ایمان کی راہوں سے کھڑائے رہے

چھا گیا تھا زندگی کی رکھڑوں پر جمود
خاک کے ذرے قلب پر چاند تاروں پر جمود

سیکڑوں ابلیس بھی تھے جیس میں انسان کے
لوٹنے والے تھے لاکھوں دولت ایمان کے

ابر میں پوشیدہ تھا علم و یقین کا آفتاب
دے نہ سکتا تھا کوئی باطل پرستوں کو جواب

شرک تھا جب ناز کرنا احمد مختار پر
کھتہ تھیں تھے لوگ علم سید ابرار پر

ہر دلی ہر غوث کو بے دست و پا سمجھا گیا
یا رسول اللہ کہنے پر تھا فتویٰ شرک کا

کفر پر اک دن مشیت کو جلال آ ہی گیا
رب اکبر کو شہ دین کا خیال آ ہی گیا

صورتیں تسکین کی نکلیں دل سیلاب سے
اک کرن پھوٹی اچانک چرخ پر مہتاب سے

اس کرن نے راہ ایمان کو منور کر دیا
دشت کو گلشن تو کانٹوں کو محل تر کر دیا

اس کرن کو اہل دین احمد رضا کہنے لگے
کشتی اسلام کا سب نا خدا کہنے لگے

اس کا دل عشق محمد میں ہمیشہ چور تھا
رند ساقی مدینہ پہ بے پے سرور تھا

اہل سنت و الجماعت کا وہ رہبر ہو گیا
اس نے جو کچھ لکھ دیا کائنات پہ پتھر ہو گیا

راہ کے ایمان و حرمت کے نگہبان زندہ باد
زندہ باد اے مفتی احمد رضا خاں زندہ باد

فاضل بریلوی بارگاہ رسالت میں

زمانہ خوش دلی دریاپ ڈریاب
کہ ہر دم در صدف گوہر غائب

ہری زندگی کا سب سے بہترین زمانہ دارالاحمد امیر شریف کی حاضری کا وہ دور
عالمی ہے جس میں نو سال تک سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے دربار
میں حاضری نصیب ہوئی اور استاد محترم حضرت صدر الشریعہ قبلہ علیہ الرحمہ کی کفایت برادری
کا شرف حاصل رہا۔ اس مبارک زمانہ میں اکثر علماء و مشائخ و بزرگان دین کی زیارت
معمور آتی تھی۔ انہیں بزرگوں میں سے حضرت دیوان سید آلی رسول صاحب سجادہ نشین
آستانہ عالیہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے ماسوں صاحب قبلہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مابہ جن جو بڑے بلند پایہ بزرگ تھے۔ دیوان صاحب کے یہاں تشریف لایا کرتے
تھے۔ موصوف کی خدمت میں حاضری ہوا کرتی تھی اکثر بزرگان دین کے واقعات بیان
فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت موصوف نے بیان فرمایا کہ ماہ ربیع الثانی ۱۲۳۰ھ میں
ایک شاہی بزرگ دہلی تشریف لائے ان کی آمد کی خبر پا کر ان سے ملاقات کی۔ بڑی
شان و شوکت کے بزرگ تھے طبیعت میں بڑا ہی استغنا تھا۔ مسلمان جس طرح عربوں کی
خدمت کیا کرتے ہیں ان کی بھی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ نذرانہ پیش کرتے تھے مگر وہ
قبول نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بظلمہ تعالیٰ میں قارع الہال ہوں مجھے ضرورت
نہیں۔ ان کے اس استغنا اور طویل سفر سے تعجب ہوا عرض کیا حضرت یہاں تشریف
لانے کا سبب کیا ہے۔ فرمایا مقصد تو بڑا زریں تھا لیکن حاصل نہ ہوا۔ جس کا افسوس ہے۔
واقعہ یہ ہے کہ ۲۵ صفر ۱۲۳۰ھ کو میری قسمت بیدار ہوئی خواب میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

والسليم کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ حضور تشریف فرما ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حاضر و بار ہیں، لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے۔ قریب سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا انتظار ہے۔ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا خداک ایہی وامی کسی انتظار ہے۔ ارشاد فرمایا احمد رضا کا انتظار ہے۔ میں نے عرض کیا احمد رضا کون ہیں۔ فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔ بیداری کے بعد میں نے تحقیق کی معلوم ہوا مولانا احمد رضا خان صاحب بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور بقیہ حیات ہیں۔ مجھے مولانا کی ملاقات کا شوق ہوا۔ میں ہندوستان آیا بریلی پہنچا۔ معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا اور وہی ۲۵ مفران کی تاریخ وصال تھی۔ میں نے یہ طویل سفر صرف ان کی ملاقات کیلئے ہی کیا لیکن انہوں نے ملاقات نہ ہو سکی۔

اس سے پہلی حضرت فاضل بریلوی رشتہ اللہ کی مقبولیت بارگاہ رسالت میں معلوم ہوتی ہے۔ کیوں نہ ہو عاشقان رسول یوں تو لڑے جاتے ہیں۔

عبدالمعز عفی عنہ

۸ ذی قعدہ ۱۳۷۲ھ

شذرات

(خلیب مشرق علامہ) مشتاق احمد نظامی (رحمہ اللہ تعالیٰ)

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

ان الله يبعث على داس الخ

☆☆☆☆☆☆

مراد کائنات کا فرمان گرامی ہے کہ پروردگار عالم ہر صدی کے آخر میں ایک رہنمائے کامل بھیجتا ہے جو مردہ سنتوں کو زندہ کرتا اور قوم کو بھولی ہستی باتوں کو یاد دلاتا ہے۔ وہ مروجہ تجدید و احیاء دین کی کھنکھ راہوں سے گزرنے میں حیرامت کا نشانہ بنتا ہے اور کبھی کبھی تو قید و بندی کھنکھائیوں سے بھی اسے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ چونکہ وہ کوئی سیاسی قیدی نہیں جو حالات کے تیور سے مرعوب ہو کر کلہ قح کو داپس لے لے بلکہ آمرانہ و چابرانہ طاقتیں خود اس کے قدموں پر جھکتی ہیں اور حق کا پرستار با خوف لومنتہ الاثر دین کی صاف اور کشادہ راہوں کو پیش کرنے میں جرات پیکار سے کام لیتا ہے غیر تو غیر بسا اوقات اپنے بھی اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوتے ہیں مگر نہ پوچھئے اس کے عزم و استقلال کی خداداد طاقت کی کرشمہ سازیاں کہ قہر و غضب کے بادل امنڈتے ہیں مگر برسنے سے پہلے مطلع صاف نظر آتا ہے۔ نہیں معلوم ایسے کتنے طوفان اُشتے ہیں مگر اس کی جبین استقلال پر بل نہیں آتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی مختصر سی زندگی میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیتا ہے جس کے باعث دنیا اسے محمد کے نام سے یاد کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حافظ ملت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ

شیخ الحدیث المجددہ الاشراف مبارک پور (اعظم گڑھ)

(۲) یہ ایک سنت الہیہ ہے کہ آفتاب نبوت کے پردہ فرمانے کے بعد کسی قرن اور صدی کو قدسی نفوس مستویں سے خالی نہ رکھا گیا۔ ملت اسلامیہ کی صحیح فرائض و رہنمائی کے لئے ہر حریرہ و تاریک فضا میں نہ کوئی آفتاب ہدایت مطلع شہود پر آتا رہا اور وقت کی گزرتی ہوئی فضا کو سازگار بنانے میں یاہوں کہہ لیجئے کہ نظام شریعت کے سانچے میں ڈھال دینے کی انتہک کوشش کرتا رہا۔ اس سلسلہ کی سب سے پہلی کڑی حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے اور مجددین کی آخری کڑی میں جس کو نامزد کیا جاسکتا ہے وہ تاجدار اہل سنت مجدد مابعد حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی ہے۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز اور اعلیٰ حضرت کی درمیانی صدیوں میں امام شافعی امام فخر الدین رازی امام غزالی ابو بکر باقر قلاتی۔ یہاں تک کہ یکے کے بعد دیگرے مجدد الف ثانی جیسے بلند پایہ حضرات اپنے اپنے وقت میں احیاء دین فرماتے رہے اور قریب قریب ہر ایک کی تاریخ میں یہ قدر مشترک نظر آئے گا کہ آسمان ہدایت کے ان چمکتے ہوئے ستاروں پر غبار ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ مگر (الحق یعلو ولا یعلیٰ) حق خود بلند ہوتا ہے..... وہ کسی کے بلند کرنے سے عظمت و رفعت کی چٹان پر نہیں پہنچتا اور نہ تو کسی باطل کی ہوا خیزی سے اس کی صداقت پر پردہ پڑتا ہے۔ دنیا کی فروعی و ملاطوفی طاقتوں نے ان کا مقابلہ کیا آخرش ایک صحیح اہل سنت نمودار ہوئی جس کی روشنی پر تاریکی کا پردہ نہ پڑ سکا اور ان کے کاربائے نمایاں کے سامنے غیروں کی بھی گردنیں جھک گئیں۔ چنانچہ تاجدار اہل سنت کے متعلق آج بھی مخالفت کے باوجود اکابر علماء دیوبند یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ کچھ بھی ہو مولانا احمد رضا خاں صاحب قلم کے بادشاہ تھے۔ جس مسئلہ پر قلم اٹھایا اس کا کوئی گوشہ بھی نقطہ نہ چھوڑا۔

☆☆☆☆☆

(۳) قلم کی پختہ کاری کا اعتراف ہی اعلیٰ حضرت کی شان تہذیب پر روشن دلیل ہے چونکہ

یہ ایک سنت کا مجدد ہونا حسن صورت یا امارت و ریاست یا کثرت علماء و حاشیہ علمی و دست غرض کہ اس قسم کے دوسرے عوارضات پر مبنی نہیں۔ بلکہ شعور علم و تاجدار جس دقت سیف قلم کے کرور مگناہ حق و باطل میں اترتا ہے۔ اپنے تو اپنے گمراہوں میں بھی گھٹنے ٹیک دینے اور تہذیب نام ہی ہے۔ انسان کی اس صفت اور خاصیت کی قوت سے وہ وقت کی بڑی سے بڑی طاقت پر قابو یافتہ ہو کر قوت و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچتا ہے۔ یہی وہ جوہر ہے جو اعلیٰ حضرت کی تصنیف و تالیف تقریر و تحریر میں نمایاں حیثیت سے اجاگر ہے اور اس جوہر گرامیہ سے ہر اس شخص کا دامن نہیں بھر پور ہو سکتا جس نے درس نظامیہ کی کتب متداولہ کی حرف و حال تعلیم حاصل کی ہو۔ یہ خدا کی ایک بخشش ہوئی طاقت ہے جو احیاء سنت کی خاطر کسی برگزیدہ بندے کو دی جاتی ہے۔ (ذالک فضل اللہ یؤتہ من یشاء) یہ اللہ کا ایک فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ انہیں برگزیدہ شخصیتوں میں فاضل بریلوی کا بھی نام ہی ہے۔

☆☆☆☆☆

۱۴۱۱ھ لکھنؤ کے دینی کی مصیبت فضا فکر و شرک کی گھنگھور گھٹا تہذیب و دہابیت کی مطلق الزام مار کر جس میں شرک و بدعت (لکھے سیر بھائی لکھے سیر کھا جا) کی جگہ لے لی گئی۔ بات بات پر شرک و بدعت کے فوے دیئے جاتے۔ استدلال و دلائل و مسائل و قواعد و قیام شتم نبوت و علم و دھیب جیسے قطعی الدلائل مسائل پر نہ صرف قبل و قال کے دروازے کھل گئے تھے بلکہ اخبار و پریس کی طاقت و نیز حکومت وقت کے ایماء و اشارے سے پچھلے مسلمانوں کو بدعتی و شرک کہا جاتا تھا اور یہ فوے دیئے کیوں نہ دیئے جاتے (سیاں بھئے کووال اب ڈرکا ہے جاے) اگرگریزوں سے ساز باز تھا۔ علماء اہل سنت اپنی پوری طاقت سے انگریز کی سامراج کو مٹانا چاہتے تھے۔ چنانچہ مجاہد طیل حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ صادر فرما چکے تھے جس کی پاداش میں دریائے شور کی مصیبتیں جھیلنی پڑیں اور بہت سے

حق پرست مسلمانوں کو پہچانی کے تحت پر لٹکا دیا گیا۔ علمائے اہل سنت کا شیرازہ منتشر تھا۔ اک جہتی ختم ہو چکی تھی۔ تنظیم کئے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے کے حالات سے بے خبر و نا آشنا تھے اور ملک کی دوسری قوت انگیز جماعت، انگریزوں کے ہاتھ کھینچ لی ہو چکی تھی۔ برطانیہ کورنٹ کی نوازش سے دامن بھر رہا تھا۔ موقع غیبت جان کر عطا کا کمال چاہنا شروع کر دیا۔ اب ان کے پاس دارالعلوم تھا اور جدید کا جتنا بھی تھا۔ طفل مکتبہ مصنف بن چکے تھے ہر کتاب پر ہنگامہ ادا ہر عبارت پر مکالمہ۔ ہاڑی کا بازار گرم ہوتا۔ حفظ الایمان کی ایک گندہ و توہین آہ عبارت پر بڑا البنان۔ توفیق البنان مکاتیب الصدور بن جیسے نہیں معلوم کتنے رسالے و پمفلٹ کا چودہ بازار میں آچکے تھے۔ کسی طرح عوام کو اپنی طرف متوجہ کرنا تھا اس لئے نئے نئے شگوفہ کھانا اور نئی نئی پیکچری چھڑانا مصلحت وقت کا تین تقاضا تھا۔ کبھی علم غیب پر حملہ ہے تو کبھی ختم نبوت پر۔ کبھی شان نبوت کی تنقیص ہے تو کبھی عظمت والہیت کی توہین۔

☆☆☆☆☆

(۵) غرض کہ زمین ہند ماتم گسار تھی چرخ کہن نوحر گر تھا۔ قدسی صفات فرشتے رحمت باری کے منتشر تھے۔ اہل سنت کا کچھ زخموں سے چہر تھا۔ حق پرستوں کی آنکھ سادوں بھادوں کی چھڑی تھی۔ عقیدت مندوں کا سینہ نالائکوں کا تھا۔ رسول پاک کے فدائی ماہی بے آب تھے۔ حرمت نبوت پر جان دینے والے کراہ رہے تھے۔ عظمت ولایت پر مرثیے والے سبک رہے تھے اس طرف آگئی یا رسول اللہ کے نعرے تھے یا نبوت المدد کی صدا سنیں تھیں اور دوسری طرف انگریزوں کی گود میں بیٹھ کر تیر و کمان کی مشق جاری تھی۔۔۔۔۔ مقابلہ آسان نہ تھا غیبت کے علاوہ ان سفید چڑے والوں سے کبھی مقابلہ تھا۔ جن کا دل توے کی کالکھ سے زیادہ سیاہ اور سنگریزوں سے زیادہ سخت تھا۔

☆☆☆☆☆

مگر مرد مومن کی آہ رنگ لاکر رہی۔ اہل سنت کے آنسو دم و کرم کی موسلا دھار بارش بن کر رہے۔ یہاں تک کہ سر زمین بریلی کا مقدور اوج شیا سے بھی بلند ہوا۔ شب دیکھ کر چوے چاک ہوئے۔ ”پوچھنی“ مگر نودار ہوئی۔ ”کرنا قیام پاش ہوئی“ آسمان ہدایت پر ایک یا ستارہ چکا۔ بزم علم میں ایک روشن چراغ منور ہوا۔ پھنستان ہمدیت میں ایک شاداب پھول کھلا۔ جس نے غم و عجب کو چھپا کیا اور جنوب و شمال کو اپنی عطر بیڑوں سے مہکایا۔ آیا کون آیا وہی جس پر دنیا سنیعت عقیدت کے بار چڑھاتی ہے ہاں وہ آیا۔ جو سنیعت کا نا خدا بن کر آیا۔ جو قلم کا بادشاہ اور زبان کا وحی بن کر آیا۔

اُس کو ہماری زبان میں تاجدار اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت عبدالعظیم مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی سے یاد کیا جاتا ہے۔ جن کا نام آج بھی زندہ ہے اور قیامت کی صبح تک ان کی عظمت و شوکت کی پرچم کشائی ہوتی رہے گی۔

☆☆☆☆☆

(۷) ویسے تو اعلیٰ حضرت کی زندگی بیکر علم و عمل تھی۔ علماء عرب و عجم نے خراج عقیدت پیش کیا۔ جس کی ادنیٰ شہادت حسام المرحوم ہے۔ جس میں علمائے عرب نے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کی نہ صرف تصدیق فرمائی بلکہ آپ کے علمی فضل و کمال کا اعتراف کرتے ہوئے اقرضات کا حصہ پیش کر دیا۔ لیکن آج ہمیں اس مسئلہ پر توجہ کرنی ہے کہ وہ کون سے خصوصی غلط و اسباب ہیں جس کی بناء پر دنیا امام اہل سنت کو محدود ماننے پر مجبور ہے۔ اس موقع پر مجھے اپنی سبے مانگی کا پورا پورا احساس ہے کہ میں ایسی سنگار زمین میں قدم رکھ رہا ہوں جس کا میں قطعی طور پر اہل نہیں۔ محترم مخلص مفتی ظفر علی صاحب نعمانی پرنسپل دارالعلوم امجدیہ کراچی کا مرسلہ پبلک جس وقت مجھے موصول ہوا اور کتاب کے سرورق ”حیات اعلیٰ حضرت“ پر نظر پڑی تو فوراً شوق میں اوراق گردانی کرنے لگا۔ مگر اپنی حرام نصیبی کہ جس عنوان کا

مٹلائی تھادہ مجھے نہ مل۔ کا۔ یعنی اعلیٰ حضرت کی شان تجدید۔ میرے خیال میں وہ
اول کا سب سے اہم اور ضروری باب یہی تھا کہ اعلیٰ حضرت کی تجدیدیت پر یہ
حاصل گفتگو کی جاتی۔ اس کے بعد زندگی کے دوسرے گوشوں پر روشنی ڈالی جاتی۔
ہو سکتا ہے بعد کے دوسرے نسخوں میں حضرت ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین
صاحب قبلہ پر پھل جامد لطیف لکھا رہے اس خصوصی مسئلہ پر گفتگو فرمائی ہو۔ لیکن
اگر ایسا نہ ہو سکا تو مکتبہ کراچی کو چاہیے کہ وہ موصوف سے اس عنوان پر ایک علمی و
تحقیقی مقالہ لے کر دوسری یا تیسری جلد میں شامل کر دے۔ ورنہ میری نگاہ میں
حیات اعلیٰ حضرت ایک عالم و فاضل کی تاریخ تو کہی جائے گی مگر وہ کسی مجددی
تاریخ نہ بن سکے گی۔ ضرورت ہے کہ اعلیٰ حضرت کی شان تجدید پر محققانہ گفتگو کی
جائے۔ یہ تنقید و تبصرہ نہیں۔ بلکہ اپنی رائے ناقص کا اظہار ہے۔

گر قبول افتد نہ ہے عز و شرف

☆☆☆☆☆

(۸) اعلیٰ حضرت کے مجدد زندگی پر مختلف لوگوں نے اپنے اپنے انداز سے گفتگو کی ہے۔
لیکن وہ کیا نہ تھے میری نگاہ میں اعلیٰ حضرت ہندستان علم و ادب کے ایسے شاداب و
بے مثل گلستان ہیں جس کی وجہ سے انہیں مجمع حسان اور جامع کمالات کہا جا سکتا
ہے۔ تبر عالم جید فاضل مفتی دوران مناظر اعظم، فقیر زبائر فلکیات، جامع
معتول و معتول آفتاب شریعت، مامتاب طریقت غرض کہ عربی گرامر سے لے کر
ادب، معانی و بیان و بدیع، فقہ، تفسیر و حدیث، منطق و فلسفہ، علم جفر و دیگر ہیات و
ریاضی سب پر یکساں نگاہ تھی اور ہر ایک میں ایسی دستگاہ کامل حاصل تھی کہ کوئی ہم
عصر اس باب میں آپ کا ہم پلا نہیں۔ لیکن ان تمام حسان کے ساتھ ایک اور بھی
ایسی وہمی و ہمدانی طاقت قدرت کی طرف سے ودیعت تھی۔ جو اعلیٰ حضرت اور
آپ کے دوسرے ہم عصر علماء کے درمیان خط فاضل کھینچتی ہے۔ وہ ہے آپ کا
مجدد کامل ہونا۔

☆☆☆☆☆

ہر اعلیٰ تاریخ کو جانچنے و پرکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے گرد و پیش
دل پر لڑی نگاہ رکھی جائے تا وقتیکہ اس کے صحیح ماحول کا اندازہ نہ ہو سکے گا اس
تک اس کے کار تجدید پر بحث کرنی دشوار ہوگی۔

اعلیٰ حضرت کی زندگی کا خلاصہ یا مختصر احوال حق و رد ابطال ہے۔ زندگی سے مراد
لی منیف و تالیف تقریر و تحریر اور وہ روایات جو یکے بعد دیگرے ہم تک پہنچی ہیں۔
ملک و دیار کا تعلق ہے اس خصوص میں اعلیٰ حضرت کے حقد میں علامہ فضل
کا نام آدھی و مولانا فضل رسول بدایونی کا بھی نام لیا جا سکتا ہے۔ لیکن علامہ فضل حق کی
سہ پر ان کا عبادتہ کردار اتنا غالب ہے کہ زندگی کے دوسرے نقوش کا نگاہ اول جائزہ
اس لئے سکتی اور مولانا فضل رسول بدایونی کی زندگی پر تصوف و کشف و کرامات کی ایسی
میں خلاف چڑھی ہے کہ زندگی کے دوسرے نقوش خود بخود اس میں گم ہو جاتے ہیں۔
علامہ فضل حق خواص کی نگاہ میں ایمان معتول کے سکسیر کھجے جاتے ہیں اور تاریخ میں
عقیدہ کی نظر میں آزادی ہند کے چادر اول تصور کئے جاتے ہیں۔ مولانا فضل رسول
بدایونی علماء کے طبقہ میں جید عالم اور عقیدت مندوں کے جہر میں مرشد کامل کی جگہ
پاتے ہیں۔ لیکن امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب عالم شریعت شیخ طریقت معلم
معلم دینی درعایا حاکم و ملوک ایک پروفیسر و پرنسپل سے لے کر تاجر و مل مزدور تک کی نگاہ
میں مجدد کامل سمجھے جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

(۱۰) میں نے حقد میں کی فہرست میں کسی اور کا اضافہ اس لئے نہیں کیا چونکہ اصول
موازنہ کا ایک تقاضا ہے کہ تقاضا کے طیبہ اور پروفیسر کا پروفیسر
سے موازنہ کیا جائے غرض کہ وہ ایسے مقابل جو کسی ایک وصف میں شریک ہوں یا
امکان شرکت ہوائی ہی شخصیتوں کو ایک دوسرے کے مقابل لایا جا سکتا ہے چونکہ
اعلیٰ حضرت کے کار تجدید میں نمایاں پہلو عقائد بالملہ کی تردید کو حاصل ہے اور اس

بارے میں اگر کسی کو آپ کا شریک و ہم سفر قرار دیا جاسکتا ہے تو علامہ فضل حق اور مولانا فضل رسول بدایونی کو لیکن ان دونوں کی زندگی میں یہ حصہ بڑی حیثیت سے نظر آتا ہے اور اعلیٰ حضرت کی پوری زندگی انیہا سنت اور رد ابطال کی آئینہ دار ہے۔ یہ موازنہ من حیث جہد نہیں ہے بلکہ محض رد و ہایہ کے مخصوص شعبہ سے متعلق ہے۔

امام اہل سنت کا کار تجدید ۱۳ برس کی عمر سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک جاری رہا۔ لوائل عمر میں جو داغ بیل ڈالی گئی زندگی کے آخری حصے میں پروان چڑھ رہی۔ اللہ اکبر نہ پوچھئے اس مرد حق میں کی عجائبات تاریخ کہ زمین ہند پر نہ معلوم کتنے صاحب کمال آسمان بن کر چھائے تھے۔ مگر شیر حق کی ایک گرج نے زمین ہند کی کایا پلٹ دی۔

☆☆☆☆☆

(۱۱) فرنگی محل کی عظیم ترین شخصیت جس کو آجاز السلف کہا جاسکتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محل رحمۃ اللہ علیہ وہ بھی سیاست کا بہتا ہوا دھارا نہ سمجھ سکے جس وقت ہندوستان کے محبوب لیڈر مولانا محمد علی جوہر اور ان کے دوسرے خوار میں تحریک خلافت کی قیادت اپنے ہاتھ لے ہوئے تھے اور کانگریس کے مایہ ناز لیڈران بھی تڑکی و برطانیہ جنگ کے احتجاج میں ہندی مسلمانوں کے دوش بدوش تھے۔ ایسے نازک وقت میں حضرت مولانا عبدالباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریک خلافت کے ایک جڑو بن گئے تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت کی عاقبت اندیش نگاہ مستقبل سے نا آشنا نہ تھی۔ چنانچہ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد فہیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو وحید عصر حضرت مولانا عبدالباری علیہ الرحمہ کی خدمت گرامی میں بھیجا گیا کہ مولانا اپنے الفاظ سے رجوع فرمائیں۔ قربان چاہیے ان حق پرستوں کی لٹہیں پر کہ نہ تو بے لینے والے کو کسی شخصیت کے سامنے جھکے اور نہ تو رجوع کرنے والے کو کسی قسم کی شرم و عار یہ ہے اعلیٰ حضرت کی وہ جرات

ہاں جس کے سامنے اکابر علماء کی گردنیں جھک گئی تھیں۔

(۱۱) اگر ایک طرف مولوی شلی نعمانی کا قلم آزاد خیال طبقے سے فراج عقیدت حاصل کر رہا تھا تو دوسری طرف اعلیٰ حضرت کا زور قلم علماء عرب و عجم کو دھت کر دینے رہا تھا مگر قلم کی وہ پختہ کاری جو اعلیٰ حضرت کی تعریف و تالیف میں پائی جاتی ہے وہ دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔

مولوی شلی نعمانی کی تالیفات سے سیرت النبی مایہ ناز تالیف ہے۔ لیکن ارباب فکر و فکر پر یہ حقیقت غفلت نہیں کہ سیرت النبی میں مولانا شلی نے مسئلہ معراج پر گفتگو کرتے ہوئے نقص و ردایات کا تسلسل باندھ دیا ہے۔ مگر اس فیصلہ میں ان کا قلم خاموش ہے کہ مولانا محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ یا معراج جسمانی تھی یا روحانی یہ ایک مولف کی بہت بڑی کمزوری ہے بلکہ ایسی صورت میں اس کی عدم تحقیق اس کا استہسان حق تصور کیا جاتا ہے۔ اگر سیرت النبی میں واقعات کی فراہمی ہی کو ضل ہوتا تو میں اس مسئلہ کو نہ جھپٹتا۔ لیکن حضور کی ولادت سے متعلق ۹ ربیع الاول کی اپنی تحقیق پیش کرتا یا واقعہ ہجرت پر گفتگو کرتے ہوئے غارتور پر کپورت کے انڈا دینے سے انکار یا معجزہ حق التبرک کی روایت پر جرح کرنا وغیرہ وغیرہ اور مسئلہ معراج میں دراجوں کی فراہمی کے بعد اظہار حقیقت میں خاموش رہنا نہ کہتو ہے "بہت پردہ داری ہے" کا مصداق ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے قلم میں نقل روایات کے ساتھ محکم اور قوت فیصلہ کی سب پناہ طاقت موجود تھی۔ یہی وہ طاقت ہے جو دوسرے علماء کے درمیان اعلیٰ حضرت کو شرف امتیاز بخشتی ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱۳) بات بہت دور آگئی۔ مقصود صرف یہ ہے کہ اب اعلیٰ حضرت کو ایسے ماحول میں دیکھنا ہے جہاں وقت کے ممتاز لوگ اپنے اپنے علمی نفس و کمال کی داد لے رہے تھے البتہ اب تک میں نے جتنے نام پیش کئے ہیں ان میں کسی کو کچھ نہیں کہا گیا خواہ وہ علامہ شلی ہوں یا مولانا محمد علی یا حضرت مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ ایک ان میں سے مورخ ہے۔ دوسرا سیاسی لیڈر اور تیسری ذات گرامی تاجر عالم اور شہ

طریقہ۔ ہاں ایک نامی باقی رہ گیا جس کو ہندوستان کی ایک مخصوص ٹولی اپنا خانہ
ساز مجدد و نمودار کرتی ہے۔ وہ بہشتی زیور کے مولف مولوی اشرف علی صاحب قناتوی
ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ قناتوی صاحب کا موازنہ کس حیثیت سے اعلیٰ حضرت
سے کیا جائے۔



(۱۳) ہاں اگر ہر کی مخالفت کرنے والا مجدد ہو سکتا ہے تو قناتوی صاحب نے مسئلہ میلاد
و قیام وغیرہ میں اپنے روحانی باپ حاجی امداد اللہ صاحب مہاراجہ کی مخالفت کی
ہے اس فوج سے انہیں مجدد کہا جا سکتا ہے۔ اگر آپ کی اصطلاح میں ایسے مولف کو
مجدد کہتے ہیں جس کی عبارت میں نہ صرف ایہام توہین بلکہ رسول پاک کی کلمی
ہوئی توہین ہو تو حفظ الایمان کے مولف شامہ رسول جناب قناتوی صاحب کو مجدد
کہا جا سکتا ہے جس میں سرور کائنات کے علوم غیبیہ کو جانور پاگل جنوں سے تشبیہ
دی گئی ہے۔ العباد باللہ من ذالک اگر آپ کی اصطلاح میں مجدد ایسے مصلحت
اندیش کو کہتے ہیں کہ جب تک زمین ساز کا نہ ہو کشتان حق کیا جائے اور اپنے
عقائد باطلہ پر پردہ ڈال کر زمین بنائی جائے تو کان پور کی سرزمین پر قناتوی
صاحب نے پہلی اصول کو برتا ہے جیسے جیسے زمین بنتی جاتی شرک و بدعت کو
رواج دینے لگے۔

اگر آپ کا یہی اصول ہے کہ دین میں نئی بات پیدا کرنے والا مجدد ہے خواہ وہ
بدعات و منکرات ہی کا رواج کیوں نہ دیتا ہو تو مجھے معاف فرمائیے۔ ایسے مجدد کی پہلی
کڑی حضرت مرائن عبدالعزیز کی ذات گرامی نہ قرار پائے گی بلکہ ایسے مجدد کا رشتہ تو
ابو جہل اور یزید سے جوڑنا پڑے گا اور اگر تعصیف و تالیف کی سکرت و بہتات پر نگاہ ہے
کہ قناتوی صاحب نے بہت سے رسائل لکھے ہیں تو معصف اپنے قلم سے پھیلاتا جاتا ہے
اس اصول کے پیش نظر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے دسترخوانِ کرم کے خوش چہیں قیہ
اعظم مولانا امجد علی صاحب کے بہادر شریعت اور قناتوی صاحب کی بہشتی زیور کا اگر

یا ہائے تو یہ ادعا سے محض نہیں بلکہ ایک کلمی ہوئی حقیقت ہے کہ بہشتی زیور کے
پر بہادر شریعت کا ایک حصہ وزنی ہے بلکہ دس حصے کو بہادر شریعت کے ایک حصے
ولی نسبت نہیں۔

اب میں آپ کی زبان عدالت کا فیصلہ چاہتا ہوں کہ جس کی معرکہ الاراء تعصیف
بہادر شریعت کے مقابل نہ لائی جا سکے وہ فتاویٰ رضویہ کے مقابل کس طرح لائی جا سکتی
ہے جس کی ایک ایک سطر میں علوم و معارف کا قیام بہادر خانہ محفوظ ہے۔ اب آپ ہی
تلاش کیے کہ اعلیٰ حضرت اور قناتوی صاحب کے درمیان وہ کون سا قدر مشترک ہے جس کی
بنیاد پر ایک دوسرے کے مقابل لایا جا سکے۔ اس لئے جمہور علماء کا باخلاق رائے یہ آخری
فیصلہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بغیر کسی موازنہ کے اس صدی کے مجدد کامل تھے۔

مگر یہ واضح رہے کہ اس آخری صدی کے مجدد کی شان ہی نرالی تھی۔ پوری زندگی
احیاء سنت اور فرق باطلہ کی تردید میں گزاری مگر ذک قلم پر کبھی ایسی بات نہ آئی۔ جس
سے اشارہ و کنایہ یہ سمجھا جا سکے کہ یہ شخص اپنے کو مجدد کہلاتا جا رہا ہے لیکن آج ایسے بھی
صاحب قلم ہیں جو اپنی کتاب ہی کا نام تجدید و احیاء دین رکھتے ہیں۔ جیسا کہ جناب سید
ابوالاعلیٰ صاحب مودودی تاکہ ان کی جماعت کتاب کا نام ہی دیکھ کر انہیں مجبور کہہ سکے۔
اے پروردگار عالم جب تک آسمان کے ستاروں میں چمک اور سرخساروں میں
کونکوں کی کوک اور چیتا کی ترنم خیز صدائیں گونج رہی ہوں۔ اے کائنات کے پائندہ
جب تک سمندر کی روانی اور آسرخ سمندر پر چھلیوں کا کھیل کود ہو۔ اے خالق کائنات جب
تک کائنات کی چمک چل اور گردش میل و نہار ہو۔ اے رب کریم جب تک مجھ تکشش میں
کیلیں کی سکراہٹ اور پھولوں کے سین قہقچے پر پہلوں کی نوا بجی ہو۔ اس وقت تک
آقائے نعمت سیدی مولائی تاجدار اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ عبدالصطفی
محمد امجد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حزار پر انوار پر ترے رحم و کرم کے پھولوں کی
بارش ہو۔

آمین ثم آمین۔

فاضل بریلوی

۱: اہم طریقت حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ عریضی روضہ نقی

تہمدی شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
حسب جان عرفاں اے شاہ احمد رضا تم ہو

غریب بحر الفت مست جام پادۂ وحدت
محب خاص منظور حبیب کبریا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیاء تم ہو

یہاں آکر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ
جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو

عزیز جس سے ہے تاج فضیلت تاج والوں کی
وہ لعل پہ شیا تم ہو وہ درجے بہا تم ہو

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صلیت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

ہن سیارہ صفت گردش کناں اہل طریقت یاں
وہ قطب وقت اے سرخیل جمع اولیاء تم ہو

عیاں ہے شان مدنی تہمدی شان تقویٰ سے
کہوں اتنی نہ کیونکر جب کہ خیر الاتقیاء تم ہو

جلال و ہیبت فاروق اعظم آپ سے ظاہر
عبد اللہ پر اک حرب قبیح خدا تم ہو

الہدایہ علمی الکفار کے ہو سر بسر مظہر
مخالف جس سے قرائیں وہی شیرو غلام ہو

جنہیں نے جمع فرمائے نکات دوزخ قرآنی
یہ روش پانے والے حضرت عثمان کاتم ہو

خلوص مرتضیٰ خلق حسن عزم حسنی میں
عدم الخلل یکتائے زمن اے باخدا تم ہو

جنہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکشاف عالم میں
امام اہل سنت نائب غوث اودئی تم ہو

بھکاری تیرے در کا بھیک کی جھولی ہے پھیلائے
بھکاری کی بھرو جھولی گدا کا آسرا تم ہو

وفی اموالہم حق ہر اک سائل کا حق ضمیرا
نہیں پھرتا کوئی محروم ایسے با سزا تم ہو

علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہنام ہو

تحفہء سلام

برامام اہل سنت مجددین و ملت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان

صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ

سلام اس پر کہ جس نے خدمت تجدید ملت کی

سلام اس پر کہ جس نے خدمت تبلیغ سیرت کی

سلام اس پر کہ جس نے راہ دکھائی شریعت کی

سلام اس پر کہ جس نے راہ بتائی طریقت کی

سلام اس پر کہ جس نے عزت شان نبوت کی

سلام اس پر کہ جس نے حرمت جان رسالت کی

سلام اس پر کہ جس نے رہبری کی اہل سنت کی

سلام اس پر کہ جس نے شرم رکھ لی دین و ملت کی

سلام اس پر کہ جس نے رجز قرآنی کو بتلایا

سلام اس پر کہ جس نے معنی مستور سمجھایا

سلام اس پر کہ جس نے صل کئے عقدے مسائل کے

سلام اس پر طریقے جس نے تھائے دلائل کے

سلام اس پر کہ جس نے رد کئے باطل عقائد کو

سلام اس پر کہ کچلا جس نے ان شتو و زوائد کو

سلام اس ذات پر جو واقف سر حقیقت تھی

سلام اس ذات پر جو ہادی راہ طریقت تھی

سلام اس ذات پر جو یزم آراء شریعت تھی

سلام اس ذات پر جو پاسان دین فطرت تھی

سلام اس ذات پر جو صاحب عشق نبوت تھی

سلام اس ذات پر جو شارح حسن و محبت تھی

سلام اس ذات پر جو چشمہ جان عقیدت تھی

سلام اس ذات پر جو صاحب حسن بصیرت تھی

سلام اس پر کہ جس کے روبرو خم یہ زمانہ ہے

اور اس کینگی کو بھی جس سے عقیدت والہانہ ہے

از: جناب ڈاکٹر کیفی صاحب بکسری شاہ آبادی

سیدنا امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجددیت

صحیح حدیث میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان اللہ تعالیٰ بیعت لہذا الامۃ علی دامن کل مائتۃ سنۃ من یجد ذلہا دینہا ینک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی پر ایسے شخص کو قائم کرے گا جو اس دن کو از اسرو نہ کر دے گا رواہ ابو داؤد و الحاکم فی مستدرک و البیہقی فی المعرفۃ ذکرہ الامام الجلیل جلال الدین سیوطی فی الجامع البیہقی فی حدیث البیہقی اندر مدخل و حسن ابن سقیان و الزاہدی فی مساندہم و الطبرانی فی المعجم الاوسط و دائن عدی فی الکافل و ابو نعیم فی الحلیۃ علامہ حنفی حاشیہ سراج المہیر میں فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ حفاظ کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے جن محدثین نے اس کی صحت کی تصریح فرمائی ان میں علامہ ابو الفوارس عرقی علامہ ابن حجر تاجرین علاء میں سے اور حاکم مصنف صحیح مستدرک اور بیہقی صاحب مدخل محققین محدثین سے ہیں امام جلال الدین سیوطی مرقاۃ السعود حاشیہ ابو داؤد میں فرماتے ہیں التوفیق الحفاظ علی تصحیحہ حفاظ محدثین کا اس حدیث کی کتب پر اتفاق ہے علامہ شیخ علی ابن احمد حریری سراج منیر شرح جامع البیہقی میں فرماتے ہیں کہ لفظ اول کی قید احترازی نہیں بلکہ عالمی ہے اس لئے کہ اول صدی کے مجدد بالاتفاق خلیفہ راشد خاص ائلافہ الراشدین حضرت سیدنا عمر ابن عبدالعزیز ہیں جن کی ولادت ۹ھ و وفات ۴۱ھ میں سے اور قید ہر دین کے یہ معنی ہیں کہ ان میں ایک صفت یا چند مقصود ایسی پائی جائیں جن سے امت محمدیہ کو دینی فائدہ ہو جیسے مدریس و مضاف امر بالمعروف نہی عن المنکر لوگوں سے کربدات کا دفع اہل حق کی امداد محمد کے لئے

اس اہلیت سے ہونے کی ضرورت نہیں نہ مجتہد ہونا لازم لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ کسی صحیح عالم فاضل علم وفنون کا جامع اشہر مشاہیر زمانہ ہے لوٹ حای دین بے خوف قاطع حیان ہوئے کہتے ہیں نہ خوف لوٹ لازم ہو نہ دین کی ترویج میں دینی منافع کی طمع مقلی کار شریعت و طریقت کے زہر سے آراستہ روزنک و خلاف شرع سے دل برداشتہ لیکن حسب تصریح علامہ حلی مجدد کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس صدی میں پیدا ہوا اس کے خاتمہ اور جس صدی میں انتقال کرے اس کے اول میں وہ مشہور معروف مشار الیہ باہان ہو مجدد کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ علماء عصر قرائن احوال اور اس کے علوم سے آغاف دیکھ کر اس کے مجدد ہونے کا اقرار کریں اس لئے مجدد کو علوم جدیدہ ظاہرہ باطنہ کا عالم حلی ہستی قاطع الابدع ہونا چاہیے لیکن یہ ضرور نہیں کہ مجدد ہر صدی پر ایک ہی ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایک کے علاوہ کئی شخص الگ شعبوں کے مجدد ہوں کما قالہ العناروی جلا سکان اوکثر علامہ محمد طاہر قفقی جمع ہمارا الانوار میں فرماتے ہیں من یجدد دلہا دیہا کے صدق میں علماء نے اختلاف کیا تو ہر فرقہ نے اس کو اپنے امام پر محمول کیا اور ہر فرقہ کے عوم پر محمول کیا جائے اور صرف فقہاء کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے اس لئے کہ امت کو اولی الامر یعنی خلفاء و محدثین قراء و اعظمین زیادہ سے بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور اس کل مائے سستہ سے مراد یہ ہے کہ صدی گزرے اور مجدد زندہ و مشہور عالم ہو اور حدیث شریف میں اشارہ اکابر کی ایک ہمناعت کی طرف اشارہ ہے جو ہر سو برس کے سرے ہوتے ہیں تو (۱) مجدد مائے اولی حضرت عمر ابن عبدالعزیز اور فقہا و محدثین وغیرہم سے ہے ثانیں اور (۲) مجدد مائے ثانیہ خلیفہ مامون رشید حضرت امام شافعی امام حسن بن زیاد و مہب ماکلی علی بن موسیٰ نجاشی بن مبین حضرت معروف کرتی اور (۳) مجدد مائے ثالثہ خلیفہ مقتدر باللہ حضرت امام ابو جعفر طحاوی حنفی امام ابو الحسن اشعری امام سنائی اور (۴) مجدد مائے رابعہ خلیفہ قائم باللہ امام ابو حامد اسرافانی ابو محمد خوارزمی حنفی اور (۵) مجدد مائے خامسہ خلیفہ باللہ حضرت امام غزالی قاضی خضر الدین حنفی وغیرہم اھ شیخ الاسلام بدر الدین ابدال مائے ششمین باللہ حضرت ابو الاسود اشعری میں فرماتے ہیں کہ مجدد معاصرین کے غلبہ نطن سے

پہچانا جاتا ہے اس کے قرائن احوال اور اس کے ظلم کے انتشار کے سبب سے اور نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر عالم علوم دینیہ ظاہرہ و باطنیہ کا جو ناصر سنت اور کاسح بدعت ہو پھر کبھی ہمارے جہاں میں فقط ایک ہی ہوتا ہے جیسے خلیفہ راشد حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی صدی کے مجدد بالافتاح ہیں اور دوسری صدی کے مجدد امام شافعی ہیں اس لئے کہ مقتضین کا اجراع ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں تمام علماء سے اہم و افضل تھے اور کبھی مجدد دیا جماعت ہوتی ہے اگر کسی ایک عالم پر اجراع نہ ہو سکا پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ صدی کے درمیان کوئی ایسا شخص بھی ہو جو مجدد سے افضل ہو لیکن مجدد جب ہوگا تو اس المایہ ہوگا کیونکہ عموماً ایسا ہی کہ صدی ختم ہوتے ہوئے علم امت بھی ختم ہو جاتے ہیں دینی باتیں منٹے لگتی ہیں بدعتیں و بدعت ظاہر ہونے لگتی ہے اس وقت دین کے تجدید کی ضرورت پڑتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ ایسے عالم کو ظاہر کرتا ہے جو ان خرابیوں کو دور کرتا ہے اور علی الاطلاق ان برائیوں کو سب کے سامنے بیان کر کے دین کو از سر نو نیا کر دیتا ہے وہ سلف صالحین کا بہتر عوض غیر مختلف قسم الہل ہوتا ہے۔ احامام جلال الدین سیوطی مرتقاۃ البصائر شرح سنن ابو داؤد میں فرماتے ہیں علامہ ابن اثیر نے فرمایا کہ علماء نے حدیث ان اللہ بعثت لہذہ الامۃ علی داس کل حافۃ سنہ من یجدد لہا دینیہا کی تاویل میں ہر ایک نے اپنے زمانہ میں اختلاف کیا ہے اور اشارہ کیا اس شخص کی طرف جو صدی کے سرے پر دین کی تجدید میں لگا ہو تو ہر ایک اپنے مذہب کے حامی و ناصر کی طرف مائل ہوئے اور بعض علماء نے یہ خیال ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ اس حدیث کو عموم پر محمول کیا جائے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک من یجدد لہا دینیہا کا اقتضا نہیں ہے کہ صدی کے سرے پر مجدد فقط ایک ہی شخص ہو بلکہ کبھی ایک ہوتا ہے اور کبھی ایک سے زائد اس لئے کہ امت کا اصل انتشار امور دین میں ہے لیکن اس کے سوا دوسری امور میں بھی انتشار بہت ہوتا ہے۔ مثلاً اولوالامر اہل حدیث قراء و واعظین مابہ زائد لوگ اپنے فنون سے ایسا نفع امت کو پہنچاتے ہیں جو دوسرے سے ممکن نہیں اس لئے کہ اصل دین میں فقط قانون سیاست ہے اور اشاعت عدل و انصاف ہے جس کی

ایات ہوتی ہے اور زیادہ اپنے عقول سے امت کو نفع پہنچاتے ہیں اور ان کے اہل و عیال کے ہیں اور دنیا میں زہد کر سکتے ہیں تو بہتر اور ٹھیک یہ بات ہے کہ وہ دین کا رہبر مشہورین کی ایک جماعت کی ہر صدی پر حدیث و تفسیر کی طرف مائل ہوں گے اور ان کے دین کی حفاظت کریں اور برائیوں و خرابیوں و بے دینیوں کو جتا کر دین میں عالم مشہور مشار الیہ ہو یعنی ان فنون میں سے کسی فن میں اس کی طرف اشارہ ہوں اور دوسری صدی کے شروع ہونے کے قبل بھی ضرور ایسے علماء ہوں گے جو امت خدمت میں منہبک ہوں گے لیکن مجدد سے مراد یہ ہے کہ جس وقت صدی ختم ہو دوسری صدی شروع ہو اس وقت وہ عالم مشہور زندہ اور مشار الیہ ہو اہ ماہ رجب ۱۲۹۹ھ میں سلطنت سے موادی ابوعلی محمد عبدالوہاب صاحب نے جناب مولانا عبدالکلی صاحب دکنی فرنگی بکلی مرحوم مغفور کے پاس اس حدیث شریف کے متعلق ایک استفتاء کیا تھا جس میں چند باتیں دریافت کی تھیں جو مجموعہ فتاویٰ جلد دوم ۱۵۳۱ھ میں مع راجب کیوب ہے اس جگہ مختصراً نقل کرنا غالی فائدہ سے نہیں حاصل ان اللہ بعثت لہذہ الامۃ الخ میں راس آخری صدی مراد ہے یا راس آغاز صدی اور مجدد کے شرائط اور علامات کیا ہیں اور پہلی صدی سے اس وقت تک کون کون کون کون ہیں اور مولوی ابوبکر دیوبند اور ان کے پیروں کا یہ سید احمد بریلوی مجدد ہو سکتے ہیں یا نہیں علامہ دکنی نے ان مسائل کے حسب ذیل جوابات دیئے ہیں راس مائے سے مراد بالافتاح محدثین آخر صدی ہے اور مجدد کے شرائط و علامات میں ہیں کہ علوم ظاہرہ و باطنیہ کا عالم ہو اور اس کے درس و تدریس کا تالیف و تصنیف و حفظ و تذکیر سے نفع شائع و ذائع ہو اور احیائے سنت اور امت بدعت میں سرگرم ہو اور ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کی آغاز میں اس کے علم کی شہرت اور اس سے انتشار معروف و مشہور ہوگی اگر آخری صدی نہیں پایا ہے اس سے اس زمانہ میں انتفاء احیائے شریعت حاصل نہ ہوا ہو تو وہ مجدد دین کی صفت سے خارج سمجھا جائے گا اور اس حدیث کا مورد و مصداق نہ ہوگا اور اس کا شمار مجددین میں نہ ہوگا (اس

عبارت درج کی ہے فہمنی ربی انا جعلناک امام هذه الطریقه وسدنا طرق الوصول الى حقيقة القرب کلها الیوم غیر طریقه واحدة وهو محبتک والانتقاد لک والسماء لیس من عاداتک بسما و لیست الارض علیہ بارض فاهل الشرق والغرب کلهم رعیتک وانت سلطانهم علما وکلمہ یعلما فان علما فلازوا وان خبیرا لا یخبرون یعنی مجھے خداوند عالم نے سمجھایا کہ ہم نے تم کو اس طریقہ کا امام بنایا اور حقیقت قرب تک رسائی کے سبب رستوں کو بند کر دیا سوائے ایک طریقہ کے وہ طریقہ تیری محبت اور تیری فرمانبرداری ہے جو تیرا مخالف ہے اس کے لئے آسان نہ آسان ہے اور نہ زمین زمین ہے تمام روئے زمین کے لوگ پر رہیں یا چھٹی سب تیری رعایا ہیں اور تو ان سب کا بادشاہ ہے چاہے وہ جائیں یا نہ جائیں اگر وہ جائیں گے کامیاب ہوں گے اگر نہ جائیں گے گماریں اور نقصان میں رہیں گے پھر ص ۱۶ پر مسئلہ تقلید اور عمل بالجہ نیت کی سرخی قائم کر کے لکھا ہے۔

جناب جتہ اللہ (شاہ ولی اللہ صاحب) اپنی مصنفات شروح احادیث مسوی والمطہلی اور دوسری تصنیفات مثلاً عقد الجید الانصاف فی بیان سبب الاختلاف وغیرہ میں تقلید اور عمل بالجہ نیت کا موازنہ فرماتے ہوئے اتباع بالجہ نیت کو کھلے طور پر ترجیح دیتے ہیں لیکن اس بحث کو جس خوبی کے ساتھ جتہ اللہ اللہ اللہ میں پھیلایا نہایت پر لطف ہے کہ گویا تمام کتاب اسی بحث پر بحثی ہے پھر ص ۲۹ پر لکھا تو اور آگے بڑھ کر (ص ۱۲۲ پر) بضمن باب حکایتہ الناس قبل المائۃ الواہمہ ولبعدها اس ذکر کو اور بھی وضاحت سے بیان فرمایا مگر ص ۱۳۵ پر زیادہ توضیح سے کام لیا اور بضمن من ابواب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں تو یہ راز بالکل فاش کر دیا فرماتے ہیں وافول الفرقة الناجیۃ هم الاخذون فی العقیدہ والعمل جمعاً بما ظہر من لکتاب والسنۃ یعنی میں کہتا ہوں کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو عقیدہ و عمل دونوں میں کتاب و سنۃ و تابعین سے اقتدار پس اتوی جاری کرے اگرچہ صحابہ و تابعین نے ایسے مسائل میں جن کے لئے ہمیں اس نہ ملے ہو تاہم اختلاف ہی کیوں نہ کیا ہو پھر ص ۲۲ پر لکھا اسی کے ساتھ حدیث

مقام قاسوا فانہ من دافق تائمیۃ تائمین الملئکۃ غفرلہ ماتقدم من ذنبہ اور اسے بشارتہ ایضاً آئین الجہر کی تاکید فرماتے ہیں یہاں شاہ محمد فاخر زائر اللہ کا ہمارا قائل ذکر ہے حضرت زائر دلی تشریف لائے جامع مسجد میں ایک شخص آیا وازند آئین کبھڑائی میں دلی سے پہلا حادثہ تھا عوام برداشت نہ کر سکے و پھر لیا تو فرمایا اس سے فائدہ نہ ہوگا تمہارے شہر میں جو سب سے بڑا عالم ہو اس سے دریافت کرو۔ لوگ آپ کو حضرت جتہ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت سے دریافت مسئلہ پر آپ نے فرمایا حدیث سے تو بآواز آئین کہا ثابت ہے۔ اس کے صحیح کیا اب صرف مولانا محمد فاخر صاحب اور حضرت شاہ صاحب بصورت اسودین باقی تھے شاہ محمد فاخر نے عرض کیا آپ تکلیفیں گے کہ۔ فرمایا اگر کھل گیا تو آپ کو آج کیسے بچالیتا اور رفع الیدین کے باب میں فرماتے ہیں کہ والذی اعصاب الی معن لا یروق فان احادیث الرفع اکثر واثبت حجة الله التالعه و ص ۸ یعنی مجھے تو رفع یدین کرنے والا نہ کرنے والے سے زیادہ عزیز ہے کہ اثبات یدین کی حدیثیں ترک رفع یدین کی احادیث سے تعداد میں زیادہ اور رتبہ میں قوی کہ تقلید پر مزید ارشاد عقد الجید ہی میں تقلید کی دو قسمیں واجب و حرام قرار دے کر فرماتے ہیں (۱) تقلید واجب و مارة هذه التقليد ان یکون عمله بقول المجتہد المشروط لکونه موافقاً للسنۃ فلا یزال منفصلاً عن السنۃ بقدر الامکان و فی ظاہر الحدیث یمخالف قول قلنا اخذ بالحدیث والیہ اشار الامتۃ حجة الله التالعه جلد ۲ ص ۸۳ یعنی تقلید واجب تو یہ ہے کہ اس کا عمل اگر قبول مجتہد کے موافق کی مگر شرط بہ سنت بھی ہو مگر صرف اس پر اکتفا نہ رہے بلکہ ہر آن سنت کو تلاش کرے۔ پس جب بھی ایسے مقلد کو اپنے عمل سابق کے خلاف حدیث مل جائے تو وہ قول مجتہد کو چھوڑ کر اس حدیث کو اختیار کرے اسی طرف آخر کا اشارہ ہے۔ بق تقلید حرام فان بلغہ حدیث واستیقن بصحة لا یقبلہ لکون ذمته مشغولة بالتقلید فہذا اعتقاد فاسد و قول کاسد لیس لہ شاهد مع النقل والعقل وما کان احد من

القرون السابقة بفعل ذلك حجة الله البالغة جلد ۲ ص ۸۵ یعنی ہیں اگر مقلد کو ایسی حدیث مل جائے کہ اس کی صحت بھی اس مقلد کے نزدیک یقینی ہو مگر اس پر بھی (مقلد) اس حدیث کو قبول نہ کرے اس وجہ سے کہ جس تقلید کو اس نے خود ہی اختیار رکھا ہے وہ اس حدیث کے خلاف ہے تو ایسا عقیدہ فاسد اور ایسا قول مردود ہے کیونکہ نقل و نقل سے اس کا ثبوت ملتا ہے نہ قرون سابق نے ایسا کیا پھر ص ۷۲ پر لکھا نیز عقد البیہ میں فرماتے ہیں فان بلغنا حدیث من الرسول المصوم الذی فرض الاء علینا طاعتہ بسند صالح یدل علی خلاف مذہبہ وتو کنا حدیثہ واتبعنا ذلک المتضمن فمن اظلم منا عا عذرنا بوم یقوم الناس لرب العالمین عقد البیہ ص ۷۰ یعنی پھر جب ہمیں رسول مصوم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیث جس کی اطاعت ہم پر واجب ہے سند صحیح کے ساتھ مل جائے مگر اسے امام کے شعار کے خلاف ہوئے کی وجہ سے چھوڑ بیٹھیں تو پھر بتائیے کہ (رسول مصوم کی) حدیث ترک کرنے کی صورت میں ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا اور اس ظلم کا جواب ہم قیامت کے دن رب العالمین کو کیا دیں گے اسی عنوان (تقلید) کو گھیمات البیہ میں یوں رقم فرمایا اصول المشروع افان ایا محکمة اوسنة فائمة لا یزید علیہما وبالجملة فالراى فی الدین تعریف وفی القضاء حسنة ترجمہ شریعت (اسلام) کے اصول دو ہیں (۱) آیات مکتہ (۲) سنت ان دونوں کے سوا کوئی اور شی دین میں مسلم نہیں ان غیر مسلمہ امور میں راى (قیاس) دین میں تعریف ہے اور تقاضا میں متقین پھر اخیر ص ۷۸ پر لکھا اور یہی ترک تقلید و اتباع سنت کی تاکید آپ کے وصایا سے مستفاد ہے..... و در فروع بخبردی علمائے محدثین کہ جامع باشند میان نقد و حدیث گردن و دامن تقاضیات فقیرہ را بر کتاب و سنت عرض نمودن انچه موافق باشند در چیز قبول آوردن والا کارائے پدر ریش خاندن ذون التقالید الوضیہ فی البصیرہ والوضیہ پھر لکھا جناب شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے ان خوابوں کو کہاں تک نقل کیا جائے آپ کی تمام تقاضیات ہمہ ایک ایک درق ان سے مزین ہے پس اہل علم و اصحاب دانش کے لئے یہی کافی ہے مزید طمانیت کے لئے وہ حوالے اور نقل کئے جاتے ہیں و خود را

عقد بعض یودن ہرگز راست نمی آید و کارے نمی کشاید اکثر مفاسد در عالم از ہمیں جبت ناشی شدہ از ائینہ انفس ص ۲۵۵ اس سے زیادہ اور تہمات عن العقیدہ کیا ہو سکتا ہے تحفیکہ سرمایہ علم الیساں شرح و قادیہ و ہادیہ باشد کیا اور اک سرمایہ تو اند کرو از ائینہ انفس ص ۸۴ قاعدہ کی بات ہے کہ جو شخص کسی عقیدہ اور خیال میں ایسا پختہ ہو کہ ایک بائدہ اس کے آقا باں اور دوسرے بائدہ میں باہتباں کو آسان سے اتار کر دے دیں جب بھی وہ اپنے عقیدے سے باز نہ رہے ایسا پختہ شخص اس عقیدہ کو تبلیغ کر سکتا ہے اور لوگوں پر اس کا اثر بھی ہوگا کہ اپنے ازول نیز و بدل ریز و دیکن جو شخص باوجود دعوی حقیقت اتنا ضعیف العقیدہ ہو جس کے ہونے ان کی مصنفات سے بحوالہ صفحہ گزرے وہ دوسرے کو تبلیغ کرے گا اور اگر بالفرض کہے سنے بھی تو اس کا اثر سامعین پر کیا پڑے گا اس لئے میری بے لوث رائے میں ایسے شخص کو مجددوں میں شاکر نہ سوائے خوش اعتقادوں کے اور کچھ نہیں ہے جہن کش است اعتقاد من بس است کا کوئی جواب نہیں البتہ مجدد بائدہ ثالث عشر ان کے فرزند دلبند و شاکر و رشید و مرید مستفید و طلیقہ و جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب متولد ۱۱۵۹ھ متوفی ۱۲۳۹ھ ہیں اس لئے کہ مجدد کے صفات کے بارہویں صدی کے آخر میں صاحب علم و فضل زہد و تقوی مشہور دیار و اطراف تھے اور تیرہویں صدی کے آغاز میں ان کا طوٹی ہندوستان میں بولا تھا اور ساری عمر دینی خدمت و در و تدبیر اقامت و تعریف و عطا و پند و حمایت دین و نکایت مقدس میں اس اوقات صرف فرماتے رہے جزا اللہ عن الاسلام و المسلمین خیر الجزاء اگر حمایت دینی کے جملہ کاموں سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو شیعوں کے رد میں ایک کتاب ان کی تفسیر اشاعرہ ہی کافی ہے کہ روز تعریف سے اس وقت تک کوئی کتاب اس شان کی نہ لکھی گئی اور اسی طرح یقین ہے کہ یہ کتاب اپنے رنگ کی سب سے پہلی تعریف ہے اس کے قلم بھی کوئی کتاب اس جامعیت کی نہ لکھی گئی تھی سب سے ایک مفسر مگر جو پور کے ایک شیعہ عالم نے فرخیز بیان کیا کہ تفسیر اثنا عشریہ کا رد فلاں شیعہ عالم صاحب نے دس جلدوں میں لکھا ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے صاحبزادہ فلاں صاحب قبلہ نے بارہ جلدوں میں رد لکھا ان کے انتقال کے بعد ان کے

صاحبزادہ فلاں صاحب پانچ جلد لکھ چکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ کتبوں جلدوں تک جاری رہے گا اس کو نہیں کہہ سکتا۔ ان مولوی صاحب کی غرض دھونس مٹانا اور اپنے علماء کو تعریف کرنی اور تھنڈا اثنا عشریہ کی بے قدری تھی کہ اس کے پرستے اڑا دیئے گئے ہیں اور اسے جاری ہے ہیں مگر میرے ایک ہی جملے نے انہیں بالکل محبوب کر دیا میں نے کہا کہ تھنڈا اثنا عشریہ کی قدر و حقیقت علمائے شیعہ ای سے تین تین پشت اس کے رد کرنے میں مشغول رہی مگر ابھی تک اس کا رد نہ ہو سکا جب تو ابھی اور جلدوں کی ضرورت ہے اسی طرح زبانی اجلہ نقاشات سے میں نے سنا مولانا مولوی شاہ محمد فاخر صاحب الدہ آبادی قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب اسماعیل دہلوی نے توفیق الایمان لکھی اور سارے جہان کو مشترک کا فرمایا شروع کیا اس وقت حضرت شاہ صاحب آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور بہت ضعیف بھی تھے انھوں نے ساتھ فرمایا کہ میں تو بالکل ضعیف ہو گیا ہوں آنکھوں سے بھی معذور ہوں ورنہ اس کتاب اور اس عقیدہ قاسدہ کا رد بھی تھنڈا اثنا عشریہ کی طرح لکھتا کہ لوگ دیکھتے۔ یہ دلیل ان کی محدود ملکہ ثالث عشر ہونے کی بڑی ہے کہ حمایت دین میں مزید تر ہے کہ کبھی پاس نہ کیا جائے پھر جو شخص حضرت شاہ صاحب کی سوانح عمری دیکھے گا جانے گا کہ وہ ہے شک تیر جو میں صدی کے مجدد ہے پندرہ سال کی عمر میں کتب درسیہ عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہو کر کمال بیٹھنے سال حمایت دین و نکایت مفید نیز میں صرف فرمایا اور اسی سال کی عمر میں وصال فرمایا درس و تدریس میں معقولات کے علاوہ نقد و معقولات فقہ کا التزام تھا مگر خاص چیز درس حدیث اور توفی نویسی تھی جس کی شہرت ہندوستان سے باہر روم شام مکہ معظمہ مدینہ طیبہ بیت المقدس وغیرہ تک پہنچی ہوئی ہے قطع نظریہ سے علامہ شیدی مدنی نے آپ کو ایک خط لکھا تھا جس کی چند سطر میں ملاحظہ ہوں "شاہ صاحب آپ کا کچھ ایسا یاد اسلام میں ہو رہا ہے کہ جب کوئی فتویٰ دیا جاتا ہے اور علماء اس پر اپنی مہریں کرتے ہیں تو ہر شخص فتویٰ میں آپ کی مہر تلاش کرتا ہے اور وہ توفیٰ جس پر آپ کی مہر ثبت نہ ہو زیادہ وقت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا ہے آپ یہاں شریف لے آئیں تو ہم لوگوں کے لئے بڑی فکر کی بات ہے اور سلطان فرکی بھی

آپ کی بڑی عزت کریں۔"

حیات طیبہ میں اسی طرح آپ کی درس تدریس کا شہرہ ہندوستان ہے باہر تک پہنچا ہوا تھا آپ کی درسی خوبیاں آپ کے نامور شاگردوں کے نام ہی سے معلوم ہوتی ہیں۔ بطور نمونہ کیے از جزا دے یہ ہیں مولانا شاہ رفیع الدین آپ کے برادر خورد شاہ محمد اسحاق و شاہ محمد یعقوب حضرت کے کواسے مفتی صدر الدین خان صاحب دہلوی حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی مولانا شاہ منصور اللہ صاحب آپ کے برادر زادے حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی حضرت مولانا حسن علی صاحب لکھنوی حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب بدایونی کانپوری مصنف رسالہ اشباح الکلام فی المولود والقیام استاؤش العلماء مولانا محمد سعید صاحب حسرت عظیم آبادی حضرت مولانا عادل صاحب کانپوری حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب گنج مراد آبادی تلمیذی وقت مولانا قاضی شاد اللہ صاحب پانی پتی حضرت مفتی الا صاغر بالا کا برادر ث العلم والفضل والحمد کا برائے کابر مولانا شاہ آل رسول صاحب احمدی بارہری پیر درمہد اہلی حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب جمہوری حضرت مولانا شاہ ظہور بن حضرت مجدد الف ثانی حضرت شاہ احمد سعید صاحب جمہوری حضرت مولانا شاہ ظہور الحق صاحب قادری پھلواردی پانی خانقاہ عماد بن منگل تالاب پٹنہ سنی مولانا شاہ عبدالغنی ابو الطحان مسمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین درس و تدریس کے علاوہ وعظ و پند کا سلسلہ بھی زردوں پر تھا ہر جمعہ و شنبہ کو پرانے مدرسہ کوچہ جیلان میں بیان فرماتے وعظ میں عام اجازت تھی کہ اثنائے تقریر میں اگر کسی کو شک و شبہ رہے تو بعد ختم وعظ دریافت کر کے تفسیر کر لے۔ مضرعین حق کر آتے اور منہ کی کھا کر واپس جاتے وعظ و تذکرہ کا شغف اس درجہ تھا کہ اخیر وقت میں بھی نہ چھوڑا مرض الموت میں مبتلا ہیں خود سے اٹھ کر چٹھنے کی طاقت نہیں اس وقت فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بیٹھا دو اور دروادی میرے موافق سے پکڑے رہو لیکن جب بیان کرنا شروع کر دوں تو دونوں شخص مجھے چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں چنانچہ آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپ نہایت اطمینان سے وعظ فرماتے رہے گلاب و لہجہ سے

نا تواری و کز دوری کے آثار نمایاں تھے لیکن استقلال و دیباہی رنگ جمائے ہوئے تھا وعظ فہم ہونے کے بعد آپ نے خدائے و ذالجلال کے دربار میں ہاتھ اٹھائے اور اپنے اور تمام مسلمانوں کے لئے خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کی اس کے بعد آپ نے معرفت الہی میں عربی و فارسی کے چند اشعار ایسے رد ناک بھی لکھے جو پڑھنے کے سننے والوں کے جسم میں بھی سنسنی پیدا ہو گئی اور بدن پر دو ٹکٹے دو ٹکٹے کمرے ہو گئے حیات دلی ص ۳۳۳ پر بروز یکشنبہ بتاریخ ۱۷ شوال ۱۲۳۹ھ وفات پائی اور قبرستان مہندیاں عقب ذیل خانہ (جواب مولویں کا قبرستان کہلاتا ہے) اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے اور چودھویں صدی کے مجدد و مہر مانتہ حاضرہ موید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت صاحب تصانیف طاہرہ و تالیف باہرہ جناب مستطاب مفتی القاب مولانا مولوی حاتی حافظ قاری محمد احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی مصلحتاً اللہ بزرگوار و مشربانیم البیہ تحت ریاہت ہیں اس لئے کہ حضور پر نور کی ولادت با سعادت ۱۰ شوال ۱۲۳۲ھ اور انتقال پر لال ۲۵ صفر ۱۲۳۰ھ ہے تو تیرہویں صدی کا آپ نے ۲۸ سال دومہینہ ۲۰ دن پایا اور علوم و فنون و درس و تدریس تالیف و تصنیف و وعظ و تقریر میں مشہور دیار و اعمار اودائی و اقامتی ہوئے اور چودھویں صدی کا ۳۹ سال ایک مہینہ ۲۵ دن پایا جس میں حمایت دین و نکات مفسدین الحاق حق از باطل اعانت سنت و امانت بدعت میں جان و مال علم و فضل صرف فرمایا اور جس طرح بنا ہمیشہ شرع و مذہب کی نصرت اور خلاف وین متین کا رد و طرد کیا اور اس میں بھی نہ لومہ لائم کی پرداہ کی نہ کسی بڑے سے بڑے شخصیت کا خیال آڑے آیا نہ کبھی شہرت و مدح کی پرداہ کی نہ کسی کے طعن و قدح کے خیال سے حق کہنے میں کوتاہی فرمائی یہ ربا ہی بالکل حسب حال فرمایا۔

نہ مرا نوش تجھیں نہ مرا نیش وطن نہ مرا ہوش بدست نہ مرا گوش ذسے
مہم و سنگ غمونی کہ گنجد دروسے جزمین و چتر کسارے و دوات و قلمے
خدا داد ذہن و حافظہ بھی ایسا ملا تھا کہ تیرہ سال ۱۰ مہینے کی عمر میں تمام مرصعہ درسی کتابوں سے فراغت حاصل فرمائی میرے سامنے اس وقت مشاہیر و اکابر علماء کی سوانح

میراں ہیں مگر اس وصف میں کوئی بھی آپ کا شریک و ہم نہیں کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ ذکی ہوتے ہیں ان کا حافظہ اچھا نہیں ہوتا اور اگر یہ بھی ہوا تو وہ شوقین و محنتی نہیں ہوتے پڑھنے میں جی نہیں لگاتے بلکہ جان چراتے ہیں لیکن یہاں سب خوبیاں بطور خرق عادت حق تعالیٰ نے محض علیہ السلام و مہمت رسالت پناہی ہے محل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم
ابن سعادت بزر بازو غیبت تا نہ بخشد خدائے بخشنده
معمولاً علمائے کرام فارغ التحصیل ہونے کے بعد تصنیف و تالیف کے میدان میں قدم رکھتے ہیں اور اعلیٰ حضرت نے طالب علمی ہی کے زمانہ میں تصنیف فرمانا شروع کر دیا تھا جس کا مفصل بیان تصنیفات کے ذکر میں ہے جس دن فارغ التحصیل ہوئے اسی دن سے فتویٰ دینا شروع کر دیا پہلا فتویٰ جو لکھا ایسا صحیح اور درست مکمل و مدلل کہ والد ماجد صاحب عیش و عش کر گئے یہ سلسلہ عوم وصال تک جاری رہا انہوں نے بہتیرے فتاویٰ کی نقل نہ لی چاسکی پھر بھی جو نقل ہو سکا بڑی تقطیع ۲۶x۲۰/۸ پر بارہ جلدوں میں ہے جس کی ہر جلد نو سو اور ہزار صفحہ کے درمیان ہے رسائل و مستقل تصنیفات جو سو سے بالا ہیں جو پچاس فتون پر مشتمل ہیں آج ہمارے سامنے علماء متقدمین و متاخرین کی فتاویٰ موجود ہیں مگر اس وصف میں بھی اعلیٰ حضرت اپنی آپ نظر ہیں و تامل و مدلل اور صحیح فتاویٰ کسی کا دیکھنے میں کیا سننے میں بھی نہ آیا تصنیفات بھی اس قدر کثیر و عزیز امام جلال الدین سوڈنی مجدد مانتہ عاشرہ کے بعد کسی کی دیکھی نہ گئی اگلے مالہ عمر لہذہ باب امام محمد عیسیٰ انصاری صاحب مہبوط علامہ تہائی علامہ ذہبی علامہ ابن حجر عسقلانی امام بدر الدین محمود عینی صاحب مدقہ الفتاویٰ شرح بخاری و غیر ہم قدس امرا ہم کو نہیں کہہ سکتا ورنہ دیگر علماء کی تصنیفات کو اعلیٰ حضرت کی تصانیف کثیرہ سے کوئی نسبت نہیں درس و تدریس بھی کسی مدرسہ میں ہو کر یا اپنا ہی مدرسہ قائم کر کے نہیں کیا لیکن ایک زمانہ تک مرجع طلباء رہے درر دور سے طلب آ کر استفادہ فرماتے سہارنپور و دیوبند کا مدرسہ اپنی طولانی عمر و قدامت کی وجہ سے بہت مشہور تھا لیکن وہاں کے چند طلبہ بھی دیوبند و گنگوہ چھوڑ کر درس حدیث و فقہ کے لئے بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہاں

کے غلبہ کو خود توجہ ہوا اور ان لوگوں نے آنے والے غلبہ سے بڑھ چھا کہ غلبہ کو شہر خیرا
مرض ہوتا ہے ایک جگہ پڑھ رہے ہیں وہاں سے پڑھنا چھوڑ کر دوسری جگہ چل دیے
وہاں سے تیسری جگہ لیکن یہ عموماً ایسی جگہ ہوتا ہے کہ دوسری جگہ کی تعریف وہاں ہوتی ہے
آپ لوگ دیکھتے اور سنگدہ سے بریلی کی طرح پہنچے اس لئے دہائی مدرسوں میں اس کی
توقع ہی نہیں کہ کسی اہل سنت عالم کی تعریف کریں اور وہ بھی اعلیٰ حضرت جیسے رو دہا
ان لوگوں نے کہا کہ یہ غیبی ہے کہ وہاں مولانا کی مدح و ثنا نہیں ہوتی مگر ایک بات کہنے
پر وہ مجبور ہوتے تھے اگر کوئی تذکرہ لکھتا تو اخیر میں شیب کا بند یہ ہوتا تھا کہ قلم کا بادشاہ
جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا پھر نہ کسی واقف کو اضافہ کی ضرورت رہتی ہے اور نہ مخالف کو انکار
کی گنجائش یہی صفت کشش کا باعث ہوتی جو دیکھتے اور سنگدہ کو چھوڑ کر بریلی پہنچے تو ۱۲۸۶ھ
سے ۱۳۳۹ھ تک چوں سال کے عرصہ میں کتنے سو نہیں کتنے ہزار غلبہ آپ کے علوم کی
رہتی ہے فیض یاب ہوئے کوئی نہیں کہہ سکتا اس لئے کہ ان کا کوئی رجسٹر تو تھا نہیں جس
میں سب کا نام داخلہ کے وقت لکھ لیا جاتا ہو اور اگر تصنیفات کے ذریعہ آپ کے علوم
فیوض سے مستفید ہونے والوں کی تعداد معلوم کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ قریب
قریب ناممکن ہے کہ ان کا شمار ہزار ہا ہزار سے بالا ہو کر کھو کھاتا تک پہنچا ہے۔ ذلک
فضل اللہ یوقیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم وعظ و چند کا طریقہ ابتداء میں
بہت زوروں پر رہا شہر میں کوئی محلہ بلکہ سینوں کا کوئی مکان ایسا نہ ہو گا جو حضور کے ہند
نصائح سے محروم رہا ہو اگرچہ اخیر زمانہ میں جب کہ تعقیف و تالیف کی طرف توجہ کثیر کر
پڑی اس سلسلہ میں کی ہو گئی ہر سال چار چلے وعظ کے مستقل طریقہ پر سال وصال تک
قائم رہے دو جیلے میاں شریف کے اپنے مکان پر ۱۲ ربیع الاول شریف کو ہوشب میں
جلے اتار پڑا اور اس قدر سرجع الترائق تھا کہ اسی جلسہ کی شرکت اور اعلیٰ حضرت کے وہ
سے بہرہ یاب فیض ہونے کے لئے پورا شہر ٹوٹ پڑتا تھا اور اس تاریخ میں کوئی مجلس
میاں دشہر میں نہیں ہوتی تیسرا جلسہ وعظ ماہ شعبان میں طلبہ مدرسہ منظر اسلام نے
دستار بندی کے موقع پر اور چوتھا جلسہ وعظ اپنے حیدر مشد شہد شاہ آل رسول احمد

قدس سرہ العزیز کے عرس کے موقع پر ۱۸ ماہ ذی الحجہ الحرام کو ان دونوں وعظوں سے نہ
صرف اہل شہر ہی بہرہ یاب ہوتے بلکہ اطراف و اکناف ہند سے روسا علماء و مشائخ
جلسہ دستار بندی و عرس کی شرکت کے لئے آتے اور وعظ سے فیضاب ہوتے۔ اب
آئیے حمایت دین و نکابت مقدسین معاندین ذہین مشن کو دیکھیں تو آپ کا مولد و مسکن وہ
موجودہ او شہر ہے جہاں جنود کی اکثریت ہے مسلمان فقط تیرہ فیصد ہیں۔ کان بھی ایسے
محلہ میں ہے جس محلہ کو دارالکفر کہنا کسی طرح مبالغہ آمیز نہیں محلہ سوداگرانہ جہز آپ کے
اور آپ کے عزیزوں کے چند مکانوں کے اور ایک سید مصاحب علی صاحب اور ایک
میاں منیر بھٹی کے مکان کے پورا محلہ ہندو برہمنوں کا ہے۔ (۱) اس لئے آپ نے جنود
کے دشمن تعقیف فرمایا جس کا نمونہ دیکھنا ہو تو افس الکفری قربان البقر ملاحظہ کریں۔
(۲) جنود میں تعلیم یافتہ ایک جماعت ہے جس نے دیکھا کہ جنود برابر مسلمان دور ہے
ہیں یا عیسائیت کے چنگل چھننے میں ان کی تعداد روز بروز کھتی جاتی ہے۔ سنا حق و حرم
تبلیغی جماعت نہیں کہ کچھ جائیں تو کچھ باہر سے آئیں اس طرح داخل خارج برابر رہا
کرے بلکہ خارج ہوتے جاتے ہیں داخلہ نہیں اس لئے ہندو تہذیب و تمدن سرتی نے آریہ
سماج کے نام سے ایک مذہب چاڑی کیا اور اس میں دوسرے مذہب والوں کو داخل
کرنے لگے۔ اعلیٰ حضرت نے اس کا بھی رد فرمایا نمونہ کفر کراد آریہ ملاحظہ ہو (۳) کے
زمانہ سے پہلے ہی اسلامی سلطنت ہندوستان سے رخصت ہو چکی تھی نصاریٰ کی حکومت
اور علمداری تھی نصاریٰ اگرچہ اعتقاد و عملاً نرے بے دین تھے پھر بھی وہ زمین کی حکومت
مذہب کے نام لیا ہیں اور اس کی اشاعت و ترویج میں طرح طرح کی کوششیں کرتے
لاکھوں روپے خلیفہ میں صرف کر کے لوگوں کو نصرا فی بنائے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے
اعلیٰ حضرت نے ان کے دشمن تین کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں تین فراتے غیر مسلم ہیں جو
نہ مسلمان ہیں نہ اپنے کو مسلمان کہتا چاہتے ہیں اب آئیے گھر کے فتوں کو دیکھیں کتنے
فراتے اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے اسلامی باتوں کی قطع و دید میں لگے ہوئے ہیں۔
شیخ پر بیٹہ کے بڑ کاٹنے کی گھر میں ہے کہیں نیچا نہ رکھائے نیچے شجرہ تیرا

حق سے بدین کے زمانہ کا پہلا بتا ہے اسے میں خوب سمجھتا ہوں معہ تیرا
 مان میں سب سے زیادہ معروف و مشہور اور زمانہ کے مطابق چلنے اور سلطنت
 برطانیہ کی ہموائی کی وجہ دینی حیثیت میں بڑے چڑھے اور اسی وجہ (۲) مریخ العلوم
 نیچری حضرات تھے اپنی حضرت نے ان کے رد میں سات کتابیں تصنیف فرمائیں (۵)
 جب شش شش کا قندہ بابیہ نے اٹھایا اور ہر طبقہ زمین میں آدم نوح ابراہیم و اسماعیل و
 محمدان انبیاء کرام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شش مانا اور اس پر زور دیا تو اپنی
 حضرت ان کے رد میں ترسالہ مبارکہ جیبہ الجہال بالہام الباسط المتعال اور جو ابھائے ترکی
 بہ ترکی ۱۹۲۲ء میں تصنیف فرما کر شائع کیا جس کی وجہ سے یہ قندہ ہمیشہ کے لئے راہی
 ملک عدم ہو گیا (۶) جب مرزا غلام احمد قادیانی پہلے اپنے کو شش مہدی پھر امام مہدی پھر
 مثل منج پھر منج پھر بہتر امیج ۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے
 پھر دعویٰ نبوت کا کیا انبیاء علیہم السلام کی توہین و تنقیص کی اپنی حضرت نے
 اس کے رد میں چھ کتابیں تصنیف فرمائیں اور ایک بابور رسالہ بنام قبر الدیان علی مرتد
 بتادیان جاری کیا (۷) جب مولوی اسماعیل دہلوی کے اذتاب و فدایات باوجود اشتراک
 فی الوہابیت ہر ایک نے ایک نئی نئی افواج نکالی (۸) کسی نے ختم نبوت کا انکار کیا (۹) کسی
 نے وقوع کذب باری تعالیٰ کو درست بتایا کسی نے مولود شریف سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کتبیا کہ جہم کہا (۱۰) کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سالم ہر صبی و مجنون
 بلکہ منج حیوانات و بہائم کیلئے مانا (۱۱) کسی نے تظلیہ ائمہ کو شرک و کفر ٹھہرایا و غیرہ وغیرہ
 اپنی حضرت نے بابیہ و غیر مقلدین کے رد میں سو سے زیادہ کتابیں تصنیف
 فرمائیں۔ (۱۲) جب تفسیلوں نے شور مچایا اور منج ہو کر مناظرہ کے لئے برآمد
 شریف آئے اور مناظرہ چھرا دریافت کرنے پر کہ آپ لوگ سوالات کریں گے یا ہم
 سوال کروں اپنی حضرت ہی کو ابتدا سوال کرنے کے لئے کہا پہلے ہی قسط سوالات کے
 دیکھتے ہی بدحواس و پریشان ہو گئے ابھار کر بروہیائی جس کا مفصل حال فتح

ذکر مرتضوی میں چھپ چکا ہے الغرض ان کے رد میں بھی سات کتابیں تصنیف فرمائیں
 (۱۳) اسی طرح جب روافض و نواصب کے فتنوں نے سر اٹھایا یا اپنی حضرت نے وہیں
 سرکوبی فرمائی اور اس کے رد میں بھی کتابیں تصنیف فرمائیں جب ۱۳۱۱ھ ہندوہ کا قندہ کھڑا
 ہوا جس نے سنیوں کے ساتھ تمام بد مذہبوں کے اپنے اندر سمیٹ لیا اس وقت بھی اپنی
 حضرت حمایت دین کے لئے کھڑے ہو گئے خداوند عالم ہزارے فیروزے حضرت تاج
 الجول محبت الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قادری متقی عثمانی دہلوی قدس سرہ اور
 حامی سنن ندوی محسن جناب غلام صدیق قاضی عبدالوحید صاحب رئیس پٹنہ دیکرہ مرحوم
 مفقود کو کہ اول الذکر نے اپنے علم و اثر اور موخر الذکر نے اپنے مال و دولت سے اپنی
 حضرت کا ہاتھ بٹایا جس سے یہ قندہ ۱۳۳۱ھ میں مدارس جا کر ختم ہو گیا۔

ندویاں کہتے ہیں کہ دوسری تو ہیں اسد احمد رضا محبت رسول
 (۱۵) اسی طرح مفتقدہ (۱۶) مقصودہ پائلہ جس بد مذہب نے سر اٹھایا وہیں اپنی حضرت
 نے اپنی تہنیتات سے اس کا سر کچل کر رکھ دیا اس کے رد میں کتابیں تصنیف فرمائیں۔
 متبع اہل سنت و جماعت حماد سوادگران بریلی میں چھپوا کر ہندوستان بھر کے اکابر مشائخ و
 علماء و رؤساء کے پاس کنٹ چسپان کر کے روانہ کر دیا جزاء اللہ عن الاسلام
 والمسلمین غیر الجزاء اخیر زمانہ یعنی ۱۳۳۸ھ (۱۷) قندہ بنی برداران اٹھا اور
 نہایت زور شور سے اٹھائیں سے سب بد مذہبوں منافقوں مرتدوں کھلے بند کافروں سب
 کو اپنے اندر سالیہ۔ وکل الصيد فی جوف الفراء جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چند دنیا دار
 دنیا طلب دنیا طلبی اور ہندوستان کے بادشاہ بننے کی طمع میں اٹھے لیکن عام مسلمانوں کا
 رتجان اس طرف نہ دیکھ کر اس میں مذہبی رنگ خلافت کا بھرا اب عام مسلمان اس کی
 طرف جھکے یہاں تک کہ پڑھے لکھے لوگ بھی اس دھوکے میں آ کر اس کے شکار ہوئے
 بعض بعض علماء بھی جتلا ہو گئے اس وقت حق پر قائم رہنے والے فقط ایک ذات محمدیہ
 حاضریہ کی تھی جو ایک آن کے لئے بھی اس دھوکے میں نہ آئی پھر دیوبندوں میں مولوی
 اشرف علی تھانوی بھی اپنی جماعت سے علیحدہ ہو کر اپنی حضرت کے ہم خیال ہوئے

مولوی اشرف علی صاحب نے ایک فتویٰ لکھ کر خود اسی زمانہ میں اخبار وطن لاہور میں چھپوا کر ہم لوگوں کی لیکن اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اشتہارات پر اشتہارات ان کی ورد طرد میں لکھا اور ان کے خلاف شرع باتوں کو منظر عام پر لا کر مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچانے یہاں تک کہ اخیر میں رسالہ مبارکہ لکھ کر الحمد للہ فی اللہ یہ اجتہاد لکھ کر شائع کر کے دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھایا اور آفتاب نیرود اور مادہ میں ہادی کی طرح حق کو واضح کر دیا یہاں تک کہ حضرت مولانا عبدالباری صاحب لکھنؤی نے ایک غیر مسلم کو اپنا امام و پیشوا بنایا تھا جس کے بارے میں صاف لکھا کہ ان کو اپنا رہنما بنایا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں میرا حال مروست اس شعر کے موافق ہے

عمر کے پایات و احادیث گزشت رفتی و گذشتہ مت پرستے کر دی
الحمد للہ کہ انہوں نے توبہ کیا اور اپنے اقوال سے رجوع کیا جس سے ان لوگوں کی توبہ و شوکت علی بالکل جاتی رہی البتہ دنیا کے لالچ میں بہت سے مسلمان اس سے لپٹے رہے مگر حق واضح ہو کر رہا یہ سب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی مجدد مائے حاضرہ ہونے کا ثبوت ہے جنہوں نے پوری عمر بیک وقت حق میں مال دولت سب حمایت دین متین میں صرف کر دیا اگرچہ بعض مخالفین اصل حقیقت تک نہ پہنچنے کی وجہ سے یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان صاحب عمر بھر سب کا رو کر رہے جس سے ان کی حق پرست کو بڑا صدمہ پہنچا ورنہ وہ جس قابلیت اور جامعیت کے عالم تھے سارا زمانہ ان کی قدم پوی کرتا اور پیشوا امانت یہ اسی خیال کے گنگ جھگ ہے جو شرکین عرب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کہتے تھے کہ اگر آپ ہمارے بڑوں کو برا نہ کہیں تو ہم سب لوگ اپنا سردار آپ کو ماننے کو تیار ہیں اور ہر ایک شخص اپنی دولت سے ایک حصہ آپ کی نذر کر دے گا جس کی وجہ سے سب سے زیادہ مالدار آپ ہو جائیں گے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اصلاً التفات نہ فرمایا بلکہ ان کو ٹھکرا دیا اللہ تعالیٰ نے مجدد مائے حاضرہ کو حمایت دین و نکایت مفیدین کے لئے بنایا تھا نہ اس لئے کہ اس سے ذاتی فائدہ انہیں بعض لوگ یہ کہتے ہیں اس قدر تحریر و تقریر رسالوں و اشتہارات کا فائدہ

ہوا یہ جان بوجھ کر ٹھیک نصف النہار کے وقت آفتاب عالمیاب کا انکار کرنا ہے شریف میں ہے لان بھدی اللہ بک ورجلا خیر اصما طلعت علیہ الشمس اللہ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت کرے روئے زمین کی حکومت سے بہتر ہے یہاں تو ہزاروں کیا انھوں اشخاص نے ان کی تقریرات و تحریرات سے فائدہ اٹھایا یا گمراہ دیندار ہوئے مذہب مستقیم ہوئے سنی صحیح العقیدہ راسخ الاعتقاد ہوئے کہ بد مذہب و جھوٹا کچا آدمی بھی اپنی جگہ سے ہٹا نہیں سکتی وہ بشت دعوات کی طرح اپنے عقیدوں پر پختہ اور ثابت قدم ہیں نماز کی پیروی دعا اہلنا الصراط المستقیم صراط اللین احممت علیہم غیر المفضوب علیہم ولا الضالین بالکل مقبول ہوئی ہر شخص جادہ مستقیم پر قائم اور ہر قسم کی بد مذہبی اور بدعتوں سے علیحدہ ہے اور دعا قوت میں روزانہ نداء و عرواج کے سامنے جو کہتے ہیں و نخلع ونفک من بعد حرکت اس میں پورے اثر ہے والحمد للہ علی ذالک انبیاء کرام جو خاص تبلیغ اور ارشاد خلافت کے لئے مبعوث ہی ہوتے جن کو ارشاد ہوتا ہے بلغ ما نزل الیک ان کے متعلق بھی یہ کام نہیں کیا گیا ہے کہ جو احکام الہی آپ ان تک پہنچائیں ان کو ان کا مصدق دینا یا مدعیان کر دیں بلکہ صاف فرمایا گیا انما علی رسولنا البلاغ المبین سورۃ مائدہ وما علی الرسول الا البلاغ المبین سورۃ نور و عبودت و محل خود انہوں نے بھی کھول کر فرمایا وما علینا الا البلاغ المبین سورۃ یسین آخر میں دیکھتے کہ سیدنا نوح علیہ السلام کی اتنی طویل مدت تبلیغ فلیت فیہم الف سنۃ الا خمسین عاما سزاوے ہو کر کی تبلیغ و ہدایت کا نتیجہ خود فرماتے ہیں رب انی دعوت قومی لیل و نهار فلم یزدہم دعائی الفخوار میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن حق کی طرف بلایا لیکن میری اس دعوت سے ان کا فرار اور زیادہ ہوا یہاں تک کہ تک آ کر بارگاہ الہی میں انتہا کرنے کی دہی لاؤ اور علی الارض من الکافرین حیار خداوند روئے زمین پر کسی کا فر کا ایک گھر بھی بنی نہ چھوڑ چنانچہ دعا قبول ہوئی آسمان سے پانی برسا زمین سے پانی ابلہ کشتی پر جو گھنٹی کے چند نفوس مسلمان تھے ان کے سوا کوئی بھی نہ بچا عوذ باللہ من غضب اللہ ورسولہ سیدنا

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ جب انہیں اور ان کے بھائی سیدنا ہارون علیہما السلام کو حکم ہوا اذہبا الیٰ فرعون انہ طغی تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس کو ہدایت کرو کہ اس نے سرکشی کی یہ دونوں حکم الہی کی تعمیل میں پہلے تو دبی ہوئی کمرے اسے موٹی وہ ایمان نہ لائے گا انہوں نے عرض کیا کہ خداوند! پھر ہمارے جانے اور حیران ہونے کا کیا فائدہ ارشاد ہوا تمہیں تبلیغ کا اجر ملے اور اس پر جنت الہی قائم ہو قیامت کے دن یہ تو کہہ سکے ماجاء فامن بشیرو ولا نذیر ہمارے پاس کوئی مبلغ خوشخبری دینے والا اور سناٹے والا نہ آیا خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا ان الذین کفرو اسوء علیہم اندرتہم ام لم تغفرہم لا یومنون بیک جن کے قسمت میں کفر ہے ان پر برابر ہے کہ انہیں آپ ڈر سنا دیے یا ڈر نہ سنا دیے وہ ایمان لائیں گے نہیں اس لیے جسکی سوا علیہم فرمایا یعنی ڈر سنا اور نہ سنا ان کے لئے برابر ہے یہ نہیں فرمایا سوا علیہم اندرتہم ام لم تغفرہم یعنی ڈر سنا اور نہ سنا تمہارے لئے برابر ہے اس لئے کہ حضور کو تبلیغ کا تو ثواب بہر حال ملے گا وہ ہدایت مانیں یا نہ مانیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہما کہ ذمہ لگا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا انک لا تہدی من احببت ولكن الله یهدی من یشاء الیٰ صراط المستقیم بیک آپ ایسا الیٰ المطلوب نہیں کر سکتے ہیں جس کو دوست رکھیں لیکن اللہ جس کو چاہے سیدھے راستے تک پہنچا دے صدق اللہ و رسول پھر کسی عالم کے ذمہ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ مخالف کو گمراہی سے نکال کر سیدھے راہ پر گمراہ کر دے کہ وہ تو بہر حال انبیاء کے نائب ہیں پھر اعلیٰ حضرت کے کارنامے کو دیکھتے ہیں تو حاشہ کہنا پڑتا ہے کہ سو میں سوئیں تو اسی نوے فیصدی کامیابی ہوئی بڑے سے بڑا مخالف ان کے مقابلہ میں ہمیشہ صامت و ساکت رہا آخر کو تو اقرار کرنا پڑا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب واقعی ٹھیک فرماتے ہیں مگر مصلحت وقت کا تقاضا یہ ہے کہ انکار دین و ایمان کا تقاضا بلا خوف و لومۃ لازم حق کوئی حق جو ہے حق ظنی ہے ذالک فضل اللہ یؤتہ من یشاء اللہ ذو الفضل العظیم اب رہی یہ بات کہ آپ کے زمانہ کے علماء مشاہیر آپ کے علوم سے انکشاف دیکھ کر آپ کو محمد

حاضرہ مانا؟ تو یہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ اگر ان تمام حضرات کے نام ہی کیسے میں جنہوں نے آپ کو محمد مانا تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہے مگر دفتر سے دیگر نام کٹیں اس لئے چند مشاہیر علماء اہل سنت کے نام نامی پر انکشاف کرتا ہوں۔

- (۱) حضرت قدوة الاولیین زیدۃ العارضین مولانا سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب وارث سجادہ قادریہ برکاتیہ خانقاہ کلاں مارہرہ شریف (۲) حضرت زیدۃ السالکین مریم الطاہرین سیدنا شاہ ابو القاسم عرف شاہ جی میاں صاحب سجادہ نقشب خانقاہ صادقہ برکاتیہ مارہرہ شریف (۳) حضرت عارف باللہ مقبول بارگاہ سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نقشب خانقاہ برکاتیہ لوریہ سرکار مارہرہ شریف (۴) حضرت تاج الحول محبت الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قادریہ برکاتیہ یعنی سجادہ نقشب خانقاہ قادریہ معینیہ بدایوں شریف (۵) حضرت منیر الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب سجادہ نقشب خانقاہ معینیہ قادریہ بدایوں جنہوں نے ۱۳۱۸ھ چاند پورہ میں وعظ کیا اور اس میں حضور پر نور مدظلہم الاقدس کو ان الفاظ سے یاد کیا جناب عالم اہل سنت مجدد الملت الماثرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب یہ وعظ یہ یہ دربار حق و ہدایت میں طبع ہو گیا ہے (۶) داخل خوش بیان شیریں زبان شہید فی نصرة الدین حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مثانی قادری بدایونی (۷) حضرت الاسد الاسد الاسد مولانا مولوی محمد وحی احمد صاحب محدث سورتی پہلی بھیتی (۸) حاجی جناب مولانا مولوی حکیم غلیل الرحمن خان صاحب پہلی بھیتی (۹) حضرت سلطان الواعظین مولانا مولوی ابو الفضل شاہ عبدالاحد صاحب قادری پہلی بھیتی (۱۰) حضرت خیاہ الاسلام والدین مولانا ابو السامحین محمد خیاہ الدین صاحب قادری خانی پہلی بھیتی (۱۱) حضرت مولانا سراج الدین ابو الذکاء شاہ محمد سلامت اللہ صاحب اعظمی راہپوری (۱۲) حضرت مولانا شاہ ظہور الحسن صاحب قادری راہپوری (۱۳) حضرت شیر پیش اہل سنت ابو الوفاء مولانا شاہ ہدایت رسول صاحب نوری گنگوئی راہپوری (۱۴) حضرت عبدالسلام مولانا شاہ عبدالسلام صاحب قادری جہلمپوری (۱۵) حضرت حاجی دین و ملت مولانا شاہ محمد بشیر صاحب قادری جہلمپوری (۱۶) حضرت

مولانا برہان الحق شاہ محمد عبدالہالی صاحب قادری جہلمی ری (۱۷) حضرت حامی سنت مائی بدعت جناب حامی شکی محمد لعل خان صاحب قادری دہراوی (۱۸) حضرت استاذ زن مائی فتن مولانا شاہ احمد حسن صاحب کانپوری (۱۹) حضرت استاذی مولانا شاہ عبداللہ صاحب الہ آبادی کانپوری (۲۰) حضرت مولانا مولوی شاہ حبیب الرحمن صاحب کانپوری (۲۱) جناب حامی سنت مائی بدعت مولانا شاہ مشتاق احمد صاحب انداو اللہی کانپوری (۲۲) جناب مولانا مولوی سر قاضی عبدالغفار صاحب بنگدوری (۲۳) عہدہ اوالا عظمین شہید غوث پاک حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی بیلانی سجادہ نشین کچھوچھا شریف (۲۴) جامع علوم عقلی و نقلی واعظ شیریں بیان مولانا سید احمد اشرف صاحب کچھوچھا شریف (۲۵) عہدہ اہل سنت پٹنہ منقہ ۱۳۱۸ء میں پرورد قسیدہ پڑھا اور اس میں علماء کرام حاضرین جلسہ کی تعریف و توصیف کی اسی میں اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھا۔

دعالم اہل سنت مصطفانا محمد عصرہ الفرد الغریب

جس کو سیکڑوں علماء کرام نے ستار اور جوش قبول کیا اور کسی نے انکار نہ کیا تو گویا اس لقب پر اجماع علماء اہل سنت و جماعت ہوا اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت کے نام باہر سے جتنے خطوط آیا کرتے جن کی مجموعی تعداد سیکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تک پہنچتی ہے ان سب میں نام نامی کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مایہ حاضرہ موید ملت طاہرہ یہ چار صفتیں ضرور ہوا کرتی ہیں اور یہ کچھ علماء اہل سنت ہندوستان ہی پر موقوف نہیں علماء حرمین شریفین و دیگر ممالک اسلامیہ نے حضور پر نور کو اسی لقب سے یاد فرمایا ہے تقریظات حاتم الحرمین والدولتیہ امیر شریف و اخبار البیان و دمشق وغیرہ ملاحظہ ہو حضرت غیظ المناقشین و نور المواقشین حامی السنۃ و اہلبا مائی الہدیۃ و جنبہا زینۃ اثران و حیدر الاذان مشہر خطاب الکرم حافظ کتب الحرم العلامة الجلیل والفہامۃ النبیل

حضرت مولانا السید اسماعیل خلیل ادا مہما اللہ بالغز و التبجیل اپنی تقریرت حاتم الحرمین میں فرماتے ہیں۔ واحمد اللہ تعالیٰ علی ان فیض هذا العالم العامل الفاضل الکامل صاحب المناقب والمفاخر مظهر کم ترک الاول للاخر فرید الدھر وحید العصر مولانا شیخ احمد رضا خان صاحب سلمہ اللہ الرب المنان لا یمطال حججہم الاضاحۃ بالایات والاحادیث القاطعہ کیف لا وقد شہد لہ عالمومکۃ بذلک ولولم یکن بالمحل الارفع لما وقع منہم ذلک بل القول لوقیل فی حقہ انہ مجلدہ هذا القرن لکان حقاً وصدقاً۔

ولیس علی اللہ بمستکبر یجمع العالم فی واحد لجزاہ اللہ خیر الجزاء عن الدین و اہلہ ومنجہ الفضل والرضوان بمنہ و کرمہ لینی اور میں اللہ عزوجل کی حمد بجالاتا ہوں کہ اس نے اس عالم باعمل کو مقرر فرمایا جو فاضل کامل ہے محقق اور فہم والا اس شس کا مظہر کہ اگلے پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے یکساں زمانہ اپنے وقت کا یکساں مولانا احمد رضا خاں اللہ بڑے احسان والا پروردگار اسے سلامت رکھے ان کے بے ثبات جتوں کو آیتوں اور قطعی حدیثوں سے باطل کرنے کے لئے اور وہ یہودیوں نے ایسا ہو کہ علماء کہ اس کے لئے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علماء کہ اس کی نسبت گواہی نہ دیتے بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو البتہ حق و صحیح ہو۔

خدا سے تو اس کا اچھٹا نہ جان کہ ایک شخص میں جمع ہو سب جہان تو اللہ اسے دین و اہل دین کی طرف سے سب میں بہتر جزا عطا کر دے اور اسے اپنے احسان اور اپنے کرم سے اپنا فضل اور اپنی رضا بخشے و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

منقبت

(فاضل بریلوی - رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

از: مولانا مونی محمد طیل صاحب کچھو کچھو (چین پورا اعظم گڑھ)

پیشوائے اولیاء احمد رضا خاں قادری

مقتدا اے اصفیائے احمد رضا خاں قادری

حاجی دین خدا احمد رضا خاں قادری

حاجی جو د بجا احمد رضا خاں قادری

آہستہ رب العالمی احمد رضا خاں قادری

چمہ خیر الدینی احمد رضا خاں قادری

عاشق غوث الدینی احمد رضا خاں قادری

چائشین مصطفیٰ احمد رضا خاں قادری

روہبر اہل شریعت ہادی اہل طریق

مشغل راہ خدا احمد رضا خاں قادری

زہد و تقویٰ میں کہیں ملتی نہیں تیری مثال

اے ربکس اکتیاء احمد رضا خاں قادری

تیری ذات پاک حق مجموعہ فضل و کمال

تیرا رتبہ تھا بڑا احمد رضا خاں قادری

اہل سنت کی امامت کا ہے سہرا تیرے سر

مرحبا صد مرحبا احمد رضا خاں قادری

دین کی وہ خدمتیں کس تیرے دست پاک نے

جس کا ذکر کاغذ گویا احمد رضا خاں قادری

نجدیت ہے دہیت کا سر پہل کر کھ دیا

جب ترا حامیہ اُٹھا احمد رضا خاں قادری

تو نے زندہ کر دیا واللہ دین پاک کو

تو ہی الدین تھا احمد رضا خاں قادری

نور حب مصطفیٰ سے جگمگا اُٹھا تھا تو

اے سرے شمس البقی احمد رضا خاں قادری

تو سراپا معجزہ تھا سید کونین کا

اے خوشا زحمہ تیرا احمد رضا خاں قادری

اہل باطل کا بچے تھے تیرے صولت سے شہا

تو تھا وہ شیر خدا احمد رضا خاں قادری

بزم سنیت بہت سنان و سونی ہو گئی

پھر ذرا ڈنکا بجا احمد رضا خاں قادری

تو سراپا تھا رضائے حق رضائے مصطفیٰ

نام تھا سچا ترا احمد رضا خاں قادری

اہل بدعت اہل بدعت اہل باطل کسے لئے

سیف مسلول خدا احمد رضا خاں قادری

فتح و نصرت لے دیں آ کر قدم چما ترا

جب ترا جہنزا اُٹھا احمد رضا خاں قادری

ہے ترا دنیائے سنیت پہ احسان عظیم

وے خدا تجھ کو ابرا احمد رضا خاں قادری

اس غلغلے قادری کی لاج رکھ لیتا شہا

جبکہ ہو محشر بپا احمد رضا خاں قادری

سوانح حیات اعلیٰ حضرت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(ادارہ)

ولادت با سعادت

امام اہل سنت مجددین دہلی حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ روز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۳ جون ۱۸۵۶ء مطابق ۱۱ جینیہ سدی ۱۹۱۳ء سبت کو اس خاکدان عالم کو اپنے قدوم سیمت لڑوم سے فواز آپ کا تاریخی نام ”المنار“ ہے خواہ اعلیٰ حضرت نے اپنی تاریخ ولادت حسب ذیل آیت کریمہ سے ۱۲۷۲ھ استخراج فرمائی ہے۔

آیت: اولنک کتب فی قلوبہم الایمان وابدہم بروح منہ

خاندانی حالات

اعلیٰ حضرت کا ام مبارک عبدالعظیمی احمد رضا خان ابن مولانا محمد تقی علی خاں ابن مولانا رضا علی خاں ابن مولانا حافظ محمد کاظم علی خاں بن مولانا حضرت شاہ محمد اعظم خاں بن حضرت محمد سعادت یار خاں بن حضرت مولانا سعید خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمین۔

اعلیٰ حضرت کے آباؤ اجداد ملک قدر حارہ کے معزز قبیلہ کے پٹھان تھے۔ شاہان مغلیہ کے عہد میں وہ لاہور آئے اور معزز عہدوں پر ممتاز ہوئے۔ پھر وہاں سے دہلی آئے۔ چنانچہ حضرت سعید اللہ خاں صاحب شش ہزاری عہدہ پر فائز ہوئے اور شجاعت جنگ کا انہیں خطاب دیا گیا۔ ان کے صاحبزادے سلطنت کی طرف سے ایک مہم سر

کرنے کے لئے بریلی (راہیل کنڈ) بھیجے گئے، فقیانی پر ان کو بریلی کا صوبہ بنانے کے لئے فرمان شاہی آیا۔ موصوف کے تین صاحبزادے اعظم خاں، معظم خاں، کرم خاں مناسب جلیلہ پر ممتاز تھے، ان میں سے اعظم خاں صاحب بریلی تشریف فرما ہوئے، شاہزادہ کا نکلیہ جو محلہ مہارن بریلی میں ہے آج انہیں کی نسبت سے مشہور ہے۔ موصوف کے صاحبزادے جناب حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب شہر بدایوں کے تحصیلدار تھے۔ سلطنت مغلیہ اور انگریزوں میں جو کچھ منکشات تھے ان کے تصدیق کے لئے نکلیہ تشریف لے گئے تھے حضرت حافظ کے صاحبزادہ زبدۃ الکائنات حضرت مولانا شاہ رضا علی خاں صاحب رحمت اللہ علیہ تھے جن کی مختصر تاریخ تذکرہ علما نے ہند معنفہ رحمان علی خاں مطبوعہ نول کشور کھنوس درج ہے چونکہ تذکرہ علما نے ہند زبان فارسی میں ہے اس لئے اردو میں اس کا غلامہ درج کیا جاتا ہے۔

”مولانا رضا علی خاں صاحب بریلی کے بزرگ ترین علما نے اکرام سے تھے ان کے آباؤ اجداد سلاطین دہلی کے دربار میں عالی مراتب پر فائز رہے۔ مولانا ۱۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور شہر ٹونک میں مولانا ظلیل الرحمن صاحب مرحوم مغفور سے علوم دینیہ حاصل کر کے ۲۳ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل فرمائی، بالخصوص تصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی۔ آپ کے فضائل و اوصاف شمار سے باہر ہیں۔ سبقت سلام زہد وقاعت، علم و تواضع، تجرید و تفہیم آپ کی خصوصیات سے تھے ۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۶ھ میں اس دارقانی سے رحلت فرمائی۔

حضرت کی کرامات

حضرت حمید الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب رحمۃ اللہ کے کمالات و کرامات بیان فرماتے ہوئے فرمایا۔

”حضرت کا گزور ایک روز کوچہ ستیادام کی طرف سے ہوا۔ بولی کا زمانہ تھا ایک بازاری طوائف نے اپنے بالا خانہ سے حضرت پر رنگ چھوڑ دیا۔ ایک جو شیخ مسلمان نے دیکھتے ہی بالا خانہ پر جا کر کچھ سختی کرنی چاہی مگر حضرت نے اسے روکا اور فرمایا اس پر

کیونکہ نبی کریم نے اس نے مجھ پر رنگ ڈالا ہے خدا اس کو رنگ دے گا۔

یہ فرمان تھا کہ وہ طوائف بیابانہ آ کر قدموں پر گر پڑی اور معافی مانگ کر مشرف بہ اسلام ہوئی۔ حضرت نے وہیں اس نوجوان کے ساتھ اس کا عقد کر دیا۔ اس قسم کے ان گنت و بے شمار واقعات و کرامات ہیں جن کی تفصیل کے لئے ”حیات اعلیٰ حضرت“ مرتب ملک العلماء حضرت مولانا محمد ظفر الدین صاحب بہاری ملاحظہ فرمائیے جس کی پہلی جلد بڑا اہتمام مفتی ظفر علی صاحب نسائی مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی سے شائع ہو چکی ہے۔

تعلیم و تدریس

اعلیٰ حضرت کے جد امجد نے ایک دن ایک خوشگوار خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ یہ فرزند سعید فاضل و عارف ہو کر علماء عصر میں ممتاز ہو گا چنانچہ اعلیٰ حضرت نے چار سال کی عمر میں قرآن شریف ناظرہ ختم فرمایا اور چھ سال کی عمر میں ایک بہت بڑے مجمع میں میاں و شریف پڑھی۔ تمام علوم درسیہ مقول و منقول اصول و فروع سب اپنے والد ماجد رحمت اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کر کے تیار کر کے ۱۲ شعبان ۱۲۸۶ھ سند فراغت حاصل فرمائی اور اسی دن رضا مت کا ایک مسئلہ لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش فرمایا جو اب بالکل صحیح تھا والد ماجد نے اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام اعلیٰ حضرت کے سپرد فرمایا۔

۱۲۹۳ھ میں آستانہ عالیہ سرکار مارہرہ مظہرہ میں حاضر ہو کر حضرت سید شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل فرمائی اور مجمع سلاسل کی خلافت و اجازت حاصل فرمایا نیز سند حدیث سے شرف ہو کر ۱۲۹۵ھ میں والد ماجد کی ہر کاری میں حرمین طہیین کی زیارت سے مستفیض ہوئے۔

ایک دن اعلیٰ حضرت نے نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا فرمائی اس کے بعد امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح نے بغیر کسی تعارف کے آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے دولت کدہ پر لے گئے اور دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑے رہے پھر فرمایا بے شک اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں اور صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے

لکھ کر عنایت فرمائی اور فرمایا تمہارا نام شیخ الحدیث احمد ہے اس سند کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں امام بخاری تک صرف گیارہ واسطے ہیں۔

واقعات طفولیت

(۱) تقریباً پانچ چھ سال کی عمر میں اعلیٰ حضرت صرف ایک بڑا کرتا پہنے ہوئے باہر تشریف لائے اتفاق سے چند بازاری عورتیں سامنے سے گزریں۔ اعلیٰ حضرت نے فوراً کرتے کا اگلا دامن دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر پھرہ مبارک کو چھپا لیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر ان میں سے ایک بول اٹھی او صاحب منہ تو چھپا لیا اور ستر کھول دیا۔ آپ نے اس کو برجستہ جواب دیا جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔ یہ جواب سن کر وہ سکتہ کے عالم میں ہو گئی۔

ایک روز بچوں نے اپنے استاد سے سلام کیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا جیتے رہو۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے عرض کیا تو سلام کا جواب نہ ہوا۔ ولیمک السلام کہنا چاہیے تھا مولوی صاحب سن کر بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔

اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جس سے اعلیٰ حضرت کے ذکاوت اور فراست کا اندازہ ہوتا ہے۔ رب کریم مسلمان کے ہر بچے کو حیات اعلیٰ حضرت دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ وہ اس آئینہ میں اپنے مستقبل کو سنوار سکے۔ ضرورت ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تاریخ ہر مسلمان کے گھر میں پہنچائی جائے تاکہ آج کا مسلمان اپنے امام و پیشوا کی صحیح قدر و عظمت پہچان سکے۔

رام پور میں

اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ ضرورت سے رام پور تشریف لے گئے وہاں جناب عبدالعلی صاحب علم ہیبت کے مشہور فاضل تھے چند روز ان کی خدمت میں رہ کر شرح چمنی کے اسباق لے گئے۔

نواب رام پور کے اشتیاق پر دوسری بار رام پور تشریف لے گئے نواب کلب علی

خاں دالی رام پور نے خاص اپنے پنگ پر بیٹھنے کیلئے فرمایا اور آپس میں کچھ علمی باتیں ہوئی رہیں۔ اثناء گفتگو میں نواب صاحب نے یہ فرمایا کہ مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی مشہور منطق ہیں آپ ان سے منطق کی کتابیں پڑھ لیجئے، ابھی یہ باتیں ہوئی رہی تھیں کہ شمس العلماء مولانا عبدالحق صاحب مرحوم خیر آبادی بھی تشریف لے آئے نواب صاحب نے اعلیٰ حضرت کا ان سے تعارف فرمایا دینا اپنے مشہورہ کا تذکرہ فرمایا۔

مولانا عبدالحق مرحوم کا یہ کہنا تھا کہ دنیا میں صرف ڈھائی عالم ہوئے ہیں۔ ایک مولانا بحر العلوم دوسرے مولانا فضل حق خیر آبادی اور نصف بندہ (یعنی مولانا عبدالحق) چنانچہ تعارف کے بعد مولانا عبدالحق نے اعلیٰ حضرت سے دریافت فرمایا ”منطق میں کون سی کتابیں پڑھی ہیں۔“

اعلیٰ حضرت نے فرمایا ”قاضی مبارک وغیرہ“ یہ سن کر دریافت فرمایا ”کیا شرح تہذیب پڑھ چکے ہیں؟“

یہ طعن آجیز سوال سن کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا ”کیا جناب کے یہاں قاضی مبارک کے بعد شرح تہذیب پڑھائی جاتی ہے۔“

مولانا عبدالحق صاحب نے معقول جواب پا کر سوال کا رخ بدل دیا اور دریافت فرمایا ”اب آپ کا کیا مشغلہ ہے؟“

فرمایا ”تدریس افتاء اور تصنیف“

اس کے بعد مولانا نے دریافت فرمایا کس فن میں تصنیف فرماتے ہیں؟“

اعلیٰ حضرت نے جواب ارشاد فرمایا ”مسائل دینیہ و ردو بابیہ۔“

جواب کے آخری لفظ کی توقع مولانا عبدالحق صاحب کو نہ تھی جس کو اعلیٰ حضرت اپنی ذکاوت سے سمجھ گئے اور فرمایا ”آپ کے والد ماجد مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے ردو بابیہ فرمایا مولوی اسماعیل دہلوی کو بھرے مجمع میں مناظرہ کر کے شکست دی اور ان کے رد میں ایک مستقل رسالہ بنام ”تحقیق الفتویٰ السلب البدوی“ تحریر فرمایا“

اعلیٰ حضرت نے علوم و معارف کے جو دریا بہائے ہیں اس کا اعتراف نہ صرف ائمہ دین و متعلمین کو ہے بلکہ حزب مخالف کے سرگروہ جو اعلیٰ حضرت کی مخالفت پر قلم اُٹاتے ہیں ان کی بھی تحریر کا یہ ”رف“ آخر ہوتا ہے کہ کچھ بھی ہو مولانا احمد رضا خان صاحب قلم کے بادشاہ تھے جس مسئلہ پر قلم اٹھایا نہ تو موافق کو ضرورت افزائش اور نہ تو مخالف کو دم زدوں کی تمجائش ہوتی تھی۔ اس موقع پر مناسب ہو گا کہ اعلیٰ حضرت کے دیوان کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے۔

ملک حق کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس ست آگے ہوئے کئے بٹھا دیئے ہو

قوت حافظہ و حفظ قرآن شریف

اعلیٰ حضرت بسا اوقات ارشاد فرماتے کہ بعض اوقات حضرات میرے نام کے ساتھ ”حافظ“ لکھ دیا کرتے تھے حالانکہ میں اس منصب کا اہل نہ تھا یہ ضرور ہے کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا ایک رکوع پڑھ کر ہمیں سنا دیں تو دوبارہ مجھ سے سن لیں۔ چنانچہ یہ طے پایا اور عشاء کا یہ وضو فرمانے کے بعد جماعت سے پہلے یہ نشست شروع کر دی گئی اور تیس روز بعد اعلیٰ حضرت نے تیسواں پارہ سنا دیا اور یہ فرمایا کہ محمد اللہ ہم نے کام پاک بالترتیب یاد کر لیا اور یہ اس لئے کہ ان بندگان خدا کا کہنا غلط نہ ہو۔

دوسرا واقعہ

اعلیٰ حضرت ایک مرتبہ پہلی ہیبت تشریف لے گئے اور حضرت مولانا دمی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے سہان ہوئے اثناء گفتگو میں ”غلو دار یہ فی تنقیح الفتاویٰ الجامدیہ“ کا ذکر آیا۔ اتفاق سے یہ کتاب حضرت محدث سورتی کے کتب خانہ میں موجود تھی اور اعلیٰ حضرت کے کتب خانہ میں نہ تھی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا میں نے نہیں دیکھی ہے جاتے وقت میرے ساتھ کر دیتے گا۔

حضرت محدث سورتی نے بخوشی قبول فرمایا اور کتاب لا کر حاضر کردی اور ساتھ ہی

ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ملاحظہ فرمانے کے بعد بھیج دیجئے گا۔ اعلیٰ حضرت کا قصد اسی واپسی کا تھا مگر اعلیٰ حضرت اپنے ایک جان نثار مرید کی دعوت پر رک گئے اور شب ہی اس ضخیم کتاب کو ملاحظہ فرمایا۔ دوسرے دن روانگی سے قبل وہ کتاب حضرت محدث سرور کو واپس کر دی گئی۔

حضرت محدث صاحب نے فرمایا کہ میرا جملہ (ملاحظہ فرما کر واپس بھیج دیجئے گا) باعث ملال ہوا۔ جواب اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہوگا۔ دو تین مہینہ تک جہاں کے عہداریت کی ضرورت ہوگی لکھ لوں گا، معنون عمر پھر کے لئے محفوظ ہو گیا (ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء)

ادبی لطیفہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے جہاں دوسرے علمی کارنامے حدود و شمار سے باہر ہیں ایسے ہی ادبی لطیفے بھی حدت طرازی میں اپنی مثال ہیں۔

(۱) کسی آریہ نے اپنے مذہب کے متعلق ایک کتاب لکھی اور اس کا نام ”آریہ دھرم پرچار“ رکھا۔ کتاب چھپنے کے بعد مصنف نے ایک نسخہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بھی ارسال کیا۔ حضرت نے اس کتاب کو ملاحظہ فرما کر جگہ جگہ حاشیہ پر اس کا رد لکھا اور اسی طرح بنی قلم سے ”پرچار“ کے بعد ”حرف“ بڑھا دیا، گویا اب اس کتاب کا نام ہو گیا ”آریہ دھرم پرچار حرف“۔

(۲) ایک ارضی نے اپنے مذہب کی حمایت میں ایک کتاب لکھی اور اس کا نام ”جناس الا جناس“ رکھا۔ اعلیٰ حضرت نے ملاحظہ فرمانے کے بعد لکھی سی ترسیم فرما کر اس کتاب کا نام ”انہاس الجناس“ کر دیا۔

(۳) مولوی قزم علی نے ”تھیئہ المسلمین“ نام کی ایک کتاب لکھی جس میں وہی باتیں ہیں جو تقویۃ الایمان میں ہیں۔ مطبع دالے نے مصنف کا نام اسی طرح لکھا ”قزم علی“ اور اعلیٰ حضرت نے لکھی سی ترسیم فرما کر کتاب کا نام ”تھیئہ المسلمین“ اور مصنف کا نام ”قزم علی“ کر دیا۔

اسی طرح سے اعلیٰ حضرت کے بہت سے ادبی لطائف مشہور و معروف ہیں مثلاً علی اسماعیل دہلوی کی کتاب ”تقویۃ الایمان“ کو ”تقویۃ الایمان“ کر دیا۔ اور ایسے ہی علی اشرف علی قناتوی کی ”خطبہ الایمان“ کو ”خطبہ الایمان“ کر دیا۔ ایسے ہی جمہور ان عانی پر جب بعض علمائے اہل سنت نے اعتراض کیا تو مولانا عبدالحق خاں صاحب رام پوری نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام ”جل اللہ یستثنیٰ لہم اچار الہدیین“ اور اعلیٰ حضرت نے ترتیب بدل کر اس کتاب کا نام ”آچار الہدیین لہم جل اللہ یستثنیٰ“ رکھ دیا۔ ان واقعات کی تفصیل دیکھنی ہو تو ”حیات اعلیٰ حضرت“ ملاحظہ فرمائیے۔

اعلیٰ حضرت محدث سورتی کی نگاہ میں

حضرت محدث صاحب اور اعلیٰ حضرت کے تعلقات کو دیکھ کر خطیب اعظم حضرت ارٹ اعظم کچھ چھوٹی نے ایک بار حضرت محدث سورتی سے دریافت فرمایا کہ آپ کو کون سی بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب حج مراد آبادی سے حاصل ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا شوق جو اعلیٰ حضرت سے ہے اور کسی سے نہیں اس کی کیا وجہ ہے حضرت محدث صاحب نے یہ فرمایا کہ سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے جو میں نے بخاری سے پائی اور وہ بیعت نہیں ہے جو حج مراد آبادی صاحب نصیب ہوئی بلکہ وہ ایمان و مدار نہایت ہے جس میں سے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا ہے اور میرے سینے میں پوری عقیدت کے ساتھ مدینہ کا بھانے والا اعلیٰ حضرت ہی کی ذات گرامی ہے اس لئے ان سے تذکرے سے بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور ان کے ایک ایک کلمے کو مشعل ہدایت جانتا ہوں۔

آج سے چند برس پہلے قصبہ گھوٹی ضلع اعظم گڑھ کا سالانہ اجلاس تھا جس میں دیگر علماء کے علاوہ استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اور شیریش اہل سنت حضرت مولانا شمس علی خان صاحب بھی رونق پذیر تھے۔ انجی مولانا عبدالستار صاحب صدر جمہوریت اسلامیہ کے دولت کدہ پر علماء کی دعوت تھی۔ انار گھنگو میں اعلیٰ حضرت کے فضل و کمال پر بات آئی۔ شیریش اہل سنت یا استاذ العلماء

میں سے کسی ایک نے یہ واقعہ بیان کیا کہ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ فرماتے تھے کہ بہت سے لوگوں کو اعلیٰ حضرت کے دربار سے مختلف قسم کی دو تین صیغہ ہوئیں لیکن مجھے سب سے بڑی دولت ایمان کی اگر کہیں سے نصیب ہوئی تو اعلیٰ حضرت کے دربار گرامی ہے۔ اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ حضرت صدر الافاضل کو ظنی سے بہت گہرا تعلق تھا جس کی وجہ سے بہت سے بعض دینی مسائل میں شکوک و شبہات تھے اگر کسی نے ان شکوک و شبہات کا ازالہ فرمایا تو وہ تاجدار اہل سنت آقاب شریف اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلند ترین شخصیت ہے۔

استاذ محترم مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت اکثر اس بات پر افسوس فرمایا کرتے ہیں کہ یہ میری بد قسمتی ہے کہ میں اعلیٰ حضرت کی زیارت سے محروم رہا۔ مگر میں نے اعلیٰ حضرت کو ان کی تعنیفات سے پہچانا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت کے رسائل پر حضرت مجاہد ملت کی اتنی گہری نگاہ ہے کہ ایک مرتبہ بریلی شریف کی حاضری میں حضرت مفتی اعظم ہند نے کسی استغناء پر اپنا تحقیقی فتویٰ دکھلاتے ہوئے یہ فرمایا کہ میں نے اس فتوے میں انتہائی کاوش و جہد سے کام لیا ہے۔ اور اپنی کاوش پر حضرت مفتی اعظم کو انتہائی مسرت تھی۔ فتوے کو دیکھ کر استاذ محترم مولانا حبیب الرحمن صاحب قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ حضور اعلیٰ حضرت کا جواب اس بارے میں میری نگاہ سے گزر چکا ہے۔ حضرت مفتی اعظم ہند نے انتہائی حیرت سے اپنی بھٹی کو پیشانی پر رکھتے ہوئے فرمایا میں تو اس بات پر خوش تھا کہ یہ میری تحقیقی فتویٰ ہے مگر تاجدار اہل سنت نے کسی شبہ کو نہیں چھوڑا۔

بات بڑھ گئی کہنا یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے فضل و کمال کا احاطہ ہم جیسے جی دامن دے لیا لوگوں کا کام نہیں۔ آج قدر بھی اگر علمائے اہل سنت ہیں ان کے قلم و زبان اعلیٰ حضرت کی مدحت و تہنیت میں رطب اللسان ہیں اور ربی دنیا تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ تاجدار اہل سنت نے اپنی مختصر سی زندگی میں اپنی تصانیفات کا

ایسا گہرا مایہ خزانہ چھوڑ دیا ہے جو ہمیشہ کے لئے آنے والی نسل کے لئے کافی ہے کاش اعلیٰ حضرت کے وہ رسائل جو غیر مطبوع ہیں ان کی طباعت کا مستقل انتظام کیا جاتا اور جو مطبوعہ رسائل نادر و نایاب ہیں دوبارہ ان کی طباعت کا اہتمام کیا جاتا۔

اخلاق کریمہ

اعلیٰ حضرت کی ذات گرامی (الحب للہ و بالفضل للہ) کی مصداق تھی۔ آپ کسی سے محبت فرماتے تو اللہ کیلئے اور مخالفت فرماتے تو اللہ ہی کے لئے کسی کو کچھ دیتے تو اللہ کے لئے اور منع فرماتے تو اللہ کے لئے۔

اعلیٰ حضرت کا ہمیشہ معمول تھا کہ تعنیف و تالیف، کتب نبی اور ادا اشغال کے خیال سے غلوٹ میں تشریف رکھتے۔ پانچویں نمازوں کے وقت مسجد میں تشریف لاتے اور ہمیشہ نماز باجماعت ادا فرماتے۔

اعلیٰ حضرت وضو اور غسل میں بہت احتیاط فرماتے عموماً دو لوٹے پانی سے وضو فرماتے۔

اعلیٰ حضرت خطوط کے جوابات پر بہت اہتمام فرماتے۔ اگر اہتمام بہت اہم ہوتا تو خود اعلیٰ حضرت ہی تحریر فرماتے ورنہ حضرت صدر الشریعہ یا حضرت ملک العلماء وغیرہ کے سپرد فرما دیتے۔ مدرسہ کے متعلق جو خطوط آتے وہ حضرت حیدر الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھجوا دیتے۔

وعظ و تقریر

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ وعظ و تقریر سے بہت احتراز فرماتے۔ ایک مرتبہ جامع مسجد بیتا پور میں ایک صاحب نے بغیر اجازت کے وعظ کا اعلان کر دیا۔ اعلیٰ حضرت کو یہ بات ناگوار خاطر گزری مگر جب مولانا عبدالقادر صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا لوگ رکے ہوئے ہیں کچھ بیان فرما دیجئے اعلیٰ حضرت نے قرآن پاک کی کسی آیت پر ایک مدلل تقریر فرمائی جس سے عوام و خواص دونوں متاثر ہوئے۔ اس قسم کے اور

بھی بعض واقعات پیش آئے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کی اجازت لئے بغیر اعلان کر دیا گیا اور لوگوں کے اصرار پر مسلسل لکھی گئی تھی۔

۱۳۱۸ھ میں ندوہ کا جلسہ پٹنہ میں ہوا تھا۔ جس کے رد میں پٹنہ کے بعض رئیسوں نے ایک اجلاس طلب کیا جس میں دیگر علماء اہل سنت کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے بھی شرکت فرمائی۔

حضرت عبدالحامد حسن صاحب کا بیان ہے کہ میں اور مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی دونوں اپنی آرام گاہ پر آچکے تھے اس درمیان میں یہ معلوم ہوا کہ آج کی نشست میں اعلیٰ حضرت کا بیان ہو گا تو مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی نے فرمایا کہ مٹا ہے ندویوں کے سرخند بھی آئے ہوں۔ چلو آج پٹنہاں کے دار دیکھنے کے قابل ہوں گے چنانچہ اعلیٰ حضرت نے ایسی دلیل اور جامع دعویٰ تقریر فرمائی کہ ندویوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔

اعلیٰ حضرت کا معمول تھا کہ سال میں تین وعظ فرمایا کرتے تھے ایک جلسہ دستار بندی کے سالانہ اجلاس میں اور دوسرا وعظ مجلس میاں و سرور کا سنتا صلی اللہ علیہ وسلم میں جو حضور کی طرف سے ہر سال ۱۲ ربیع الاول شریف کو صبح ۸ بجے منعقد ہوتی ہے اور شب کو بعد نماز عشاء حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب کے یہاں محفل منعقد ہوتی ہے جو اعلیٰ حضرت کا آبائی مکان بھی ہے۔ شہر کے عمائدین و معززین ملبیوہ دعوت نامہ کے ذریعہ مدعو ہوتے اور تیسرا وعظ حضرت سید شاہ آل رسول صاحب مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر محفل اعلیٰ حضرت ہی کے کاشانہ القدس پر منعقد ہوتی۔ خصوصاً ہے کہ اعلیٰ حضرت کے مواعظ حسنہ قلم بند نہ ہو سکے۔

تجربہ

جناب عبدالرحیم خان صاحب قادری سلطانپوری کا بیان ہے کہ جس زمانے میں دہلی میں حضرت مولانا شاہ کرامت اللہ شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا۔ ایک دن اعلیٰ حضرت کا ذکر مبارک انہوں نے فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کی وہ ہستی ہے کہ

ہر باب میں ان کے محتاج ہیں ان کے تجربہ علی کے یہ کمال ہیں کہ اگر وہ کوئی کتاب تصنیف فرمائیں اور چار شاہی لکھتے کو پٹنہ جائیں تو وہ جس قدر وہ تصنیف فرمائیں گے کہ یہ ہزاروں حضرات نقل نہ کر سکیں گے۔

حضرت سید شاہ اسماعیل شاہ کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی کا شجرہ عربی درود شریف میں دکھایا اور عرض کیا کہ ہمارا شجرہ بھی عربی درود شریف میں لکھ دیجئے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت نے اسی وقت نہایت خوشخط اور اعلیٰ درجہ کے مرصع و کتبہ درود شریف شجرہ قادریہ پر یکایک تحریر فرمادیا۔ موصوف ہی کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کو علیٰ تصریح کی طرف میں نے ہی متوجہ کیا تھا تذکرہ کرتا کتابیں دکھاتا چنانچہ ایک بار کسی خاندانی کتاب ایک نیا وقف بہر مرتضوی میری نظر سے گزرا اور اسے مولانا کو بھی دکھایا اس کے قاعدے کی تشریح و تفسیح میں کچھ گفتگو رہی۔ مولانا نے وہ کتاب رکھ لی اور درود کے بعد ایک مسلسل رسالہ اس وفق کے متعلق تحریر فرما کر مجھے دے دیا۔

ایک بار اعلیٰ حضرت مسلم الثبوت کا مطالعہ فرما رہے تھے کہ حضرت کے والد ماجد صاحب کا تحریر کیا ہوا اعتراض و جواب نظر سے گزرا۔ امام اہل سنت نے اس اعتراض کو دفع فرمایا اور متن کی ایسی تحقیق فرمائی کہ سر سے اعتراض وارد ہی نہ تھا۔ جب پڑھنے کے واسطے حضرت والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت کی نظر امام اہل سنت کے حاشیہ پر پڑی اتنی سرت ہوئی کہ اٹھ کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا کہ احمد رضا تم مجھ سے پڑھتے نہیں ہو بلکہ مجھے پڑھاتے ہو۔

ایسے ہی اعلیٰ حضرت کے ابتدائی استاد جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے فرمایا کہ آپ کا شاگرد احمد رضا مجھ سے پڑھتا نہیں بلکہ مجھ کو پڑھاتا ہے۔

تاریخ گوی

۱۲۸۶ھ میں اعلیٰ حضرت کی عمر شریف کا پودھواں سال تھا ایک صاحب حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ ایک صاحب نے امام یازدہ بنایا ہے چاہتے ہیں کہ کوئی

تاریخی نام ہو اور دروازہ پر کتبہ کر دیں اعلیٰ حضرت نے مابعد فرمایا ان سے کہیے "ہد
رفض" جواب سن کر انہوں نے عرض کیا کہ امام ہارہ گزشتہ سال ۱۲۸۶ھ ہی تیار ہو چکا
ہے۔ مقصد یہ تھا کہ دوسری تاریخ اعلیٰ حضرت نے فرمادیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا
"داررفض" پھر انہوں نے عرض کیا کہ اس کی ابتداء ۱۲۸۳ھ میں ہوئی تھی اس لئے اسی سنہ
کا ہونا مناسب ہے۔ ارشاد فرمایا "دررفض" رکھ لیجئے۔

کلام الامام امام الکلام

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا سلم جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں
سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم البرکت امام اہل سنت مجددین و ملت
نازل اجل عالم بے بدل شاہ محمد احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی
ذات ستودہ صفات ہندوستان پاکستان اور عرب و عجم میں محتاج قنارف نہیں ایسی جامع
کلمات اہستی صدیوں میں ظہور پذیر ہوتی ہے نقد وحدیث فلسفہ و منطق ادب و تاریخ
تفسیر و کلام بیان و بدیع جملہ فنون ریاضیہ فن شعر و عروض غرضیکہ کونسا علم ہے جس میں
آپ کو مہارت تامہ حاصل نہیں زبردست خطیب و مقرر صاحب کثیر قصائیف مصنف
باند پایہ محقق عربی و فارسی زبان و ادب کے زبردست اسکالر اردو کے بہت بڑے محسن
فرض کہ ہندوستان میں ایسے بیا مکمل و ستیاں کم ہوئی ہوں گی ہندی مسلمان اس مایہ ناز
استی پر جتنا بھی فخر کریں درست ہے مکالات ظاہری کو دیکھ جید علماء کی آنکھیں نمبرہ اور
حسن باطنی کو دیکھ کر اہل بصیرت حیران علم و ہدایت کا سرچشمہ جس سے ہزاروں علمائے
دین و شریعت فیض یاب اور لاکھوں شیعہ کا مان "حضرت سیراب زندگی کا ایک ایک لمحہ
وقف رضائے مولائے پلے پھرنے" اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے سونے جاگنے غرض کہ تمام
جزئیات حیات میں بیرونی سنت کا التزام بات حیثیت میں تحریر و تقریر میں نثر و نظم میں
خیال و تصور میں غرض ہر امر میں شریعت مطہرہ کا احترام یہ ہیں وہ اوصاف جنہیں ہر
دیکھنے والی آنکھ اس مقدس ذات میں دیکھتی رہی۔

جس زمانہ میں اس ہادی شریعت اور ماحی بدعت کا ظہور ہوا وہ زمانہ ہندوستان میں

نعت رسول مقبول ﷺ

لوگ کہتے ہیں تمنا موت کی اچھی نہیں
کیا کروں، خبر نئی میں زندگی اچھی نہیں
آپ تو ایسا پڑ گیا ہے درد مولا کا مزہ
دل کی حالت ہو اگر اچھی بھلی، اچھی نہیں
روتے ہیں خبر نئی میں روتے روتے مر نہ جائیں
بہنے والو! رونے والوں سے ہنسی اچھی نہیں
جان دینا ہے خدا کو، دل نئی کو دے چکے
جانے والے جان سے دل بنگلی اچھی نہیں
روضہ اچھا، زائر اچھے، اچھی راتیں، اچھے دن
سب کچھ اچھا، ایک نصرت کی گھڑی اچھی نہیں
لوا شادی داوہ عشر نے مجھ کو فردا بزم
المدد یا سیدی! یا سیدی! یا سیدی
کوئی روضے میں خبر گردو خدا کے واسطے
آج حالت حافظ بیمار کی اچھی نہیں
کلام حافظہ جلی بیتی

دین و ملت کے لئے بہت نازک زمانہ تھا بہت پر آشوب وقت تھا۔ ہر طرف فتنہ و فساد ہر سمت دین میں رخنہ انداز یاں کہیں دہریت و غیریت کا زور نہیں کا دیا نیت کا فتنہ کہیں خدا کے منکر تو کہیں رسول کے منکر رب العالمین نے کریم فرمایا اور رحمتہ للعالمین کا ایک سچا غلام۔ سچا عاشق پیدا فرمایا۔

ہزاروں سال غمگس اپنی بے ثوری پر روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مجھے ان اوراق میں سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدارج عالیہ کا خطبہ پڑھنا یا ان کے کمالات صوری و معنوی پر تعقید لکھنا مقصود نہیں ہے اور نہ یہ میرا منصب ہے اس سے بڑے کام کو وہی لوگ انجام دے سکتے ہیں جو درحقیقت بڑے ہیں مجھ جیسا کم لیاقت اور بے بضاعت انسان بھلا سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و محامد پر کیا قلم اٹھا سکتا ہے۔

مجھے آپ کے جس وصف نے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ ان کا جذبہ عشق رسول اور ان کی جس تعظیم نے میرے قلب پر گہرے نقوش بنائے ہیں وہ ہے ان کے لغتہ کلام کا مجموعہ حدائق بخشش یہ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے اور اس کی تاریخ شاعت ۱۳۲۵ ہجری ہے۔

حدائق بخشش، لکھائے نعت و منقبت کا ایک ایسا حسین و دلکش گلہرست ہے کہ جس کا جواب ہندو پاکستان میں نہیں بلکہ عرب و غم میں مشکل سے نکل آئے گا۔ حدائق بخشش، خسرو اکلم خن عدا ح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء و شہداء و شہداء یعنی صبرا مصلطی رضائے بلندی کے عشق بھرے دل و دماغ کی تخلیق ہے جس طرح آپ امام اہل سنت ہیں اسی طرح ان کا کلام بھی، کلام خن کا امام ہے اور حدائق بخشش پر کلام الامام الامام الکام کا مقلد حرف بحرف صادق آتا ہے کیونکہ دراصل یہ کلام مشہد ہدایت ہے تمام مداحان رسول کے لئے۔

اوردو شعراء کے تذکروں اور تاریخ ادب اردو کی کتابوں میں رضا بریلوی کا نام

عراق کی فہرست میں نہیں ملتا۔ یہ بالکل صحیح ہے تمام اہل علم و اہل قلم اعلیٰ حضرت کے حجب سے واقف ہیں ان کے دل و دماغ پر اعلیٰ حضرت کی بزرگی اور عظمت کا سکہ بیٹھا ہے اور وہ سب بجا طور پر سمجھتے ہیں کہ شعراء کی ذہل میں اعلیٰ حضرت کو شال کرنا ہے لی ہے اور ان کی اعلیٰ شان کے منافی ہے کہ کہیں اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ خسرو اکلم خن کی شاعری سے نااہل ہے، رموز و نکات شعر سے ناواقف ہے۔ نہیں نہیں! رضا کو فن شعر پر باری قدرت حاصل ہے بلکہ ملک خن کی شاہی رضا کے لئے اسلم ہے۔

ملک خن کی شاہی تم کو رضا سلم جس ست آگے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں یہ شاعرانہ نقل نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے رضائے قریب تمام امتیاز خن میں طبع ازلی فرمائی ہے غزل، قصیدہ، مثنوی و مستزاد قطعات و رباعیات غرض جس میدان کی طرف آگے گئے ہیں سکے بٹھا دیئے ہیں مضامین کی کثرت ہے، زور بیان ہر درجہ اتم ہے اصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے ہیں۔ حمد و نعت، منقبت، سلام و درود و دعا و التجا حقیقت، حضرت، معجزات و کرامات، آیات قرآنی و احادیث نبوی کی شرح وغیرہ اس قدر مضامین ہر نوع کے حیرت ہوتی ہے تشبیہات و استعارات کی غدرت، مثالیہ بدائع کا حسن، توانی و زور، تسلسل بیان، آمزاج، جوش و جذبہ و الہام، عقیدت و ارادت، غرض کہ یہ سب بڑی اعلیٰ حضرت کے کلام میں پائی جاتی ہیں اور اس کے علاوہ بہت سی ایسی چیزیں بھی ہیں اور چند ایسے امتیازی خصائص بھی ملتے ہیں جو دیگر شعراء کے کلام میں دھوڑے سے نہیں ملتے۔

اعلیٰ حضرت پیش در شاعر نہیں بلکہ نعت گو شاعر ہیں ان کا میدان شاعری نعت سرور و نعت ہے یہ میدان اس قدر وسیع ہے کہ اس کی وسعت و پرتائی کا اندازہ لگانا مشکل ہے جس طرح میدان نعت گوئی وسیع ہے اسی طرح و قیغ بھی ہے محبوب رب العالمین کی ثناء و وصف سے بڑھ کر اور کونسا کلام ہو سکتا ہے۔ خود خلاق دو عالم بھلا نعت گو ہے اور امام اللہ حمد و نعت کی جامع کتاب ہے۔

از ابتدا تا آخر سارا کلام ربی یا حمد کہریا ہے یا نعت مصلطی ہے

یوں کام میں خود بخود بر عمل کوئی محاورہ ضرب البش روزمرہ یا صنعت آجائے تو مضائقہ نہیں۔ لیکن بعض اوقات مذاق زمانہ یا فرمائش احباب سے مجبور ہو جانا پڑتا ہے۔ چنانچہ رضا کے نعتیہ دیوان میں بھی ایک غزل کے تمام اشعار میں صنعت تلمیح اسی قسم کی مجبوری کی وجہ سے نظر آتی ہے۔ صرف تین شعر ملاحظہ ہوں اس میں عربی فارسی ہندی اور اردو چار زبانوں کو ہر شعر میں جمع کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

- ۱- لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج توڑے سرسوں تھہ کو شہ دوسرا جانا
 - ۲- البحر علا والموج طعمه من بیکس و طوفاں ہوشربا
منہار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا
- مقطع میں فرماتے ہیں۔

لبس خامہ خام نوائے رضیانہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرآ

ارشاد احباب طاق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا
بڑی بڑی سنگار زینوں میں اور مشکل مشکل ردیف و قافیوں میں بھی نہایت عمدہ پر
کیف اشعار لکائے ہیں۔ معراج کا مضمون ہے بندہ اللہ سے ملنے جاتا ہے گویا جلوہ ظاہر
لہ باطن میں گم ہونے جا رہا ہے۔ فرماتے ہیں۔

معجزہ شق القمر و رجوع الشمس محاورہ و روزمرہ کا استعمال

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا لہ باطن میں گئے جلوہ ظاہر ہو گیا
تیری مرضی کا کیا سورج پھرا اٹنے قدم تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا
بندہ گئی تیری ہوا سادہ میں خاک اڑنے لگی بڑھ چلی تیری نیا آتش پہ پانی بھر گیا
اس شعر میں اردو عناصر ہوا، خاک، آتش، پانی سب کو جمع فرما دیا اور ہوا بندہ جانا، خاک
اڑنا پانی پھرنا محاورات کس خوبی سے نظم فرمائے ہیں اور ذرا بندہ جانا، اڑنا، چلنا، پھرنا پر بھی
غور فرمائیے۔

ت و نا کا می

وہ آکھ کہ ناکام تمنای رہی ہائے وہ دل جو ترے در سے پر رمان گیا
ن ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا
ن دل ہوش و خرد سب تو مدے پہنچے تم نہیں چلنے رضا سارا تو سامان گیا
ن یوسف پہ کلین مصر میں انگشت زنان سر کٹائے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

کامل

اس شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ ایسے مقابل سے ہے جو حضور پر نور
پر عالم سلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر دالیت کرتا ہے (۱) وہاں حسن یہاں نام
(۲) وہاں کتنا کہ عدم قصہ پر دال ہے یہاں کتنا کہ قصہ و ارادہ داتا ہے (۳) وہاں مصر
یہاں عرب کہ زمانہ جاہلیت میں اس کی سرکشی و خود سری مشہور تھی (۴) وہاں انگشت
یہاں سر (۵) وہاں زنان یہاں مردان (۶) وہاں کشیں کہ ایک بار وقوع داتا ہے یہاں
ناتے ہیں کہ استمرار پر دلیل ہے۔

فصاحت و بلاغت

مرتابدم ہے تن سلطان ز من پھول لب پھول دامن پھول دهن پھول بدن پھول
اللہ جو مل جائے مرے گل کا پینہ مانگے نہ کسی نہ بھر چاہے دلہن پھول

حسن تغلیل

ہے کام الہی میں شمس و قمر تھے نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز ہے تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

قرآن نے نعت گوئی سکھائی

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

(۱) شہر کی قسم رب ذاک و تعالیٰ کھاتا ہے القسم بهذا البلد وانت حلق بهذا البلد مجھے اس شہر کی قسم ہے اس لئے کہ اے محبوب تو اس شہر میں تشریف رہا ہے (۲) یا رب ان ہولاء قوم لا یؤمنون یعنی مجھے رسول کے اس کہنے کی قسم ہے کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے (۳) لعمرک اھم لفی مسکوکھم یعمھون اے محبوب مجھے تیری جان نذیر کی قسم کہ یہ کافر اپنے نئے میں اندھے ہو رہے ہیں۔

سلامت

اکی تھک نے دل کے غمے کھلا دیے ہیں جس راہ چل گئے ہیں کوپے بسا دیئے ہیں اک دل ہمارا کیا ہے آذر اس کا کتنا تم نے تو چلے پھرتے مردے جلا دیئے ہیں ان کے ٹار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ جانے کا عزم

حاجو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو پوری غزل نہایت پر کیف اور ایمان افروز ہے طوالت کے خوف سے چھوڑتا ہوں۔

حسن و لطافت

کیا غل ذوق افرا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ قرض لینی ہے گنہ بہیز گاری واہ واہ خاصہ قدرت کا حسن و دستکاری واہ واہ کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ اٹک شب بھر انتظار غلومت میں نہیں ہیں فدا پائے اور یوں اختر شکاری واہ واہ انگلیاں ہیں فیش پر ٹوٹے ہیں پیاسے بھوم کر ندیاں بختاب رمت کی ہیں جاری واہ واہ

اس طرح روضہ کا نور اس سمت منبر کی بہار
جگ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

صنعت بجمع و صیغ اور جوش بیان

زور بیان جوش عقیدت اور لطف زبان اور مختلف صنائع بدائع مثلاً بجمع، ترصیع، اشتقاق، تسمیق الصفات وغیرہ کے ساتھ ساتھ نعت کے مضامین کو کس روانی کے ساتھ بیان فرمایا ہے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

زمین و زمان تمہارے لئے سکین و مکاں تمہارے لئے
جنیں و چٹاں تمہارے لئے، بنے دو جہاں تمہارے لئے
فرشتے خدم رسول حشم قمری ام غلام کرم
وجود و عدم حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے
جہاں میں چن چن میں کن کن میں بچین بچین میں دولہن
سزائے محن پہ ایسے فن یہ امن و اماں تمہارے لئے

اعلیٰ حضرت کے مخصوص رنگ کے چند قصائد

حدائق بخشش حصہ اول میں تین بڑے قصیدے ہیں جن میں اعلیٰ حضرت کا خاص رنگ پایا جاتا ہے یہ قصائد بلکہ غنیوں کے حامل ہیں روانی و جوش جذبہ عقیدت، شلسل کلام، تخیل و عموکات، تہنیتات و استعارات، روزمرہ و محاورہ صنائع لفظی و معنوی غرض کہ تمام ادبی محاسن کے ساتھ ساتھ جذبہ عشق رسول قرآن و حدیث کے مضامین اگر ملاحظہ کرنا ہوں تو پڑھئے "حاضری بارگاہ بکین جاہ" وصل اول رنگ ملی اور پھر دوسرا قصیدہ اسی برقوائی میں وصل دوم رنگ عشقی جس کا تاریخی عنوان ہے "حاضری درگاہ ابدی پناہ" ۱۳۲۳ ہجری ان دونوں قصیدوں کے بیشتر اشعار ایسے ہیں جن میں قرآن و حدیث اور تاریخ و سیرت نبوی کے متعلق مضامین کثیرہ کو ایک ایک شعر میں قلمبند کر دیا ہے گویا کوزہ میں دریا سو دیا ہے صرف چند اشعار بطور نمونہ پیش کرتا ہوں

پہلا قصیدہ رنگ علمی

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے جس پر تار جان فلاح و فخر کی ہے
من زار ترقی و بہت لہ شگافتی ان پر درود جن سے نوبہ ان بشر کی ہے
حدیث میں فرمایا ہے من زار قریبی و بہت لہ شفاعتی جو میرے مزار پاک کی
زیارت کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

کعب بھی ہے انہیں کی چلی کا ایک ٹل روشن انہیں کے کس سے پتی جر کی ہے
مولیٰ علی نے داری تری نیند پر نماز اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ فکر کی ہے

دوسرا قصیدہ رنگ عشقی

بھینچی سہائی منج میں غنڈک جگر کی ہے کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے
ہم جائیں اور قدم سے لپٹ کر حرم کہے سوچا خدا کو یہ عظمت کس سفر کی ہے
ہاں ہاں وہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ اور پاؤں رکھنے والے یہ جاچم و سر کی ہے
اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے
عشاقِ روضہ سجدہ میں سوئے حرم بچکے اللہ جانتا ہے کہ نیت کدھر کی ہے
طیبہ میں مرے غنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند سیدیٰ سرک ہے شہر شفاعت مگر کی ہے
مانگیں گے مانگے جائیں گے مانگے گے مانگیں گے سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے
پورا قصیدہ عشق میں ڈوبا ہوا ہے پڑھ کر وجد طاری ہو جاتا ہے اور ایک اشعران
دانوں قصائد کا ایسا ہے کہ علماء اور داعین کے لئے تقریر کا مستقل عنوان بن سکتا ہے جس
پر کھنٹوں تقریر کی جاسکتی ہے۔

معراج نظم

یہ معراجیہ قصیدہ بھی اپنا جواب نہیں رکھتا۔ پورے واقعہ معراج کو جس حسن و لطافت
کے ساتھ بیان کیا ہے پڑھنے سے قلعہ رکھتا ہے۔ ان اوراق میں بیان کرنے کی گنجائش
نہیں چند جتہ جتہ اشعار لکھے جاتے ہیں۔

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نے نرالے طرب کے سماں عرب کے مہمان کیلئے تھے
وہاں قلم پر یہاں زمیں پر رہی تھی شادی بچی تھی دھوئیں
ادھر سے انوار پھٹتے آتے ادھر سے نعمت اٹھ رہے تھے
جلی حق کا سہرا سر پر صلاۃ و تسلیم کی چھادر
دور دیہ لہری پرے ہما کر کھڑے سادی کے واسطے تھے
نماز اٹھتی میں تھا یہی سرعیاں ہو معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے
تھکے تھے روح الامیں کے بازو چھتاوہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہ حسرت کے داولے تھے
جھکا تھا مجھے کہ عرش اعلیٰ گری تھی سجدہ میں بزم بالا
یہ آنکھیں تھمیں سے مل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے
بڑھ اے محمد قریب ہو احمد قریب آ سرور مجد
تار جاؤں یہ کیا خدا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مرے تھے
تارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لہن ترانی کہیں تھانے وصال کے تھے
خود سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گاں سے گزرتے گزرتے والے
پڑے ہیں یاں خود بہت کوالے کے تباہ کدھر گئے تھے
وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملے اسی سے انکی طرف گئے تھے

قصیدہ نور

یہ معلوم ہوتا ہے کہ نور کی زمین ہے نور کا آسمان ہے ہر طرف نور ہی نور ہے چند
شعار ملاحظہ ہوں۔

صبح طیبہ میں ہوئی جتا ہے باڑا نور کا
بارغ طیبہ میں سہانا پھول نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پرستی ہیں کلہ نور کا
نور دن دوتا ترا دے ڈال صدقہ نور کا
میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
تیرے ہی جانب ہے پانچوں وقت کدہ نور کا
رخ ہے قبلہ نور کا ایرو ہے کعبہ نور کا
خش دل شکوہ تن سینہ زجاہ نور کا
تیری صورت کیلئے آیا ہے سورہ نور کا
جو گما دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

قصیدہ سلام

بارگہ رسالت پناہ میں ہزاروں لاکھوں سلام لکھے گئے پڑے گئے لیکن اعلیٰ حضرت
کے اس سلام کا جواب آج تک نہ آ سکتوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا شہنشاہِ سخن کی قادر
الکلامی اگر دیکھتا ہو تو اس سلام کو پڑھئے اور انصاف کیجئے کہ یہ شاعرانہ تہلی نہیں بلکہ
حقیقتِ حسی جو رضا کی زبان سے نکل گئی تھی۔

ملکِ سخن کی شایِ تم کو رضا مسلم جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں
روانی اور جوش کا یہ عالم ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دریا ہے جو امتداد چلا آتا ہے۔ اگر
صرف اس ایک سلام پر تبصرہ کیا جائے تو پورا جملہ بھر جائے اور حق تبصرہ ادا نہ ہو۔ پیاری
پیاری ترکیبیں، نغمے، نغمے استعارے سرکار کے اعلیٰ مدارج، معجزات سرکار ابد قرار کے ہر
ہر مومنے تن پر سلامِ حیات طیبہ کی ایک ایک آن اور ایک لہجہ پر سلامِ سرکار کی ہر آواز پر
سلامِ سرکار کے اصحاب و عزت پر سلامِ اہل بیت نبوت پر سلامِ سیدہ طاہرہ ملکہ جنت پر
سلامِ حسن بھٹی رشید کر بلا پر سلامِ امہات المؤمنین پر سلامِ جانِ ثار دان بدر واحد پر درود
عشرہ مبشرہ پر سلامِ خلفائے راشدین پر سلامِ تمام صحابہ کرام پر سلامِ حضورِ غوثیت مآب
کی بارگاہ میں سلامِ عرض کہ ان کی ساری امت پر لاکھوں سلام اس سلام میں تقریباً پونے
۱۰۰ سو اشعار ہیں اور ہر شعر ہر مصرعہ ہر ترکیب ہر لفظ کہہ رہا ہے کہ ”کلام اللہ امام
الکلام“ چند اشعار لکھتے جاتے ہیں۔

سلفی جان رمت پہ لاکھوں سلام
شہر یار ازم تاجدار خرم
شب سرا کے دو لہا پہ دائم درود
نوشہ بزم جنت پہ لاکھوں سلام
ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی شردت پہ لاکھوں سلام
ان کے بعد حضور کے آل و اصحاب وغیرہ سب پر سلسلہ وار سلام کیجئے ہیں اور پھر تمام
اہل سنت پر اور اپنے استاذانِ باپ بھائی بہن اہل و عیال پر اور اعراس فرماتے ہیں۔
ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

درود

اعلیٰ حضرت کے سلام کی طرح آپ کا قصیدہ درود بھی لا جواب ہے۔ اس میں
اپنے مجزو نیاز اور سرکار سے انتہا و استمداد کا پہلو بہت نمایاں ہے یہ درود اعلیٰ حضرت کی
ہدیت ہے اور تمام ظاہری و باطنی، صوری و معنوی اور داخلی و خارجی خوبیوں کا حامل ہے
چند شعر ملاحظہ ہوں۔

بجئے کے بدر الدجی تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود
اور کوئی غیب کیا تم سے نہیں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چاہتا تم پہ کروڑوں درود
دل کرد خنثا سرا وہ کف پا چاند سا
نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروڑوں درود
اس سے کوئی نہ پاس ایک تمہاری ہے آس
بس ہے یہی آسرا تم پہ کروڑوں درود
خلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم
تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں درود
آنکھ عطا کیجئے اس میں ضیا دیجئے
جلوہ قریب آ گیا تم پہ کروڑوں درود
ہم وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

فارسی کلام

اعلیٰ حضرت کو فارسی پر پورا عبور حاصل ہے فارسی میں غزلیات، قصائد، رباعیات،
تکلیعات، مستزاد مشغوی سب لکھا ہے اور بہت خوب لکھا ہے ایک مشغوی ردائیاہ میں

ااجواب ہے۔ اکیسر اعظم یعنی قصیدہ در منقبت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت خوب ہے اس قصیدہ کے صرف دو شعر بطور نمونہ کلام پیش کرتا ہوں۔

میر میراں میر میراں یا شدہ بیباں توئی
انس جان قدسیاں و غوث انس و جاں توئی
سرتوئی سرور توئی سررا سرور ساماں توئی
جاں توئی جانیاں توئی جاں را قرار جاں توئی

انتیازی خصوصیات

میدان نعت و منقبت میں شہنشاہ نعت گویاں یعنی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا کوئی حریف مقابل نہیں آپ کا پاکیزہ کلام دوسرے نعت گو شعراء کے لئے مشعل ہدایت ہے آپ کی چند انتیازی خصوصیات ہیں جو دوسرے شعراء میں کم نظر آئیں گی۔

(۱) احترام شریعت الفاظ میں تجلیل میں ہر جگہ ملحوظ رکھا ہے اللہ کے محبوب کے لئے ایسے الفاظ اور ایسے استعارے استعمال ہیں جو انتہائی ادب و محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں جس کی بیشمار مثالیں آچکی ہیں۔ تمام کلام شروع سے آخر تک پڑھ جائیے لفظ یشرب کہیں نہ پائیے گا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدم ناز سے تمام برائیاں اور بیماریاں کو دور کر کے یشرب کو طیبہ بنا دیا ہے۔

(۲) حفظ مراتب خدا رسول خدا انبیاء صحابہ اولیاء اذان سب کے مراتب کا خیال رکھنا۔ اکثر شعراء جوش عقیدت میں اولیاء کو صحابہ کرام اور انبیاء پر فضیلت دے دیتے ہیں۔ یہ صحابہ کرام کے فضائل بیان کرنے میں دیگر انبیاء پر فضیلت دے دیتے ہیں یا نبی الانبیاء سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ دیگر انبیاء کے کرام سے اس طرح کرتے ہیں کہ ان کا احترام باقی نہیں رہتا۔ اعلیٰ حضرت کے کلام میں یہ بات ہرگز نہ پائیے گا۔

(۳) اکثر شعراء کعبہ عرش حرم مسجد جنّت رضوان اسلام وغیرہ کی حرمت پر غصے لگاتے ہیں اور بت خانہ میتانہ کفر و زنا وغیرہ کی عظمت ثابت کرتے ہیں یہ بہت متعجب چیز ہے اس قسم کی لغویات سے اعلیٰ حضرت کا کلام بالکل پاک ہے۔

(۴) اعلیٰ حضرت کا کلام جھوٹ 'مبالغہ' اور ریا سے بالکل منزہ ہے۔ ہر جگہ خلوص صداقت اور جذب دل کی ترجمانی ملے گی۔

(۵) عقائد اہل سنت کی تبلیغ اور اطاعت و محبت رسول کی تلقین اور عقائد باطلہ کی تردید بھی اعلیٰ حضرت کی خصوصیت ہے۔

(۶) سرکارِ غوثیت آپ میں ہے انتہائے زندانِ عقیدت بھی آپ کی انتیازی شان ہے۔

(۷) نغماں کی نبوی کو دلائل سے ثابت کرنا سرکارِ رسالت کے مدارجِ عالیہ حضور کے اقتدار اور علم وغیرہ کے ذکر میں جہاں انتہائی جوش و جذبہ کا اظہار کیا ہے وہاں اس خیال سے کہ کسی ناظم کو مبالغہ کا شبہ نہ ہو مومنوں کو دلائل سے ہمکنار کر دیا ہے مثلاً۔

میں تو مالک الی کوں گا کہ وہ مالک کے حبیب یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود (۸) اکثر اشعار کے یہاں جو نکل سخوری کے آفتاب و مہتاب کہلاتے ہیں نعت و منقبت کے مضامین میں خلوص اور دلی جذبہ نہیں پایا جاتا۔ بلکہ تصنع، تکلف اور بناٹ ہے۔ اعلیٰ حضرت کا کلام سرتا پادلی جذبات کی نگارش ہے۔

(۹) اعلیٰ حضرت کے نعتیہ قصائد غیر ضروری اور نامناسب تمہید اور تشہیب سے شروع نہیں ہوتے۔ جیسا کہ بہت سے فارسی وارد و بلند پایہ شعراء کا طریقہ ہے۔

مختصر یہ کہ اعلیٰ حضرت کا کلام ہر قسم کی تمام اغزشوں اور اغوشوں سے بالکل پاک ہے۔ آپ سچے عاشقِ رسول ہیں اور حکمِ مولا کے خلاف ہرگز نہ کوئی کام کرتے ہیں نہ بات کرتے ہیں۔ آپ کا کلام نعت صاحبِ لولہا کا اموں خزانہ ہے۔ قرآن و حدیث کی محبت بھری نقیر ہے اور ہر صاحبِ ایمان مسلمان کو جان سے زیادہ عزیز ہے۔ میں اپنے مضمون کو اعلیٰ حضرت کی ایک رباعی پر ختم کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ ان ساتھیوں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ
اللہم صل وسلم وبارک علیہ

ضرورت مجدد

دنیا کی تمام قوموں میں مذہب ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے ہر قوم نے اپنے مذہب کی صداقت پر اس طرح یقین کیا ہے اور اس کے اصول کو اتنا عزیز رکھا ہے کہ اس کے خلاف آواز سن کر اور اس کے اصول مننے دیکھ کر تڑپ مٹی ہے خصوصاً مسلمانوں کو مذہب اور بھی ہر چیز سے محبوب و عزیز تر رہا ہے۔ اصولاً ہونا بھی چاہیے کہ کیونکہ مسلم قوم کی تیسری نسل خاندانی، ملکی بنیاد پر نہیں بلکہ اس کی قومیت کا عنصر اور فقیر صرف مذہب ہے قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں۔

اسی لئے جب کبھی کسی بدعنوان کے ہاتھوں مذہبی اصول مننے نظر آتے۔ سر فرشتاں اسلام نے سر جڑ کی بازی لگادی اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا کر قوانین اسلام کو مٹنے سے بچالیا۔

دشت کربلا میں ترپے ہوئے لاشے بہتے ہوئے خون نیزوں پر بلند ہونے والے سڑ اور ایک ایک ذرہ گواہی دے گا کہ بخش اسلام کی سیرانی فرات کی تیز تند موجوں سے نہیں۔ بلکہ نوبہ لان خاندان رسالت کے پاک ابو سے ہوئی ہے۔

یزید تخت حکومت پر بیٹھنے کے بعد کھیل کھیلایا۔ اس کے شرکی قوتیں اس طرح ابھر آئیں کہ قمار بازی و شراب نوشی کی ترویج قوانین اسلام کی بے حسنی حارم سے شادی بیاہ اس کی زندگی کا مشغلہ بن گیا۔ ایسی صورت میں ضرورت تھی کہ شاہانہ شکوہ لے کر کوئی ایسا محافظ اسلام اور مجدد پیدا ہو جو باطل کی قہرانی طاقت سے قطعاً خوف نہ کھائے اور تعلیمات اسلام کو غلط تراش خراش سے پاک کر کے صحیح طور پر دنیا کے سامنے پیش کر

اس فریضہ کو ادا کرنے کے لئے وہ ہستی بڑھی جو فطری جلو میں شاہانہ کروفر رکھتی تھی قی جس کے گھر سے دنیا کو درسِ ہدایت ملا تھا وہ ہستی تھی حضرت امام حسین علی ہدہ اسلام کی کہ آپ سے زیادہ روح اسلام سے واقف ہو سکتا تھا۔ آپ نے آگے اہ کر یزید کے ہاتھوں قوانین اسلام کو پامال ہونے سے بچا لیا اور اپنے خون سے طاقت اسلام کا حق ادا کر دیا۔

امام ست حسین بادشاہ ست حسین دیں ست حسین دیں پناہ ست حسین سر داو نہ واو دست در دست یزید تھا کہ بناء لا الہ ست حسین اس طرح مختلف دور میں اسلام کے چشمہ صافی میں آئینہ نشین ہوتی رہیں۔ کبھی جانی منطلق و فلسفہ کے اصول سے اسلام پر حملے ہوئے اور کوشش کی گئی کہ اصول اسلام کو لٹا ثابت کر دیا جائے۔ خود علماء اسلام اس قدر مرعوب تھے کہ چاہتے تھے منطلق اصول طریقات اسلام منطبق کر دیا جائے۔ ایسے وقت میں جیتا الاسلام امام خزانہ رحمت اللہ تعالیٰ کی یہ شخصیت سامنے آئی اور منطقی اصول سے منطقی مباحث کی بجائے اذیت رکھ دی اور اسلام کے عقائد و اساسیات کی ایسی تعبیر پیش کی کہ پھر وہی اسلام کا پاک اصول غلط ابھرنے لگا۔ اب تک ہر کو سامنے آ گیا۔ مگر آہ قوم کی غفلت شعاری سے فلسفہ رہ گیا تلقین ادا کی نہ رہی۔

ہندوستان میں اگرچہ پہلی صدی ہجری میں شعاع اسلام پھیل چکی تھی مگر ریاستان لحد سے آگے نہ بڑھ سکی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ جاہلین اسلام کے ذریعہ پورے ہندوستان میں اسلام کی روشنی پھیل گئی۔ اس ملک کی بدعتی کہیے کہ عرب فاتحین کے فیض سے تقریباً مکروم رہا اور ان کے بدلے ترکوں مغلوں کی گویا غیر اسلامی حکومت سے سابقہ پڑا۔ وہ بھی ایسے وقت میں یعنی تیسری صدی ہجری کے بعد جب کہ خود مراکز اسلام میں اغوطاط کا آغاز ہو چکا تھا۔ اور مسلمانوں میں بے عملی پیدا ہو چکی تھی ایسی شکل میں قاز کا گھرا ہوا اسلام کہاں تک اس ملک کے حصہ میں آ سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت جلد اسلامی

اسیاسات میں ہندو اشرسوم و عقائد داخل ہونے لگے۔ دسویں صدی ہجری میں جب کا دور آتا ہے تو یہ چیز اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔

خلافت و گمراہی کی حد ہو گئی۔ دین اسلام کے اصول میں ترمیم کی گئی بادشاہ کو مہیا کیا جانے لگے۔ حدود حلال و حرام رخصت ہو گئے۔ ہوائے فتنے کے ہاتھوں قوانین اسلام کی بے حسنی کا بازار گرم ہو گیا یہی حالات تھے جن میں مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے جو شریعت محمدی کے حمایت کے لئے اٹھے اور اس مجدد و وقت نے ان فتنوں کے خلاف علم اصلاح بلند کر کے آخر کار نام نہاد اسلامی حکومت کو بالکل کفر کی گود میں چلے جانے سے روکا اور اس فتنہ مظہم کے سلاب کے منہ کو پھیر دیا نیز بیت اور ارشاد کے ذریعہ تعلیمات اسلام میں پھر نکھار پیدا کر دیا۔

اس کے بعد پھر زمانے نے ایک پلٹا کھایا اس مرتبہ وہابیت اپنے دارالسلطنت نجد سے ہندوستان میں جنم لے کر عقائد اسلام کی تضحیک کے درپے ہو گئی۔ اس عیاری سے روح اسلام سلب کرنے لگی کہ مسلمانوں کو احساس بھی نہ ہو اور اسلام کا ڈھانچہ بے درج ہو کر رہ جائے۔

وہابیت کے مبلغ مولوی اسماعیل دہلوی نے اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ عقائد اسلام کی تنقید شروع کر دی۔ خالص اسلامی حکومت عقیدہ کے میں کفر و شرک کا فتویٰ لگا کر اس میں ترمیم کرنے لگے اور اس کے بجائے دوسرا خود ساختہ عقیدہ اسلام کے اندر ٹھونسے کی کوشش کی۔

مثلاً قرآن عظیم دیتا ہے۔ اغنہم اللہ و دوسلو من فضلہ ان کو اللہ اور اس کے رسول نے غنی کر دیا اپنے فضل سے قرآن کہتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت مند کر دیا۔ مگر وہابیت اسے شرک بتا رہی تھی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے ابوی الاکمرہ والاہوص واحبی العوتی باذن اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں میں اچھا کرتا ہوں باور زادانہ سے اور سفید دارغ والے کو اور مردوں کو کلا دیتا ہوں اللہ کے حکم سے قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف تہدست کرنے کی نسبت کر رہا ہے۔ مگر وہابیت شرک بتا

میں چنانچہ تقویۃ الایمان ص ۱۰۱ ہے۔

روزی کی کشائش اور بھی کرنی اور تہدست اور بھاکر دینا اقبال ادبار دینا حاجتیں نی پائیں تانی۔ مشکل میں دھیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء یا نبوت پر ہی کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تعریف ثابت کرے اور اس سے عزاداری لگے اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے سو وہ شرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ یہ سمجھے کہ مومنوں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے۔

مثلاً متعدد حدیثوں میں ارشاد ہے کہ حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں نے مکہ کو حرم کیا اس کے بول کے درخت نہ کاتے جائیں اور اس کا شکار نہ کیا جائے عادیث میں شکار نہ کرنا درخت نہ کاٹنا احترام ہی کی بنا پر ہے۔ مگر وہابیت اسے شرک بتا کر توپن کی تعلیم دے رہی تھی تقویۃ الایمان ص ۱۱ پر ہے۔ گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں کا شکار نہ کرنا درخت نہ کاٹنا یہ کام اللہ نے اپنی عادت کے لئے بنائے ہیں پھر جو کوئی کسی بغیر یا نبوت کے مکاتوں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اس پر شرک ثابت ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعلیم کے لائق ہے یا یوں کہ اس کی تعلیم سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک ہے۔

مثلاً حدیث تو یہ بتاتی ہے۔ ان اللہ حوم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء اللہ نے اپنے انبیاء کے اجسام زمین پر کھانا حرام کر دیا ہے۔ اللہ صی ہونی مگر وہابیت کے نزدیک حضور مرکشی میں مل گئے جیسا کہ تقویۃ الایمان ص ۱۰۱ میں ہے۔

اسی طرح تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زمان و مکان جت سے پاک ہے ہر اوراق و درختار و عالمگیری میں ہے اللہ تعالیٰ کے لئے جو مکان ثابت کرے کافر ہے۔ مگر وہابیت کے نزدیک یہ عقیدہ رکنا خلافت و گمراہی ہے چنانچہ انبیاء الحق ص ۱۳۶ ص ۱۳۷ میں ہے سر یہ اعتقادی از زمان و مکان و جہت و اثبات دعوت بلا جہت و محاذات ہمہ از قبل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس

عقائد و بیہ کی تیار۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تنظیم و توفیر جو دین کی بنیاد ہے مصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہر دوست دگر باندہ رسیدی تمام یونہی ست دلوں سے نکالنا وہابیت کا اہم فریضہ تھا۔ ایسے وقت میں دین حلیف کی حفاظت کے لئے پھر ایک ایسے مجدد کی ضرورت تھی کہ حالات کا پورا نباض ہوتا کہ وہابیت کی دھکتی ہوئی رگ پکڑ کر دنیا کے سامنے رکھ دے اور لوگ دیکھ لیں کہ کتنا نساہ پیدا ہو چکا ہے۔

پالا خرم و فضل کا آفتاب نصف النہار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائتہ حاضرہ "ولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ شہر بریلی شریف میں دس شوال المکرم ۱۲۷۲ھ روز شنبہ یوقت طہر جلوہ گر ہوا۔ حسن اتفاق کہ اس وقت آفتاب منزل غفر میں تھا جو اہل نجوم کے نزدیک بہت ہی مبارک ساعت ہے۔

تاریخی نام اختیار ہے نیز اعلیٰ حضرت نے مکتوبات شریف اپنا سن ولادت اس آیت کریمہ اولئک کتب فی قلوبہم الایمان الیدیہم بروح منہ سے استخراج فرمایا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ ان کی مدد فرمائی۔ چنانچہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اولئک کتب فی قلوبہم الایمان کا کشف کر کے یہ عارف باللہ خود اعلان کرتا ہے کہ اگر میرے قلب کے دو گڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الہ الا اللہ دوسرے پر لکھا ہوگا محمد و رسول اللہ اور اگر آیت کے دوسرے حصہ کی ناظرین تصدیق چاہتے ہوں تو آپ کی پوری زندگی کا جائزہ لیں کہ ہر بد مذہب پر ہمیشہ فتح و ظفر حاصل ہوئی پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں تعینات کے ذریعہ جہاں تشنگان علم کو سیراب کیا وہیں ائمہ و ارشاد کے ذریعہ ہر بد مذہب خصوصاً وہابیت کی دچی تکمیل کر رکھ دی اور پھر مائتہ علیہ واصحابی کے مصراط مستقیم وہابیت کی آلودگیوں سے پاک و صاف کر کے قوم مسلم کے سامنے پیش کر دی۔

آپ کی زندگی کی تفصیلی حالات و حمایت و حفاظت دین کے واقعات کے لئے ایک

دفتر کی ضرورت ہے لیکن آپ کی اس رہائی سے آپ کی زندگی کا اجمالی خاکہ سامنے آ جاتا ہے۔

نہ مرا لوش تجھیں زمرا نیش رطین
نہ مرا گوش بدے نہ مرا ہوش دے
منم و کج غوی کہ نہ منجد دروے
خبر من و چند کتاب و دوات قلمے

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
شفا سکوں حضور کے فیضان عام نے
دیکھا بحر کا نور زمانے کی شام نے
ہر ایسے حیات ہے سرمایہ نجات
جس پر دیا ہے رسول اہم نے
یوں دیکھتے ہیں روشہ الطہر کو اہل دل
گویا جناب سرور عالم ہوں سامنے
شاہین بارگاہ جبریت نہ تھی نفس
آنسو بنا دیا ہے اے احرام نے
حمید القاتل بنی لغزش قدم
آیا جب اُن کا دستِ کرم مجھ کو خانے
محبوب کبریا کی حیاتِ جمیل سے
پایا ہے افتخار ہائے دوام نے
سرکار کی نگاہ کرم ہے نصیر پر
سرکار کی شاہ جو کھلی ہے غلام نے
کلام حافظہ محمد فضل نقیر

حالات حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی (رحمہ اللہ تعالیٰ)

ولادت

مولانا عبدالحمید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوتے کی ولادت کی مسرت افزا خبر سن کر چند شکر ادا فرمایا، مگر غیب نے مبارکبادی کی "ظہور محمدی" ہوا یہی آپ کا تاریخی نام ہے اور سیر الاولیاء حضور اچھے میاں صاحب ہارودی نے اس موقع فضل و کمال کا نام "فضل رسول" رکھا اور معنوی طور سے اپنا فخر و قرار دیا۔ جس توہمال پر حضور اچھے میاں صاحب جیسے قلب و دقت کی نظر شفقت ہو اور حضرت مولانا شاہ عین الحق صاحب جیسے باپ کی محبت آمیز نگاہیں پڑتی ہوں اس کی آئندہ ترقی و عروج خود بخود آئینہ ہوتی جاتی ہے۔

ابتدائی تعلیم

بزرگی کے آثار بچپن ہی میں عازرہ رخسار بنے تھے چار برس کی عمر ہوتے ہی کتبہ کی رسم ادا ہوئی مقدس دادا نے رسم اللہ کا شروع کرانی کے پوتے کی زبان کو خزانہ علوم کی کلید بنا دیا تاجدار ماہرہ کی باطنی توجہ اور بزرگ دادا کی ظاہری تربیت سونے پر مہاکہ کا کام کر گئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت مولانا شاہ عبدالحمید صاحب نے فرمائی۔

تحصیل علوم کا ذوق

گیارہ برس تک مولانا کا آغوش محبت دامن گیر رہا۔ شفقت و پیار نے پیادہ پا قصد ہر آمادہ کیا۔ اس پر طرہ یہ کہ شخص توکل پر بے سروسامانی کے ساتھ گھر سے چل دیئے جاتے ہیں براہ و تائید شاہ جہاں پور ہو کر لوگ لکھنؤ جایا کرتے تھے۔ آپ بھی اسی راستے پر چلے۔ مصائب سفر کو جھیلنے ہوئے چوتھے دن حوالی لکھنؤ میں پہنچے شب گزاری کے بعد صبح کو سلطان العلماء حضرت مولانا نور الحق صاحب کی درگاہ میں داخل ہوئے۔ یکسا کہ مولانا خود جو چشم براہ کسی کی آمد کے منتظر ہیں۔ جس وقت آپ پر نظر پڑی کمال شفقت و محبت بڑھ کر سینے سے لگایا۔ پیشانی کو ہونٹ دیا۔ اکابر علمائے فرنگی محل نے یہ سن کر حضرت مولانا عین الحق عبدالحمید صاحب بدایونی کے صاحبزادے ہارہ برس کی عمر میں تحصیل علوم کے لئے تشریف لائے ہیں جوق جوق آنا شروع کیا اور ہر طرف سے شفقت و پیار کی نظر آپ پر پڑنے لگی۔ چنانچہ عین برس فرنگی محل میں رہ کر شفیق استاد کی مخلص مثنیات کے باعث جملہ علوم معقول و منقول سے فراغت حاصل کیا۔ یہاں تک کہ ہمدانی الشادی ۱۲۸ ۱۲۹ھ کا مہینہ آیا۔ جس میں حضرت قلب الافاق مخدوم شاہ عبدالحمید رودادی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک رودادی شریف میں ہوتا ہے استاد مطلق حضرت سلطان العلماء مولانا نور الحق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیارے شاگرد کو حکم دیا کہ رودادی شریف ہماری ہمرکابی میں چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ چنانچہ آستانہ پر حاضری کے بعد سلطان العلماء نے کھڑے ہو کر صاحب آستانہ سے استعانت و استمداد فرمائی اور مولانا افضل رسول کو پیش نظر بلا کر کھڑا کیا۔ اس کے بعد مولانا عبدالواسع صاحب مولانا عبدالواحد صاحب خیر آبادی مولانا ظہور اللہ صاحب فرنگی محل و دیگر اکابر مجلس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج یہ مجلس صرف اس لئے منعقد کی گئی ہے کہ آپ حضرات کے سامنے فضل رسول کا جملہ علوم و فنون میں امتحان ہو جائے۔ چنانچہ سلطان العلماء کے اصرار پر بعض علماء نے بعض مسائل پر گفتگو کی۔ جواب ملتے پر ہر طرف سے صدائے حمین و آفریں بلند ہوئی اس کے بعد سلطان العلماء نے رسم دستار بندی ادا فرمائی۔

عبدالواسع صاحب لکھنؤی

آپ علوم عقلیہ کے جید فاضل اور اپنے زمانے کے نامور اساتذہ میں شمار جاتے تھے۔ مدین پور کے رہنے والے تھے مولانا بحر اعلوم سے استفادہ علوم کے مشاہیر علماء کو علم کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ سلسلہ خاندان برکاتینہ میں حضرت سیدی آل رسول صاحب قادری ماریہودی نے بھی آپ سے استفادہ غلیہ فرمایا۔ مولانا عبدواحد صاحب خیر آبادی آپ مولوی محمد اعظم صاحب قادری سندیلوی کے جو ملازم اللہ سندیلوی کے ارشد شاگرد ہیں۔ ہمیشہ زادہ یعنی پانچواں اور اساتذہ انام مولانا فضل امام خیر آبادی کے استاد ہیں۔ یہ بھی اپنے زمانے میں فرد یکا تھے۔ مولوی امام العالم خیر آبادی جنہوں نے قصیدہ بردہ شریف کی شرح لکھی ہے آپ انہیں کی اولاد میں سے تھے۔ مولانا ظہور صاحب لکھنؤی آپ مولوی محمد ولی ابن مفتی غلام مصطفیٰ کے فرزند اور ملا محمد حسن لکھنؤی کے بیٹھے ہیں۔ ۱۳۷۷ھ میں پیدا ہوئے نواب سعادت علی خاں والی لکھنؤ کے عہد میں عہدۂ افتاء پر فائز ہوئے۔

مولانا فضل رسول حضرت سلطان العلماء کے ساتھ رودوی سے لکھنؤ واپس آئے اور اساتذہ کی قدم بوسی کے بعد بدایوں روانہ ہو گئے اور شادان و فرحان بدایوں شریف تشریف لائے۔ چھ امجد کی قدم بوسی حاصل کی تین سال کی محنت کا نتیجہ یعنی سند جمیل پیش کی مریدانہ شفقت کے ساتھ کمال سرت کا اظہار فرمایا۔

حصول فن طب

لیکن جوں محبت کے ساتھ فن طب کی تحصیل کا بھی سوال ہوا۔ جس نے نورانی خزمین دل پر برق شرباد کا کام کیا اور بدایوں شریف میں چند روز قیام فرما کر ریاست دھولپور روانہ ہو گئے۔ دھولپور پہنچ کر حکیم سید مہر علی خاں موہانی جو اس زمانے کے شہرہ آفاق طبیب تھے ان کے یہاں حاضر ہو کر کتب طب کا آغاز فرمایا ایک دن تحقیق نبض کی بحث آ گئی۔ بہت دیر تک حکیم صاحب سمجھاتے رہے مگر مولانا کی تسکین خاطر نہ ہوئی۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ نبض کی تحقیق کے لئے ضرورت ہے کہ طبیب کی انگلیاں کم از کم ستار کے پردوں کی شناخت رکھتی ہوں۔ حکیم صاحب کی زبان سے یہ فقرہ سننے

لاناکتاب بند کر دی اور مطب سے اٹھ گئے اسی وقت سے فن موسیقی کے کسی با نقص کی جستجو کرنی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ دھولپور سے گوالیار آ گئے۔ رہہ تہ بیوں میں اس فن کا ایک ماہر تھا۔ اس سے فن موسیقی میں مہارت نامہ حاصل کی اور بارہ گوالیار سے دھولپور واپس آئے اور دو سال کی محنت میں طبیب حاذق بن گئے۔ قدرت نے آپ کو وہ داغ عطا فرمایا تھا کہ اگر اسطوبھی ہوتا تو زانوئے ادب نہ بہا۔ بقراط وسقراط کے دماغ آپ کے ایک گوشے میں پڑے ہوئے نظر آتے۔

درس و تدریس

مولانا فضل رسول صاحب وطن آ کر اپنے آبائی قدم مدرسہ کو جو اس وقت تک حضرت بحر اعلوم مولانا محمد علی صاحب کے نام کی رعایت سے مدرسہ محمدی کہلاتا تھا۔ ترقی کا ایک خلعت جدید پہنا یا مسند درس آراستہ کی اور سلسلہ درس و تدریس شروع فرمایا اور مدرسہ محمدیہ کو مدرسہ قادریہ کے نام سے موسوم فرما کر علمی گھرانوں کو گمراہ مایہ دولت سے سرفراز فرمایا آج وہی درس گاہ مدرسہ عالیہ قادریہ کے نام سے حضرت مفتی اعظم بدایوں مولانا عبدالقدیر صاحب اداام اللہ علیم و فاضلیم کے زیر سرپرستی و زیر اہتمام حضرت علامہ خیر علی نظام الدین صاحب بدایوںی سرچشمہ علم ہو کر تشنگان علوم کو سیراب کر رہا ہے۔ ابھی آپ کا جلد درس ابتدائی حال میں تھا کہ آپ کی عالمگیر شہرت نے دیار علم میں دھوم مچا دی۔ طباطبائی کثرت سے شہر میں چہل پہل نظر آئے مگر مساجد طالب علموں سے معمور ہو گئیں اور کچھ دنوں کے بعد حرمین شریفین ابھی نشتوں سے مالا مال ہونے کے لئے مدینہ منورہ کے علمی تاجدار علامہ عالم کے سرتاج حضرت مولانا شیخ عابدی انصاری اور مکہ مکرمہ کے روشن چراغ امام الامامہ حضرت مولانا شیخ عبداللہ سراج کی خدمت میں حصول برکت کے لئے حاضر ہوئے اور جدید اسانید حاصل فرما کر دوبارہ مدرسہ میں مسند آراء ہوئے اب سے پہلے علوم ظاہری کا فیض جاری تھا اور اب باطنی کمالات کے سرچشمہ امنڈ پڑے گویا آپ کی ذات جمیع انجمن بن کر ظاہر و باطن کی نعمتوں کی قاسم بن گئی یہی علانے اہل سنت میں جنہوں نے مرثیہ بن پر علوم و فنون کی تحم پاشی کی۔

برائی برائی فرنگی ماریہ، کچھ پتھر شریف ہندوستان کے یہی وہ مقدس مقامات ہیں جہاں کی برکزیہ شخصیتوں نے علوم و فنون سے لوگوں کو آتشاکیا اگرچہ آج بھی علم کے بہت سے نام نہاد اڑے بن گئے ہیں لیکن وہ اپنے محسنوں کی تعلیم کو بھول کر ایسی پکڑ پٹری پر چل پڑے جس کی نظیر اسلام میں نہیں ملتی۔ کہیں میلاد و نیاز مباحثہ ہے اور کہیں مسئلہ علم فیہ اور فتنہ نبوت پر حجت و دنگرا، جب حیرت ہے۔ فتنہ ہار پتھر کی چہار دیواری سے اٹھایا جائے اور تاجدار اہل سنت مجدد دین ملت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلی رحمتہ اللہ علیہ کو معطون و مجسم کیا جائے اور جیسا کہ دوریدہ دینی سے یہ کہا جائے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے سرزمین ہند پر ایک آگ لگا دی۔ حالانکہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ رد وہابیہ کا سلسلہ تاجدار اہل سنت سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا۔ مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا فضل رسول بدایونی اور آپ کے ہم عصر دوسرے اکابر علماء نے وہابیہ کی بیخ کنی اور نہ صرف زبانی بلکہ رد وہابیہ کے لئے قلم بھی اٹھایا جو بصورت کتاب اب تک موجود ہیں یہ اور بات ہے اس وقت فتنہ وہابیہ کی ابتداء تھی اور اعلیٰ حضرت کے عہد قدس میں فتنہ وہابیہ اپنے شباب پر تھا۔ اس لئے اس کی مداخلت بھی اسی انداز سے کی گئی اور اعلیٰ حضرت کی شان تجدید کا ایک نمایاں حصہ ہے۔ جو ان کے عہد مآۃ حاضر ہونے پر روشن دیکل ہے۔ بات نہ بات پیدا ہوئی، مناسب ہے کہ ہند کے آخری تاجدار محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی ابو ظفر سراج الدین کے رد بار شافی کا وہ استثناء یہاں پر پیش کر دیا جائے جو مختلف فیہ مسائل پر مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت گرامی میں بھیجا گیا تھا۔ چونکہ اصل استثناء زبان فارسی میں بہت طویل ہے اس لئے اردو میں اختصاراً اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

استفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس شخص کے متعلق جو یہ کہتا ہے کہ دون متعین کر کے محفل مولود شریف متعقد کرنا گناہ کبیرہ ہے اور محفل مولود شریف میں قیام کرنا شرک ہے اور فاتحہ کرنا طعام و شیرینی پر حرام ہے اور اولیاء اللہ سے مراد چاہتا شرک ہے اور حسب دستور قدیم ختم میں پانچ آیتوں کا پڑھنا بدعت سیدہ ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا معجزہ حق نہیں ہے اور کہتا ہے تعزیہ کا بالقتل یا بلا قتل دیکھنا کفر ہے اور ہولی کا دیکھنا اور دوسرے میں سیر کرنا اگرچہ بلا ارادہ ہو تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت پر طلاق ہو جائے گی اور کچھ شریف و مدینہ منورہ کے خطہ میں کوئی بزرگی نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس زمین میں ظلم ہوا ہے۔ اور سننے میں آیا ہے کہ وہاں کے باشندگان ظالم ہیں۔ مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا۔ اور کہ معتقلہ میں عبداللہ ابن زبیر کو قتل کیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ سے باہر کیا پس ایسی صورت میں ان لوگوں کی اقتدار اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا یا مسلمانوں کو ان سے بیعت ہونا درست ہے یا نہیں اور شرع شریف کا ایسے لوگوں پر کیا حکم ہے و نیز ان کے متابعین پر کیا حکم ہے؟ فقط

نقل مہر حضرت غل سبحانی خلیفۃ الرحمنی بادشاہ دین پناہ و فقہ اللہ لما یحبہ و یرضاہ۔

محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی

ابو ظفر سراج الدین

الجواب

تابع الجول حضرت مولانا فضل رسول علیہ الرحمہ نے تقریباً پندرہ صفحات میں جواب تحریر فرمایا ہے۔ اتنی محابش نہیں کہ اصل جواب نقل کیا جائے خلاصہ جواب یہ ہے کہ ان مسائل میں جو مسلک تاجدار اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب کا ہے بعینہ وہی مسلک تابع الجول مولانا فضل رسول بدایونی کا ہے۔ جواز میلاد و جواز قیام و جواز استعانت جواز اولیاء اللہ و نیاز و قاضی شریعی و ہجرت قدم رسالت کے حق ہونے پر متعدد دلائل پیش فرمائے ہیں۔ تفصیل کے لئے اکمل التاریخ جلد دوم صفحہ ۱۵۴ تا صفحہ ۱۶۹ ملاحظہ فرمائیے۔

مجھے اس موقع پر صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اعلیٰ حضرت پر یہ محض بہتان و افتراء ہے کہ رد وہابیہ اعلیٰ حضرت نے شروع فرمایا۔ اعلیٰ حضرت سے بہت دنوں پہلے یہ آگ ہندوستان میں لگ چکی تھی۔ یہ تو رب کریم کا ہزار ہزار رحم و کرم ہے کہ ”ہر فرعونے را موی“ کے مطابق اس طاغوتی طاقت کو خائب و خاسر کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت جیسے برگزیدہ شخصیت کو ہند کا تاجدار بنایا۔ اس موقع پر مناسب ہو گا کہ ان علما نے اہل سنت کے نام نامی بھی تحریر کر دیئے جائیں جنہوں نے تابع الجول مولانا فضل رسول رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ پر تصدیق و تخطیبت فرمائے تھے۔

مولانا مفتی محمد صدر الدین صاحب صدر الصدور دہلی مولانا سید محمد صاحب مدرس مدرسہ عربیہ دہلی مولانا شاہ احمد سعید صاحب دہلوی مولانا محمد مظہر صاحب۔ مولانا محمد عمر صاحب مولانا محمد اکرم اللہ صاحب مولانا فرید الدین صاحب واعظ جامع مسجد مولانا حکیم محمد احسن اللہ خاں صاحب مولانا حکیم محمد امام الدین خاں صاحب مولانا قاضی احمد الدین صاحب قاضی محمد علی صاحب مولانا محمد عزیز الدین صاحب مولانا افضل حسین خاں صاحب مولانا سید بشیر علی صاحب امروہوی مولانا حیدر علی صاحب معتمد مفتی الکلام مولانا داؤد بخش صاحب مولانا حسن اہل خاں صاحب مفتی محبت اللہ صاحب۔

آپ ان دستخطوں سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ آج سے ایک صدی پیشتر جمہور علماء

جواز میلاد و قیام نذر نیاز احمداد و وسیلہ کے قائل تھے چند ہی ایسے بد باطن تھے جو رسول کے منکر اور ان کے عدم جواز کے قائل تھے۔

کرہ اساتذہ

سلطان العلماء حضرت مولانا نور الحق علیہ الرحمہ فرنگی محل کے حرم خانہ علم کے سرانج ہیں آپ کا نورانی شجرہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ پ ملک العلماء مولانا قلب الدین شہید سہاوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ اور مولانا سعید قدس سرہ کے پر پوتے ہیں۔ ۲۳ ربیع الاول شریف شب یکشنبہ ۸۳ ۱۲ھ میں پ کا وصال ہوا۔ بیکل شاعر نے تاریخ وصال اس طرح موزوں کی ہے

پے تاریخ زنجیش چوں بیکل

در معنی یہ کاک ہکری سفت

سروش غیب ناگہ یا دل زار

بوسے حق برینہ نور حق گفت

۱۲۸۳ھ

تذکرہ علمائے فرنگی محل

ملک العلماء مولانا قطب الدین شہید سہاوی

آپ علمائے فرنگی محل کے مورث اعلیٰ ہیں یہ عطاءے الہی آپ کے خاندان کے ساتھ مخصوص ہے کہ آپ کی اولاد میں اس وقت تک سلاسل علم و فضل چلا آتا ہے اکثر علمائے ہند کا سلسلہ تلمذ آپ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے اجداد میں شیخ علاء الدین اصراری ہرات سے نواح دہلی میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ وہاں سے ملا نظام الدین نے قصبہ سہالی میں آکر اقامت کی آپ نے ملا دانیال شاگرد مولانا عبدالسلام ساکن دیوا اور شیخ گھاسی شاگرد شیخ محبت اللہ آبادی سے انتساب علم فرمایا۔ (حضرت شیخ گھاسی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار پاک شہر الہ آباد محلہ انارہ میں ہے اور حضرت شیخ محبت اللہ آلہ آبادی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار پاک آلہ آباد محلہ کیٹ جج میں ہے اور شیخ جی کے آستانے میں ہندوستان کے مشہور شاعر اصغر گوڑوی مدفون ہیں)

آپ نے چار فرزند ملا احمد، ملا محمد، ملا محمد رضا، ملا محمد نظام الدین صاحب فضل و کمال کو اپنی یادگار چھوڑی جن کی اولاد اب تک دارت علم و دانش موجود ہیں۔ آپ کی شہادت ۱۹ رجب بروز دوشنبہ ۱۱۱۱ھ میں ہوئی سید غلام علی آزاد بکمرانی نے تاریخ وصال یہ فرمائی۔

قطب عالم شاہ شہید اکبر

ملا محمد سعید لکھنوی

آپ نے اپنے والد ماجد کی شہادت کے بعد ایک محضر تیار کیا اور دکن پہنچ کر حضرت نجی الدین اورنگ زیب عالمگیر رحمتہ اللہ کے حضور بطور استغاثہ پیش کیا وہاں

سلطانی سے فرمایا معافی فرمائی عطا ہوا۔ بعد واپسی فرنگی محل پر داخل ہو کر سب کو جہاں بلا کر رکھا۔ ملا شاہ احمد انوار الحق بن ملا احمد عبداللہ لکھنوی نے مولوی حسین اور ملا احمد حسن سے پڑھ کر اور مولانا بحر العلوم سے تکمیل کرنے کے بعد معقولات سے بالکل احتراز کر لیا تھا۔ ۶ شعبان ۱۲۳۶ھ روز سہ شنبہ آپ کا وصال ہوا مصرعہ تاریخی یہ ہے۔

رحمت حق بردار انور بعد

ملا احمد عبداللہ لکھنوی

آپ نے تکمیل علوم اپنے عم کرم ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہاوی سے کی آپ کی تصانیف سے شرح مسلم و حواشی زیادہ یادگار ہے۔ بحر علوم حضرت مولانا عبداللہ لکھنوی آپ ملا نظام الدین کی آخری عمر کی یادگار ہیں۔ سترہ سال کی عمر میں والد ماجد سے جملہ علوم کی تکمیل فرمائی چند وجوہ لکھنو سے جدا ہو کر حافظہ الملک نواب رحمت خاں کی کمال قدر دانی کے باعث شاہ جہانپور میں مدرسہ رہے۔ اس کے بعد فیض اللہ خاں والی رامپور آپ کو رامپور لے آئے یہاں سے قلت معاش کے باعث بہار منشی صدر الدین کے یہاں سلسلہ درس جاری فرمایا یہاں جب کچھ ان بن ہو گئی تو نواب علی غمر خاں والی کرناٹک نے آپ کو کھانبہت عزت و تکریم سے مدراس بلا لیا اور بحر العلوم کا خطاب دیا تمام عمر مولانا نے یہیں بسر فرمائی۔ تمام ہند میں کوئی اہل علم ایسا نہیں جو آپ کے فضائل علیہ کا قائل نہ ہو۔

۱۲ رجب ۱۲۳۵ھ میں آپ کا وصال ہوا آپ کی مشہور تصانیف کثیرہ آپ کی یادگار ہیں۔

حلقہ درس

مولانا فضل رسول صاحب کے علاوہ کا ذکر ایک مشکل اور دشوار کام ہے جس ذات گمراہی نے سلسلہ درس کو سر دفتر ہر حال میں جاری رکھا ہوا ہے اس کے علاوہ کا شمار احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ بعض مشاہیر علماء کا ذکر کیا جاتا ہے ناقص القنات جناب

مولانا ذہنی احمد اللہ خاں صاحب الہ آبادی دمشقی جناب عنایت رسول صاحب چڑیا کوٹی مولانا محمد فاروق مرحوم جو آپ کے برادر خود اور ارشد مقلدہ سے تھے جن کے شاگرد مولوی شبلی نعمانی اعلیٰ تھے جن کے انتقال کی خبر ۲۰ نومبر ۱۹۱۳ء اخبار "زمیندار" میں شائع ہوئی ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۲ء مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۱۳ء بروز چار شنبہ بوقت صبح فوت ہو گئے مولوی شبلی نعمانی یہ اگرچہ مولانا فضل رسول بدایونی کے تلامذہ میں سے تھے مگر ایک آزاد خیال جدید روش پر صاحب تصانیف کثیرہ گزرے ہیں۔ مولوی خرم علی حضرت سے منجھیل علوم کے بعد دینی پینچے دہاں مولوی اسماعیل دہلوی اور مولوی اسحاق دہلوی سے متاثر ہو کر توبہ کا رنگ قبول کر لیا مولوی مختار علی چوہدری اور بھی بہت سے نامور علماء ہند کو آپ کا شرف تلمذ حاصل رہا جن کی ایک طویل فہرست ہے۔

مشاغل طبیبہ

جس طرح تاج اللہ مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو درس نظامی کی کتب متداولہ پر عبور تھا اور اس فن میں شہرہ آفاق رہے اسی طرح طب میں بھی آپ نے اپنا ریکارڈ قائم کر دیا تھا۔ چنانچہ محالیت ہی کے سلسلے میں آپ کو بنارس کا سفر اختیار کرنا پڑا اور راجہ بنارس کی وہ ریزیڈنٹ لڑکی جس کے علاج سے عام اطباء و ڈاکٹر عاجز تھے اس کو حضرت ہی کے ہاتھ سے شفا حاصل ہوئی آپ کے دست شفا عجیب و غریب واقعات آج بھی اہل بدایوں کی زبان پر ہیں۔

سفر سراج

۱۲۵۵ھ میں سالہا سال کی ریاضت کے بعد عالم جذب بے خودی میں حج کا احرام باندھ کر تہیہ سفر کر دلی سے روانہ ہو کر دارالرحیم یعنی اجیر میں حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز کی حضوری میں شرف ہو کر احمد آباد گجرات ہوتے ہوئے سورت میں جلوہ افروز ہوئے۔ باوجودیکہ راہ میں آستانوں پر قیام اولیاء کرام کی زیارت کا اہتمام ملحوظ نظر تھا۔ پھر بھی چوبیسین کا سفر صرف سترہ دن میں طے فرمایا۔ سورت سے بذریعہ بحری جہاز

سے سفر فرمایا اور جدہ سے مکہ مکرمہ تک پیادہ یا سفر فرمایا۔ ۱۲۷۸ھ میں سفر عراق کا قصد فرمایا اور جوش عقیدت کے ساتھ بغداد شریف میں حاضری رکھی یہ سفر بھی اگرچہ پہلا سفر تھا لیکن دربار غوثیت سے جو عزت افزائی سرسرازی فرمائی گئی۔ انہیں کا حصہ تھا۔ حضرت نے بغداد شریف میں عمر تک قیام فرمایا۔ حضرت نقیب صاحب نے کمال کرم حضور پیران حیر کے باغی اشارہ سے مثال خلافت خاندانی عطا فرمائی اور اپنے فرزند اکبر سیدی سلیمان صاحب کو حکم دیا کہ آپ سے تلمذ و اجازت حاصل فرمائیں اس زمانے میں حضرت مفتی اعظم بدایوں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی اسی خاندان کے روشن چراغ ہیں۔ جو ہر سال شہنشاہ بغداد کے آستانہ ہوی کے لئے حاضری دیتے ہیں۔ خداوند کریم موصوف کے ظل عاقلہ بغداد کے گوردار فرمائے۔ حضرت سیدی شاہ بین الحق رحمۃ اللہ علیہ نقاہت اور کبیر سنی کے چار پائی پر استراحت ترک فرمادی تھی۔ کشش برادران نے عرض کیا کہ حضور ہم لوگوں سے دیکھا نہیں جاتا۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ مجھ کو شرم معلوم ہوتی ہے۔ برخوردار مولوی فضل رسول تو پیادہ یا ہزاروں مصائب جمیل کرج میں سفر کریں اور میں چار پائی پر آرام کروں۔

تذکرہ وصال

حضرت کی عمر شریف کے چھتر سال ختم ہونے کے بعد متذکرہ عمر میں ماہ مبارک ربیع الاول شریف ۱۲۸۹ھ میں دونوں شانوں کے درمیان پشت مبارک پر دفن ہوا۔ ایک دن قاضی مفس الاسلام صاحب عسائی جو آپ کے والدہ القدس کے سریدوں میں تھے عیادت کے لئے حاضر تھے حضرت نے ارشاد فرمایا قاضی صاحب بمقتضائے (۱) باجمعت ربک فدفن (۲) آج آپ سے کہتا ہوں کہ دربار نبوت سے استیصال فرقہ دہابیہ کے لئے معمر کیا گیا۔ الحمد للہ کہ فرقہ باطل اسمعیلیہ و حاکمیت کا رد پوری طور پر ہو چکا و دربار نبوت میں میری یہ سعی قبول ہو چکی میرے دل میں اب کوئی آرزو باقی نہ رہی۔ میں اس دار فانی سے جانے والا ہوں دوسری تاریخ ماہ مبارک جمادی الثانی پنجشنبہ کے دن اپنے صاحبزادے شیخ الاسلام تاج اللہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محبت رسول کو

طلب فرما کر نماز جنازہ کی وصیت فرمائی اور عمر کے آخری وقت میں بلند آواز سے دو بار اللہ ارشاد فرمایا اصر اسم ذات زبان سے برآمد ہوا اصر روح مبارک خاندن سے برآمد ہو کر شریف فرمائے خلد بریں ہوئی۔ ایک نور دین مبارک سے چمکا اور بلند ہو کر غائب ہو گیا۔ سارے شہر میں تاریکی چھا گئی آفتاب فن و کمال غروب ہوا بھیا یک اور بدرستی تمام کلی کو چوں میں عیاں ہوئے گی۔

(اللہ وانا الیہ راجعون)

افتخار خاندانی

اعلیٰ حضرت قبلہ و کتبہ کا نام نامی اسم گرامی حاجی الحرمین سید علی حسین کنیت ابو محمد لقب خاندانی شاہ دیر اور اعلیٰ حضرت خطاب سجادہ نشین سرکار کااں اور مخلص اشرفی تھا۔ حضرت موصوف کا خاندان بھی اشرفی کہلاتا ہے چونکہ آپ سیدنا عبدالرزاق نور العین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں اور حضرت نور العین قدس سرہ حضرت نقب عالم شہنشاہ بغداد و محبوب سبحانی سید غوث الاعظم ابو محمد علی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اولاد انجاء سے ہیں اور حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سنانی قدس سرہ کے ہمیرزادے ہیں اسی لئے یہ خاندان دلا شان حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سنانی قدس سرہ کی طرف منسوب ہو کر اشرفی کہلاتا ہے۔

ولادت سراپا سعادت

اعلیٰ حضرت قبلہ و کتبہ کی ولادت سراپا سعادت ۲۴ ربیع الثانی ۱۲۶۲ھ کو بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق ہوئی جب سن شریف چار برس چار مہینے اور چار دن کا ہوا تو حسب معمول خاندانی۔

سلسلہ تعلیم

مولانا گل محمد صاحب ظلیل آبادی نے جو اہل دل و عارف کامل تھے آپ کی ہم

نعت رسول مقبول ﷺ

نہ کلیم کا تصور نہ خیالی طور سینا
میری آرزو محمد ﷺ میری جتنی مدینہ
میں گدا سے مصطفیٰ ہوں میری عظمتیں نہ پوچھو
مجھے دیکھ کر جہنم کو بھی آگیا پسینہ
مجھے دشمنوں نہ چھیڑو میرا ہے جہاں میں کوئی
میں انجی پکار لوں گا نہیں دور ہے مدینہ
میں سریش مصطفیٰ ہوں مجھے چھیڑو نہ پیو
مری زندگی جو چاہو مجھے لے چلو مدینہ
مرے ڈوبنے میں باقی نہ کوئی کسر رہی تھی
کہا "الود محمد ﷺ" تو ابھر گیا سفینہ
ہوا اس کے میرے دل میں کوئی آرزو نہیں ہے
مجھے موت بھی جو آئے تو ہو سامنے مدینہ
بھی اے کلین دل سے نہ مٹے خیالی احمد
ای آرزو میں مرنا اسی آرزو میں بیٹا
کلام: گل محمدی

حالات اشرفی

یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے ساراں ہے یہی
یہ جو صورت ہے تیری صورت جاناں ہے یہی

اللہ کرائی اس کے بعد مولوی امانت علی صاحب کچھوچھوی نے فارسی کی درسی کتاب پڑھائیں۔ پھر سلامت علی صاحب گورکھپوری اور مولوی قادر بخش صاحب کچھوچھوی سے تعلیم پائی۔

منصب خلافت

جب اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ منصب خلافت و سیادت نشین سے سرفراز ہوئے تو آپ کے استاد مولوی قلندر بخش صاحب نے آپ سے بیعت کی اور فرمایا کہ مجھ کو مدت سے اس دن کا انتظار تھا خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جس نے آج میری مراد پوری کی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ نے ۱۲۸۲ھ میں اپنے برادر کلاں حاجی الحرمین سید شاہ ابو محمد اشرف حسین رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کر کے خلافت و اجازت خاندانی حاصل فرمائی تھی۔ ۱۲۸۵ھ میں حضرت سید شاہ حمایت اشرف ابن سید شاہ تقی الدین اشرف بسکھاروی کی وفات تک اختر سے اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ کی شادی ہوئی۔

۱۲۹۰ھ میں حسب ارشاد و رواج بزرگان ایک سال کامل آستانہ اشرفیہ پر حسب قاعدہ مشائخ چلے گئی فرمائی۔ اس مدت میں یہ برکت روحانی حضرت محبوب یزدانی خادم سلطان سید اشرف جہانگیر سمسانی قدس سرہ و توجہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تمام منازل ایمان و عرفان کو اس طرح طے فرمایا کہ آپ کی ذات بابرکات سے جہانگیری آچار و انوار ظاہر ہونے لگے۔ یہ کہنا سائنہ ہوگا کہ بہت مدت کے بعد اس خاندان میں ایسا شخص صاحب رشد و ہدایت نظر نہ کیا تھا یہ ہوا ہے۔

فضائل و کمالات

آپ کے خوارق عادت جو اخلاقی صفات میں مضمحل ہیں کرامتوں کی طرح مشہور ہیں بلکہ کہا جاتا ہے کہ آپ کے انسانی کمالات نے آپ کو عکیر تغیر بنا دیا تھا اگرچہ آپ کے صفات و برکات غیر محدود و نامحدود ہیں لیکن بعض امور کا یہیں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) ہندوستان کی مایہ ناز درسگاہ دارالعلوم مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور آپ کی زندہ یادگار ہے جہاں سے ہزاروں علماء فضلا فارغ التحصیل ہو کر ہندوچرون ہند مستند مدرسین و تصنیف پر فائز ہو کر دین متین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

(۲) آپ سے کبھی کوئی لغزش شرعی نہیں ہوئی۔

(۳) آپ نے کبھی کسی کے دل کو آزار نہیں پہنچایا۔

(۴) آپ نے کبھی کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں فرمایا جو کانوں کو کمرہء معلوم ہو۔

(۵) آپ نے کبھی کسی سائل کے سوال کو رد نہیں فرمایا۔

(۶) آپ نے اپنے دسترخوان کو ہمیشہ وسیع رکھا۔

(۷) اپنے مذہب و مشرب میں مشائخ کی تقلیدی حیثیت کو محبوب رکھا۔

(۸) ارباب حاجت کی حاجت کو رفع کرنا آپ کا حقیقی شعار تھا۔

(۹) اعراس مشائخ پشتیہ کی شرکت کو ہمیشہ مشائخ خاندان کی طرح مزید و محبوب رکھا۔

(۱۰) آپ نے رام سلوک و تقلید مشائخ میں تطنیع خلافت کی کبھی پرواہ نہیں کی۔

(۱۱) بھائی بندوں کی محبت مہمانوں کی عزت آپ کے خصائص تھے۔

بلکہ وہ معاملہ و محاسن ہیں جن سے نہ صرف ہندوستان بلکہ دیگر ممالک میں بھی آپ کی تعریف و توصیف میں اک زمانہ رطب لسان نظر آتا ہے چنانچہ ہم چند مقامات و

ممالک کو تحریر کرتے ہیں۔

ہندوستان میں بچوں کے مدارس میں سہ ماہیہ دارالارادہ و کن اودھ پنجاب سندھ بیرون

ہندوستان جدید مکہ معظمہ مدینہ منورہ شام حلب مصر عراق۔

سیادہ نشین

اعلیٰ حضرت قبلہ و کعبہ نے ۱۲۹۷ھ میں سند سیادہ پر محکم ہوئے اور ۱۸ محرم الحرام کو

فرقہ خاندانی جو حضرت خادم سلطان سید اشرف جہانگیر سمسانی قدس سرہ کا علیہ ہے

زیب تن فرمایا۔ چنانچہ ہر سال اسی تاریخ کو فرقہ موصوفہ پہننے کی رسم سعید علی آ رہی

علوم باطنی کی تحصیل

اعلیٰ حضرت قبلہ دکنیہ نے باطنی علوم کی تعلیم اپنے برادر بزرگ حاج الحرمین سید شاہ ابو محمد اشرف حسین علیہ الرحمہ سے (جن کو علاوہ خاندان اشرفیہ کے تمام مشائخ، جمہور سے فیض صوری و مستوی حاصل تھا) پائی تھی۔ یہ شغل وجودیہ اور بعض اذکار مخصوصہ کی تعلیم حضرت سید شاہ عماد الدین اشرف اشرفی عرف کلز شاہ چنگچوی قدس سرہ سے پائی حضرت کلز شاہ صاحب خاندان اشرفیہ میں مشاہیر مشائخ سے گزرے ہیں۔

اسی طرح دیگر اوراد و وظائف کی اجازت اکثر علماء مشائخ ہند سے حاصل فرمائی۔ چنانچہ جناب حضرت راج شاہ صاحب سونو صوی (شیخ گودگاٹواں) سے اجازت و خلافت خاندان قادریہ و خاندان زاہد یہ حاصل فرمائی اور تعلیم سلطان الاذکار و شغل محمود اور دیگر اشغال مخصوصہ سے مشرف ہوئے۔ جناب حضرت مولانا شاہ محمد امیر کابلی قدس سرہ سے مقابلہ بلایا میں سلسلہ قادریہ منور یہ میں مجاز اور ملازوں ہوئے اور تعلیم طریقہ خاص ذکر خفی قلبی جو قلب دودر سے متعلق ہے حاصل فرمائی۔

اس سلسلہ کو سلسلہ الذہب کہنا چاہیے جو عرفی طور سے چار واسطوں سے شہنشاہ بغداد محبوب سبحانی سید نعمت اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے یعنی حضرت سید شاہ ابو احمد علی حسین اشرفی قدس سرہ کو حضرت شاہ شاہ امیر کابلی قدس سرہ سے حاصل ہوا اور ان کو حضرت ملا اخون فقیر راہپوری قدس سرہ سے اور ان کو سلطان المشائخ حضرت مولانا سید شاہ منور الد آبادی قدس سرہ سے جن کی عمر ساڑھے پانچ سو برس کی ہوئی اور آج بھی حضرت موصوف کا حزار پر انوار الہ آباد میں مربع خلافت ہے جس دربار سے ہزاروں تلمیذ کام با مراد و فائز الحرام ہو کر واپس ہوتے ہیں۔ ہم کسی آئندہ شمارہ میں حضرت موصوف کی سوانح حیات و فہائل و گرامات کو بدیہ ناظرین کریں گے۔

اور حضرت موصوف کو شاہ دولا قدس سرہ اور ان کو محبوب سبحانی حضرت نعمت اللہ حسین سید ابو محمد علی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح سلسلہ اویسیہ اشرفیہ کی تعلیم حضرت سید محمد حسین غازی پوری علیہ الرحمہ سے حاصل فرمائی اور سید محمد حسن علیہ

الرحمۃ کو حضرت شاہ باسل علی قدس سرہ سے اور ان کو شاہ عبدالعلیم قدس سرہ سے اور ان کو شاہ ابو الفوت گرم دیوان قدس سرہ سے اور ان کو حضرت مخدوم سلطان سید اشرف چہانگیر سہنائی قدس سرہ سے اور ان کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

کلام اشرفی

(شیخ المشائخ حضرت سید شاہ اشرفی میاں رضی اللہ عنہ)

چشم چاہاں ہے شبیہ چشم آہو ہو بہو
عجزیں ہیں کاکلیں بزرگ کے سو مو بہو

مست ہو گا ایک عالم مثل آہوئے نقی
اے صبا مت کر پریشاں ہوئے گیسو سو بہو

عشق سرو قد چاہاں میں ہے یہ عاشق کا حال
کر رہا ہے فائدہ کے مثل کو کو کو کو

قل کاگر ہے ارادہ دیر کیوں کرتے ہیں آپ
دیکھئے موجود ہے یہ تیغ ابرو رو بہو

اشرفی، اللہ سمجھ ان بٹن کے ظلم سے
آکھ دکھلائے ہی نہیں کرتے ہیں جادو دودہ

اے عارض تو شرح طوبی لمن رانی
روئے تو تریمان انوار لا مکانی
اے نور چشم حیدر آرام جان قادر
اے شیخ بزم اشرف شبشب زانی

اے مصحف جمالت ایمان اہل بینش
وے آیت تقویت تفسر من رانی
حسن ازل زودیت ہر لحظہ جلوہ آگن
آں معنی نہاں را تو صورت عالی
اے من ثار رویت اے من غبار کویت
تو جان یک جہانی تو یک جہان جانی
نیرنگ در سوانت مد جاں کند فدایت
او کتریں گدایت تو خسرو جہانی

منقبت اشرفی میاں

کیا بیاں ہو مجھ سے عاصم عروشان اشرفی
ذہانتا ہے چاند تارے خاکدان اشرفی

حامیان ہندگی ہیں حامیان اشرفی
کیوں نہ ہم ظرف حرم ہو آستان اشرفی

ہے حرم لا الہ سے گلستان اشرفی
پھول کی ہر پگھڑی ہے ترجمانی اشرفی

آکھ کیا ڈرے پہ اٹھی بن کیا مہرجیل
جلوہ گریوں بھی ہوئے طلعت فطیان اشرفی

جنیں انفس میں سجدوں کی اک ترتیب ہے
دل کی دھڑکن میں بھی پاتا ہوں اذنین اشرفی

ذک نہیں سکتا کبھی وحدانیت کی راہ میں
پای لے گا اپنی منزل کاروان اشرفی

حضرت کی اک تجلی ہے بہ امعان نظر
کوئی پردہ ہی نہیں ہے درمیان اشرفی

سامعہ پر بن چکی ہے ایک تفسیر رموز
ہے حدیث سخن و اقرب داستان اشرفی

ہر ہیں عتار تو مہتاب ہیں عبد الغفور
جگگاتا ہی رہے گا آسمان اشرفی

بے خودی سے نبوٹ میں نہ عاصم عمر میر
ایک ایسا جام دے میر مقاب اشرفی
از: عاصم اشرفی صدر برم اردو مثنوی

حضرت حجتہ الاسلام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آپ کی اہم خصوصیت آپ کا حسن و جمال ظاہری تھا۔ جس مجلس میں تشریف فرما ہوتے ہزاروں میں ایک ہوتے۔ ساتھ ہی آپ کا علمی بھر اس درجہ کا تھا کہ ایک بار امیر شریف گئے۔ ثار احمد صاحب متولی تھے۔ مدرسہ معینہ امیر کا معائنہ کرایا اور رجسٹر معائنہ پیش کیا گیا۔ قلم برداشتہ سلیس عربی میں معائنہ تحریر فرمایا جس کو ترجمہ کے لئے اس وقت صدر مدرس (جو ایک دیوبندی تھے) کو دیا گیا۔ انہوں نے ترجمہ کے لئے وقت مانگا اور کہا اس میں اوق عربی لغات ہیں جن کے لئے نعت کی کتابیں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت متولی صاحب نے کہا کہ میرے سامنے مولانا نے مختصر وقت میں قلم برداشتہ اسے تحریر فرمایا ہے۔ جس کے ترجمہ کے لئے آپ کا کافی وقت اور مطالعہ کرنے کی ضرورت کا اظہار کرتے ہیں۔ حضرت حجتہ الاسلام بہت بڑے ادیب تھے۔ فی الہدیہ عربی میں قضا کا کیا کرتے۔ آپ کا نعتیہ کلام متفرق ہے۔ یہ نعت کے سہ پارہ جن کے پاس ہوں وہ پاسبان میں شائع کرا دیں۔ آپ نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعلیم حاصل فرمائی اور اعلیٰ حضرت کے فرمان حامد ثنی اور اثامن حامد کے اعزاز سے نوازے گئے۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے آپ بانی ہیں اور یہاں عرصہ تک درس حدیث بھی دیتے رہے۔ شرح عقائد لکھی کہ بڑے شوق سے اور خصوصی طور پر پڑھایا کرتے۔ فقیر نے بھی شرح عقائد کے کچھ اوراق حضرت حجتہ الاسلام سے پڑھے۔ دارالعلوم کے افتتاح کا بھی عجیب واقعہ ہے۔ عرصہ سے حضرت حجتہ الاسلام اور چند بکری

نوابان سنیت اس دارالعلوم کے افتتاح کے لئے کوشاں تھے مگر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ منظور نہیں کر رہے تھے اور وجہ یہ تھی کہ اعلیٰ حضرت فرماتے کہ ایسا زبردست ادارہ بغیر چندہ کے نہ چل سکے گا اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ چندہ کے نام سے تیار تھے اگر کوئی نذر بھی کرتا تو اعلیٰ حضرت کو قبول فرماتے میں بہت تردد ہوتا۔ چہ جائیکہ طلب کرنا اس وقت ایک سید صاحب کے سپرد یہ کار عظیم ہوا کہ اعلیٰ حضرت سے منظوری حاصل کریں اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سادات کا بہت ادب فرماتے اس لئے سید صاحب کو اعلیٰ حضرت سے کلام فرمانے میں کچھ جھجک نہ تھی۔ بعد عمر یہ ذکر تھا کہ وہابیت و دیوبندیت بھیلٹی جاری ہے۔ سید صاحب نے فرمایا اگر روز قیامت خداوند تعالیٰ سوال فرمائے وہابیت کیوں بھیلٹی تو میں یہ عرض کروں گا کہ مولانا احمد رضا خان نے پھیلائے۔ حاضرین نے کہا یہ کیسے اعلیٰ حضرت نے تو ایسا رد فرمایا اور اپنا قیمتی وقت دن رات اس میں خرچ فرمایا ہے نہ اپنے راحت و آرام کا کچھ خیال فرمایا۔ نہ طلب دنیا کے لئے محض اللہ و رسول کے لئے نہایت محنت و جانفشانی سے تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔

سید صاحب نے فرمایا یہ ایسے کہ دیوبندیوں وہابیوں کا مدرسہ قائم ہوا۔ جسے حدیث و قرآن و تفسیر پڑھنا ہوا وہاں کیا اور وہابی ہو گیا۔ اگر سنیوں کا بھی کوئی مدرسہ ہوتا تو وہابیت کو ہرگز یہ ترقی نہ ہوتی۔ بس اسی وقت اعلیٰ حضرت نے مدرسہ کے قیام کی منظوری منابت فرمائی۔ حضرت حجتہ الاسلام کا عمل حدیث شریف نیسک فی وجہ انصیک صدقہ پر تھا جس سے ملت نہایت خندہ پیشانی سے ملتے۔ ہر شخص یہ سمجھتا مجھ سے زیادہ محبت فرماتے ہیں درود شریف کثرت پڑھتے یہاں تک کہ ایک ان کے خاندانی خلاف بیان کرتے تھے کہ چند رات ان کے یہاں مقیم رہے شب کو دیکھا کہ سونے میں کچھ کہہ رہے ہیں نزدیک گئے تو سنا درود شریف پڑھ رہے ہیں اور پھر خواب سے معلوم ہوا سو رہے ہیں۔ شکر کا مرض ہوا۔ غشی کا دورہ لگی کئی جھٹکوں کا ہوتا اور حالت ہریان یہ ہوتی کہ سر کے اشارہ سے مسلسل نماز دست بستہ پڑھتے جا رہے ہیں۔ کوئی کہتا؟ آپ نماز پڑھ چکے ہیں تو فرماتے اچھا اور پھر تھوڑی دیر میں وہی نماز۔

اپریشن ہوتے اور اس قسم کے کمال مہر و تحمل کا مظاہرہ فرماتے۔ جس کی نظیر ملتی مشکل و نادر بغیر کلورہ فارم کے جبر پھاڑ ہوتی اور نستر بلا تکلف چلتے۔ داہنے ہاتھ کا انگوٹھا کاٹ دیا گیا۔ مگر کیا حمال کف بھی فرماتے۔ یا ذرا سی بھی جھنش ہوتی۔ اسے پور میں ایک ایسے ہی اپریشن پر وہاں کے ایک مشرک ڈاکٹر نے راجہ سے اس کا ذکر پایاں الفاظ کیا۔ وہ اپریشن کے وقت اپنے جسم میں نہ تھے بلکہ اپنے مالک کے پاس چلے گئے تھے ہم نے ایک تیز ذی روح جسم میں اپریشن کیا تھا۔ اپنے اور پرانے موافق و مخالفت سب ہی اس عظیم مہر و تحمل کے معترف تھے اور بڑے قجب سے اس کا ذکر کرتے آپ کے حسن و جمال کی تحفیر کے دو شاہ کا تو یہی ہیں ایک حضرت مولانا سردار احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ رضویہ لاکھ پور دوسرے حضرت مولانا حشمت علی خان صاحب پبلی بھیجی مولانا سردار احمد صاحب ایف اے کی علماری کر رہے ہیں اور مولانا حشمت علی صاحب عبدالشکور کاکوری کے مدرسہ میں ہیں۔ ایک نظر حضرت حمید الاسلام کو دیکھ لیتے ہیں اور ایسے دیوانہ ہو جاتے ہیں کہ سب کچھ چھوڑ چھڑا سیدھے بریلی اور آستانہ عالیہ رضویہ کے ایسے گھر آباد اور محسوس کرتے ہیں کہ آج سلیت و رضویت ان پر فخر کرتی ہے اور وہ لاکھ پور جو پاکستان کا دیوبند اور نجد تھا۔ آج وہاں بریلی کا ایک رشتہ دار آفتاب بیگم رہا ہے جس کی چمک سے سپرہ چشم اندھے ہو رہے ہیں۔

حضرت حمید الاسلام اپنے متعلمین کی مجلس میں گفتگوں مسلسل فضائل سرور کائنات اور رد وہابیت و تہذیب پر تقریر فرماتے رہتے اور لوگ ہمدرد عالم سکوت میں سنا کرتے جوق در جوق سلسلہ بیعت و ارادت میں داخل ہوتے۔ لاکھوں کی تعداد میں رضویت کی توسیع حضرت حمید الاسلام کی ذات سے ہوتی۔ آپ کا تاریخی نام محمد ہے۔ ۱۲۹۲ھ اور شاید ۶۲ھ ہجری الاولی تاریخ ولادت ہے۔

ایک والی ریاست اعلیٰ حضرت سے ملنے کے بہت مشتاق تھے۔ دعوت بھیجی اعلیٰ حضرت نے انکار فرما دیا۔ خود آنا چاہا اور معلوم ہوا آ رہے ہیں فوراً اعلیٰ حضرت اپنی زمینداری موضع کرؤل میں تشریف لے گئے۔ عمر عمر یہ اشتیاق ان والی ریاست کو رہا۔ مگر

اعلیٰ حضرت نے ان سے ملاقات نہ کی۔ صاف کہہ دیا ہنس الفخیر علی باب الامیر آدمی ذی علم تھا جواب بھیجا۔ نعم الامیر علی باب الفخیر۔ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا میرے یہاں ٹوٹی ہوئی کرسیاں ہیں۔ ایسے بڑے نواب کی شان کے لائق میرے یہاں کوئی چیز نہیں۔ نہ یہاں ان کی توقع کے کچھ سامان ہیں غرض اجازت نہ دی اور وہ جب بلا اجازت آنے لگے تو پھر مکان ہی سے چلے گئے۔ جب اعلیٰ حضرت کا وصال ہوا تو خانوادہ شریف کی قہیر کے لئے ستر ہزار روپیہ حمید الاسلام کو بھیجا۔ مگر وہ ایمان اللہ بچوں کا سچا جانشین استغنا ہو تو ایسا ہو۔ واپس فرما دیا اور فرمایا جب اعلیٰ حضرت نے اپنی حیات میں آپ سے کچھ قبول نہ فرمایا تو ان کی خانوادہ کی قہیر میں آپ کا روپیہ میں کیسے قبول کر لوں۔ اس مختصر سے مضمون میں تمام حالات کیسے آ سکتے ہیں پھر بھی کم از کم آپ کے انتقال کا یہ واقعہ ضرور لائق ذکر ہے۔ میں نے خود بہت اسوات دیکھیں۔ یہ دیکھا جسم سخت ہو جاتا ہے اور بالکل کی تحفہ کی طرح ہو جاتا ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور ایک حمید الاسلام کو چشم خود میں نے دیکھا اور ابھی بہت سے دیکھنے والے موجود ہیں جو اس حقیقت کے گواہ ہیں۔

وقت غسل یہ اجسام مبارک بالکل زندہ جسم کی طرح نرم و نازک تھے۔ ہاتھ کندھے تک بلا تکلف مڑ جاتا اور جسم دبانے سے نرم معلوم ہوتا۔ اس زری کے اعتبار سے مکمل زندہ جسم کے مطابق مطلق تھی نہیں۔

ایسے ہی سر اس طرف اس طرف گھمایا جاسکتا اور غسل بھی فوراً نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کو نہیں گھنجد بعد دیا گیا اور زری کی وہی کیفیت اور حمید الاسلام کو بھی تقریباً ۱۲ گھنجد بعد اور زری کا وہی عالم ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ حضرت حمید الاسلام کا وصال ۱۰ بجے ۳۵ منٹ پر شب میں ہوا۔ گرمی کا موسم مئی کا مہینہ دوسرے دن ۳ بجے دن پیشانی پر پھیند دیکھا گیا۔ اس وقت تو صرف تعجب ہی ہوا۔ مگر اب اس کی حقیقت معلوم ہوئی۔ جب دواخانہ تدریس درجہ حدیث سے حدیث شریف نظر سے گزری۔ عن ہریدۃ العمون یحیوت بعروق الجبین (ردوہ اثر مدنی)۔

دوران بیماری چنگ اندر باہر پکڑا جاتا تو مشقت معلوم ہوتی اور بوجھ محسوس ہوتا اور بعد وصال جنازہ مبارک پھولوں کی مانند پکا تھا۔ اس کے علاوہ بہت سی شہادتیں ہیں جو آپ کی مقبولیت و کرامت پر دلالت کرتی ہیں ان کی تفصیل تلاش آپ کے مریدین سے کی جاسکتی ہے اگر اس سلسلہ میں خاص کر مولانا سرور احمد صاحب کو ان کی پورکھیا جاتا تو بہت کچھ معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔

حالات

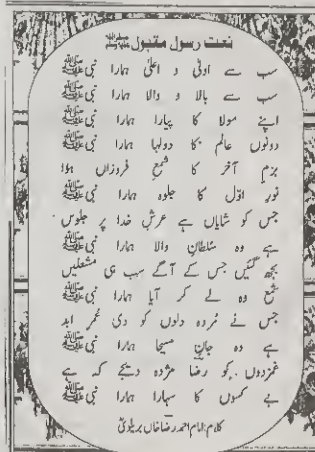
حضرت آسی صاحب غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت و وفات

۹ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ تاریخ نام ”ظہور الحق“ تاریخ وفات ۲ بہاری الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۱۷ء اسم گرامی محمد عبدالحلیم صاحب اخلص ”بہ آسی“ حرار مبارک غازی پور محلہ نور الدین پورہ میں ہے۔ آپ کے والد ماجد قطب العارفین حضرت شیخ قمر حسین قدس سرہ ثریا سلسلہ جدی سے انتصاری تھے۔ جد اداری آپ کے اجداد کے بزرگ شیخ مبارک تھے جو حضرت مولانا مظفر علی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تھے اور عدین سے سکندر پور ضلع بلیا تشریف لائے تھے جن کا حرار مبارک سکندر پور میں مرجع خلافت ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ قاضی پورہ ضلع آروہ کی تھیں جو حضرت مفتی احسان علی صاحب علیہ الرحمۃ کی پوتی تھیں۔ حضرت مفتی احسان علی صاحب ”حضرت شاہ حیدر صاحب بلاوی کے اہل خانہ میں تھے۔ حضرت کی والدہ محترمہ کا انتقال حضرت کی معزز ہی میں ہو گیا تھا نانی صاحبہ نے پرورش کی۔ حضرت کی شادی محلہ نور الدین پورہ میں رشتی راحت علی صاحب کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔

حضرت کی تعلیم

ابتدائی کتابیں تو حضرت نے دوسروں کو پڑھتے ہوئے سن کر یاد کر لی تھیں درسیات فرنگی محل کے مشہور علامہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب سے پڑھی تھیں۔ حضرت آسی علیہ الرحمہ یہ فرماتے تھے کہ میں نے کوئی کتاب نصف صفحہ اور ایک صفحہ سے زائد استاد سے



نہیں پڑھی۔ نصف سطر یا ایک سطر کا مطالعہ فرمایا کرتے اور اسی میں رات گزر جاتی۔ نصف سطر کے سبق میں چھ سات گھنٹہ صرف ہوتے تھے۔ استاد شاگرد دونوں ہی پینہ پینہ ہو جاتے۔ نصف صفحہ یا ایک صفحہ کے بعد مولانا عبداللہ قدس سرہ کتاب بند کر دیتے اور فرماتے کہ اب کتاب ختم ہوگئی دوسروں کو پڑھاؤ۔

حضرت آسی جس وقت شرح سلم پڑھتے تھے تو مطالعہ میں ملاحظہ ملاحظہ کا حاشیہ نہیں دیکھتے تھے۔ مطالعہ کے بعد جب حاشیہ ملاحظہ فرماتے تو اکثر یہ ہوتا کہ ملاحظہ ملاحظہ سے زیادہ اعتراضات و جوابات پیدا فرماتے۔ حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ کا یہ حصہ دیکھ کر مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب قبلہ کی درس گاہ کا پر کیف منظر نظروں کے سامنے آ جاتا ہے۔ استاد محترم مولانا محمد نظام الدین صاحب قبلہ اور مجاہد ملت کے درمیان جب کسی اچھے ہوئے مسئلہ پر گفتگو ہوتی تو بسا اوقات دونوں طرف سے آستینیں اٹھ جاتیں اور کئی کئی دن ایک سبق میں لگ جاتے۔ مولوی اسلام مرحوم سنبھلی کی شرح مرقات مجاہد ملت کے یہاں ہوتی تھی۔ مرحوم کے ہم سبق جماعت کی تعداد گیارہ کے لگ بھگ تھی۔ ڈھائی سال مسلسل پڑھانے کے بعد تقریباً ۲۶ صفحہ تک شرح مرقات کا درس ہوا تھا۔

حضرت آسی کی شاعری

حضرت پہلے ماحسی تخلص فرماتے تھے پھر بعد میں آسی کر دیا تھا۔ شاعری میں حضرت شاہ غلام افضل کے شاگرد تھے جو تاج کشنوی کے ارشد ترین تلامذہ میں سے تھے۔ تاج کا شعر ہے۔

پھر پھر کے دائرہ ہی میں رکھتا ہوں میں قدم

آئی کہاں سے گردش پرکار پاؤں میں

یہ دہی دائرہ شاہ اجمل سے جہاں کے شاہد تھیں حضرت شاہ غلام اعظم افضل تھے۔

(دائرہ شاہ اجمل الہ آباد کا قدیم مشہور دائرہ ہے اس دائرہ میں بڑے نامور شہرہ آفاق علماء و مشائخ پیدا ہوئے اور اب تک ہیں اور ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں ملت

اسلامیہ کی خدمات انجام دیں) اور تاج شاہ غلام افضل صاحب ہی کے یہاں تشریف رکھتے تھے۔ شاہ صاحب کی شاگردی کا واقعہ تاج کے ساتھ اس طرح ٹیٹا آیا کہ جب تاج الہ آباد آئے تو حضرت افضل کی ذہانت پر عاشق ہو گئے۔ شاہ صاحب موصوف ایک میاں جی کے شاگرد تھے۔ جو جوگوئی میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ میاں جی کے خوف سے تاج کی ہمت نہ پڑی کہ شاہ صاحب موصوف کو اپنا شاگرد بنائیں۔ چنانچہ ایک روز حضرت تاج پانچ روپیہ کی مٹھائی اور دوسروں پر نقد لے کر مجھے اور عرض کی میں شاگرد ہونے آیا ہوں میاں جی بہت ہی مفلوک الحال تھے دوسروں پر یہ کہہ کر بہت خوش ہوئے جب وہ نذرانہ قبول کر چکے تو تاج نے دست بستہ عرض کی کہ افضل کو مجھے دے دیجئے۔ میاں جی نے فرمایا کہ تم نے بڑا دھوکہ دیا کیونکہ وہی تو مجھے ایک لاکھ ملا ہے تھر درویش برہان درویش افضل کو تاج کے حوالے کر دیا۔

حضرت افضل کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ کبھی مشاعرے میں پہلے سے غزل نہیں کہتے تھے میں مشاعرے کے وقت اٹھ کھڑے ہو جاتے تھے اور شاہانہ انداز میں دو کاتب دونوں سرے پر بیٹھ جاتے تھے صاحب ٹپکتے جاتے اور ایک سرے پر پہنچ کر ایک کوشعر لکھاتے اور دوسرے سرے پر دوسرے کو اس قدر جلد شعر فرماتے تھے کہ دونوں کاتب بدقت شعر لکھ پاتے۔

ایک مرتبہ تاج کے دوران قیام الہ آباد میں کچھ اساتذہ کھنوی سے آئے تھے خانقاہ احمدیہ میں مشاعرہ ہوا، طرح کی زمین چتر چاندنی چتر چاندنی تھی، کھنوی حضرات میں کسی کے شعر میں عین تظلیع سے گر گئی تھی شاہ صاحب نے ان سے آٹھ لاکھ یہ شعر پڑھا

بین برقعہ سے نکالے گر وہ شوق ناز میں

حسن نہ نازاں ہو پھر کیا خاک چتر چاندنی

ایک مرتبہ شاہ صاحب لکھنؤ تشریف لے گئے تو تاج کی اجازت سے آتش سے

ملاقات کی۔ زم تعارف کے بعد شاہ صاحب نے آتش سے غزل سنانے کی فرمائش کی۔

آتش نے یہ مطلع پڑھا۔

حسن سے قدرت خدا کی رونظر آیا مجھے
دیش ویٹر ترا گیسو نظر آیا مجھے

شاہ غلام اعظم صاحب نے لاجل پڑھا آتش خاموش ہو گئے پھر کوئی شعر نہیں سنایا
واپس آئے تو ناخ سے قصہ سنایا۔

حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ جب شاہ غلام اعظم کے شاگرد ہوئے تو ابتدا میں چند
غزلوں پر اصلاح پڑی بعد میں شاہ صاحب یہ لکھ کر واپس کر دیتے تھے کہیں اصلاح کی
معمائن نہیں ہے ایک مرتبہ حضرت آسی نے یہ طرح بھیجی تھی جس کا قافیہ ردیف ”مکان
پر“ ”اتھان پر“ تھا کسی نے شاہ صاحب سے یہ کہہ دیا کہ حضرت آسی نے یہ طرح آپ
کے پاس اتھان کے لئے بھیج دی ہے جس پر شاہ صاحب غما ہو گئے اس واقعہ کا اشارہ
شاہ صاحب کے پاس اس مطلع میں موجود ہے۔

احباب مستعد ہیں میرے اتھان پر
پہنچے گی اس غزل کی زمین آسمان پر

لیکن جب آسی نے ملاقات کی تو شاہ صاحب کا دل صاف ہو گیا اسی ردیف و
قافیہ کا دوسرا شعر ہے۔

پہنچا ہے عرش پر تن خاکی مصطفیٰ
کس شان سے زمین مٹی آسمان پر

حضرت آسی فرماتے تھے اب اس سے بہتر کوئی ”زمین آسمان پر“ نہیں جاسکتی۔

حضرت آسی کے علاوہ

حضرت آسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علاوہ کی تعداد کثیر تھی جن میں مولوی عبدالاحد
صاحب شنداد لکھنوی مولوی عبدالصمد صاحب رئیس وکیل غازی پوری سید محمد غازی
پوری مولوی احمد حسین لیب سکندر پوری بہت ممتاز تھے۔ حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا
کرتے تھے کہ اگر ان کو ناخ سے افضل نہ سمجھو تو ان سے کم ہی نہ سمجھو اور لیب سکندر
پوری کے بارے میں فرماتے تھے کہ واقعی ام باکسی ہیں۔ ایک مرتبہ لوگوں نے لیب کو

زبردستی میسر پر بٹھا دیا اور مجبور کیا مرثیہ لیب نے حضرت آسی کی ایک غزل میں
ایک ایک دو دو لفظ کی تبدیلی کر کے برجستہ سلام پڑھ دیا۔ حضرت کا مطلع یہ تھا

قصور میں جب کسی دن آپ کا آنا ہوا
یہ ہوئی رافت کہ ہام عرش تہہ خانہ ہوا

لیب نے اس کو اس طرح پڑھا۔

مجرئی جب قصور میں شاہ کا آنا ہوا
یہ ہوئی رافت کہ ہام عرش تہہ خانہ ہوا

حضرت معین بگلرامی جو موسیٰ کے بارشہ تلامذہ میں سے تھے۔ دوسرا مطلع آ رہے میں
رہتے تھے۔ حضرت سے چٹک رہا کرتی تھی۔ ان کی طرف سے ایک طرح دی گئی جس
کی زمین ”آتے ہی کیوں جاتے ہیں کیوں“ تھی حضرت کے پاس مصرعہ طرح غلط بھیجا
گیا اور رین ”آتا ہوں کیوں جاتا ہوں کیوں“ بتائی گئی۔ حضرت جب مشاعرہ میں پہنچے تو
غلط طرح پہنچنے کا علم ہوا یہ حرکت گراں گزری اور جو غزل مگر سے غلط طرح میں کہہ کر
گئے تھے اس کو غیر طرح کہہ کر پڑھ دی جس کا مطلع یہ ہے۔

طرح مصرعہ ہوا ہے بیج کے صیف کے ساتھ

میں غزل مفرد میں اے آسی پڑھے جاتا ہوں کیوں

اور اس کے بعد برجستہ طرح میں غزل پڑھنا شروع کر دیا جس میں کہیں کہیں
اپنے مخالفین پر چوٹ بھی کرتے جاتے تھے۔ ایک شعر ملاحظہ ہو۔

شیع کے مانند ہے اپنا بھی کیا سوز و گداز

صورت پر دامن دشمن ہم سے جل جاتے ہیں کیوں

حضرت آسی کے کام میں کہیں کہیں تلخ اشعار بھی ہیں مثلاً۔

ہل بھی ہے فخر جون پور آسی

خواب گاہ جناب شیخو ہے

حضرت شاہ شیخو مجذوب سلسلہ سہروردیہ کے بزرگ تھے قطب الاقطاب حضرت محمد

رشید جو پوری رحمت اللہ علیہ صاحب خانقاہ رشیدیہ و مصنف مناظرہ رشیدیہ کے دوست اور معاصر تھے جو پورا کمال انہیں کی دعا سے بنا ہے۔

واللہ یہ تھا کہ اکبر بادشاہ جو پورا دورہ پر آیا تھا۔ شام کو دریا کی سر کے لئے کشتی پر نکلا اور بائے کوئی بہت جوش پر تھا دیکھا کہ ایک عورت دریا کے کنارے بیٹھی رو رہی ہے دریافت کیا عورت نے کہا کہ میں اپنا شیر خوار بچہ اس پار چھوڑ کر شہر میں کچھ ضرورت سے آئی تھی اب کھوند ہو گیا ہے میرا بچہ رات بھر بغیر دودھ کے توپ توپ کر مر جائے گا۔ اکبر نے اپنی کشتی پر اس عورت کو بٹھا کر اس پار اتار دیا۔ اور مٹم خاں خانقاہ کو حکم دیا کہ اس جگہ ملے بنواؤ۔ مٹم خاں خانقاہ نے جب کارنگروں کو ملے بنوانے کا حکم دیا تو کارنگروں نے کہا کہ اس جگہ بہت بڑا کنڈ ہے یہاں پر چلی بیٹھ بن سکتا۔ اس کنڈ کو روہیوں سے پاٹ لیجئے جب ملے بنے گا مقعد یہ تھا کہ بہت کثیر روپے خرچ ہوگا۔ خان خانقاہ ان آمادہ ہو گئے۔

پہلے کارنگروں نے کشتی میں پانچ طالع کا ایک ملے بنایا اور دریا کو کاٹ کر اس طرف لے گئے پھر بھی اس جگہ مل نہ بن سکا۔

خان خانقاہ خود کو فی سی کر اس کی قیت سے روٹیاں کھاتے تھے اسی مال حلال سے دو چار روپیہ ان کے پاس موجود تھے اسی روپیہ سے اولیاء اللہ جو پور کی دعوت کر دی۔ کھانا کھانے کے بعد خان خانقاہ نے دست بستہ عرض کی کہ آپ لوگ دعا فرمائیں کہ اس جگہ مل بن جائے۔ حضرت شاہ شیخو نے دعا کی کہ بقیہ اولیاء اللہ نے ”آمین“ کہی اس کے بعد کارنگروں نے جو اینٹ جہاں رکھی وہ ملے کا نام نہیں لیتی تھی۔ جس جگہ ان بزرگوں نے دعا کی تھی خان خانقاہ نے ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرا دی تھی جس کا نام ”منجاب الدعوات“ ہے۔ یہ مسجد مل کے شمالی حصہ سے پورب نیچے اتر کر چالیس چالیس قدم کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس مل کا کادہ تاریخ ”صراط المستقیم“ ہے مل کے استحکام کا یہ حال ہے کہ ۱۸۷۱ء میں ایسی زبردست پاؤں تھی کہ دریا کا دھارا مل کے اوپر جو کٹھریاں بنی ہوئی ہیں ان کی بروجوں سے اوپر بہتا تھا۔ شاہی زمانے کی چار کٹھریاں دس

مل میں ہیں اور بقیہ کٹھریاں انگریزی زمانے کی ہیں اس طوفان کے سیلاب میں بھی مل کی ایک کٹھری بھی کہیں سے نہیں نکلی انگریزی کٹھریاں سب بہہ گئی تھیں۔ (اخبار کی حالیہ الطابع ہے کہ ۱۸۷۱ء کے بعد ۱۹۵۵ء میں دوسرا جہاں سیلاب آیا)

حضرت شاہ شیخو مجدد اس مسجد میں گدڑی پہنے بیٹھے رہتے اور لرزہ سے ہر وقت کانپتے رہتے تھے۔ جب کوئی ملنے کے لئے آپ کے پاس آیا تو گدڑی اتار کر رکھ دیتے اور فرماتے کہ اے جاڑے اس گدڑی میں چلا جا گدڑی کا پھنے لگتی اور خود بیٹھ کر باتیں کرتے جب وہ شخص چلا جاتا تو گدڑی پہن لیتے اور کانپنے لگتے۔ حضرت شاہ شیخو رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار پاک دروازہ مسجد سے متصل زیارت گاہ خلافت ہے۔ یہ تو ایک حتمی بات تھی مقصود یہ ہے کہ حضرت آسی رحمت اللہ علیہ کی زندگی شعر و شاعری سے کافی ہم آہنگ رہی۔ حضرت کا کام صحابہ خن سے بالکل پاک ہے۔ حجاز کے اعزاز میں حقیقت کی پردہ داری جس اعزاز سے فرمائی وہ حضرت آسی ہی کا حق ہے۔

لطیفہ

حضرت آسی رحمت اللہ علیہ نے حقیقت حال کے انکشاف کے لئے ایک رہائی حالت مریدین میں ارشاد فرمایا۔

رباھی

چار یاران نبی میں آسی تعجبت مجھے ہر یار کی ہے
طلب راہ خدا میں لیکن بیزدی حیدر گمراہ کی ہے
اس رہاھی کے سننے کے بعد حلقہ مریدین میں سے ایک جیپتے سریہ نے عرض کیا کہ سرکار آپ کے بعد شیعہ حضرات اگر اس رہاھی سے غلط فائدہ اٹھاتا چاہیں تو ہمارے پاس کیا جواب ہوگا۔ حضرت آسی رحمت اللہ علیہ نے برجستہ ارشاد فرمایا کہ کیا اس وقت انکشاف حقیقت کے لئے ہمارا یہ شعر کہ

یا نبی جائے نشئی کے لئے آپ کے بعد
لوح محفوظ میں تھا کون سوائے صدیقی

پیش کرنے میں نہیں کیا جبکہ ہوگی۔

حضرت آسی اپنے زمانے کے خدا رسیدہ اور دلی کامل بزرگ تھے۔ آج بھی بہت سے علمائے اہل سنت یہ فرماتے ہیں کہ اس آخری دور میں حضرت آسی نے تصوف کی لاج رکھی۔ مسائل تصوف پر جس حسن سلوک سے اظہار خیال فرمایا ہے اس سے آپ کا دیوان بھر پور ہے، مختلف فیہ مسائل میں بھی حضرت آسی امام اہل سنت کے دوش بدش تھے۔

حضرت آسی کی شاعری کوئی عامیاندہ شاعری نہ تھی بلکہ فن شاعری کے ایسے اصولوں کی بھی پابندی فرماتے تھے جس پر دوسرے استاد کا چلنا دشوار تھا کبھی غالب اور مومن وغیرہ کی غزل پر طبع آزمائی فرماتے تھے مثلاً غالب کی غزل کا مطلع ہے۔

سادگی پر اس کی مر جانے کی حسرت دل میں ہے

بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر قاتل میں ہے

حضرت آسی کا مطلع ملاحظہ ہو۔

دائے محرومی یہاں شوق شہادت دل میں ہے

جوش آب زندگانی خنجر قاتل میں ہے

دوسرا شعر:

بھر دی دل کی غلب ہے ان کو شرم آتی نہیں

خاک کر ڈالا جلا کر دل کو آب کیا دل میں ہے

مومن کا شعر ہے۔

آنکھیں جو ڈھونڈتی تھیں تکہ پائے التفات

گم ہوا دل کا وہ مری نظروں سے پا گیا

حضرت آسی نے اسی مضمون کو اس جہزے میں ادا کیا۔

بیانہ نگاہ سے آخر چمک گیا

سر جوش ذوق وصل تنہا کہیں تھے

حضرت آسی بہتر املاح فرماتے تھے سڑک سے درگاہ تک حضرت نے ایک سڑک اور چلی بویا تھا۔ حضرت شمشاد نے تاریخ لکھا۔

”پے، مطاح زیارت گہر رشید آباد“

حضرت نے سننے کے بعد رجعت فرمایا کہ مولوی صاحب پے کی ”سی“ کو نکال کے مطاح کے ”ع“ کو ”ف“ سے بدل دیجئے، اب مصرعہ یوں ہوا۔

”پلی مطاح زیارت گہر رشید آباد“

اہل فن حضرات سمجھ سکتے ہیں کہ اب مصرعہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ اب مناسب یہ ہے کہ حضرت آسی کے دیوان سے چندہ اشعار آپ حضرات کی خیانت طبع کے لئے پیش کر دیئے جائیں۔

۱- میری آنکھیں اور دیدار آپ کا

یا قیامت آگہی یا خواب ہے

۲- جب حسرت سے آسی کہہ رہا تھا گل بیٹے میں

شفاعت ہو گی پیسے حشر میں یا مصطفیٰ کس کی

۳- جھوٹا جاتا ہے آسی حشر میں

عاشقان سرور عالم کے ساتھ

۴- کسی دور پر پڑا دو، رو کے آسی رات کہتا تھا

کہ آخر میں تمہارا بندہ ہوں تم بندہ پرور ہو

۵- کہاں جہ کہاں جیسے شراب تاب گلگوں کے

کہو آسی یہ کیا دھما لگایا پارسائی میں

۶- اخیر وقت ہے آسی چلو مدینے کو

شار ہو کے مرو تربت پیہر پر

۷- پوچھتے ہو شبہ جیلاں کے فضاں آسی

ہر فضیلت کے وہ جانتے ہیں نبوت کے سوا

۸- وہ کاش اتنا قیامت میں تو پوچھیں

کہاں ہے آسی ہے دل ہمارا

۹- اصل فتنہ ہے قیامت میں بہار فردوس

جز تیرے غیر نہ چاہے مجھے وہ دل دینا

۱۰- ملنے کی یہی راہ نہ ملنے کی یہی راہ

دنیا جسے کہتے ہیں عجب راہ گزر ہے

۱۱- میں وہیں سمجھا ملی جب کسرت آدم مجھے

عالم غم میں بنایا مرکز عالم مجھے

۱۲- بے تباہی یہ کی ہر ذرہ میں جلوہ آشکار

اس پر گونگت یہ کہ صورت آج تک نادیہ ہے

۱۳- حرص دولت کی نہ عزو جاہ کی

بس تمنا ہے دل آگاہ کی

۱۴- درد دل کتنا پسند آیا اسے

میں نے جب کی آہ اس نے واہ کی

۱۵- پیکارانِ یار دیکھئے کس پر کرم کرے

دل اس طرف جگر اصر امیدوار ہے

۱۶- آخر اک اے گلِ ثقیل کو مر جھانا پڑا

اس قدر بھی اپنے جانے سے کوئی باہر نہ ہو

تاریخ وصال

۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ بروز اتوار ایک بیچ کر میں منٹ پر داعی اہل کولیک فرما

کر اپنے محبوبِ حقیقی سے چائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت کا عرس مبارک ۲ جمادی الاولیٰ کو شہرِ نازی پور محلہ نور الدین پورہ میں مزار

مبارک پر ہوا کرتا ہے۔ وصال کی تاریخیں بہت سے لوگوں نے کہیں۔ مولوی محمد اسلم

ب۔ ایمن سکندر پوری نے "لقد رضی اللہ عنہ سے تاریخ نکالی اور سلطان العارفين
ت شاہ صوفی شاہ علی عرف شاہ سنہ ۱۳۲۵ھ رحمتہ اللہ علیہ حسب ذیل تاریخ
دلی۔

شد جہاں ہے او چشم من سیاہ

نور ذات اللہ علیم پاکیز

۱۳۲۵ھ ۷ ۱۳۲۲ھ

نور کا

صبح طیبہ میں ہوئی بیٹا ہے بازار نور کا

صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا

مست ہوئیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالا نور کا

نور دن دوتا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا

سر جھکاتے ہیں الہی بول بالا نور کا

شع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاہ نور کا

تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

سوانح صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نسب نامہ

حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی ابن مولانا حکیم جمال الدین ابن مولانا خدابخش ابن مولانا فخر الدین۔

خاندان

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے آباؤ اجداد اہل علم و فضل تھے آپ کے والد بزرگوار علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد طبابت کیا کرتے تھے۔ دادا بزرگوار جب حج کے لئے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ میں شیخ الدلائل سے دلائل الخیرات کی اجازت حاصل کی تو اس اجازت نامہ میں مولانا خدابخش علیہ الرحمہ کو عالم و فاضل تحریر فرمایا ہے۔ مدینہ منورہ کے علماء کے نزدیک یہ مرتبہ رفوہ علم پر ذال ہے۔ یہ حضرت ایک صاحب کرامات بزرگ تھے اور کریم الدین پور والے ان کی کرامات بیان کیا کرتے ہیں۔

بچپن

میں آپ کے زمانہ طفولیت کے متعلق بہت کم معلومات حاصل ہیں۔ البتہ ہم عمر بعض دوستوں سے سنا کہ لڑکپن میں تکمیل کو وہ غیرہ کے شائق نہ تھے جیسے کہ اور لڑکے ہوا کرتے ہیں۔

طالب علم

ابتدائی کتابیں اپنے دادا مرحوم سے پڑھیں اس کے بعد اپنے بڑے بھائی حضرت

نا محمد صدیق صاحب موسس دہانی دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور سے فنون و علوم کی ابتدائی تعلیم حاصل کی حضرت مولانا محمد صدیق صاحب حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب بدری ثم جوہوری علیہ الرحمہ کے ارشاد ثلاثہ سے تھے۔ پھر انہیں کے مشورے سے پندرہ عہدیفہ جوہوری میں داخل ہوئے اور حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں علیہ الرحمہ کے بلا واسطہ اسباق شروع کئے۔ تحصیل علم کے زمانے کے بعض کوائف خود ہی بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دن میں استاذ علیہ الرحمہ سے اسباق پڑھتے اور رات میں ان کی خدمت کے لئے حاضر ہو جاتے لیکن یہ خدمت بڑی بابرکت ہوا کرتی۔ لوگ استاذ علیہ الرحمہ کے حیر داتے رہتے اور استاذ علیہ الرحمہ دن کے اسباق کے تعلق دریافت فرماتے تھے۔ تھوڑی سی دیر میں تمام اسباق کا اعادہ ہو جاتا اور اگر کوئی نگذاشت ہوئی ہوتی تو حضرت استاذ علیہ الرحمہ کی ہدایت سے وہ یاد ہو جاتی اسباق پڑھنے کے زمانہ میں استعداد اتنی اعلیٰ تھی کہ اگر قطعی پڑھتے تھے تو شرح تہذیب نہایت سہائی سے دوسرے طالب علموں کو پڑھاتے تھے۔ اسی طرح پڑھنے کے زمانے ہی میں چھانے کا اور تعلیم کے زمانے میں تعلیم و تدیس کا ذوق تجربہ خوب حاصل ہو گیا تھا۔ اور اہل طریق تعلیم کا یہ نتیجہ لازمی تھا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے اندر اقبام و تقسیم کا لگبھ لگبھ راسخ تھا۔

زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ہم لوگ جوہوری بازار میں خریداری کے لئے گئے کوئی سامان خریدنا اس زمانہ میں وہاں دالائی کا کام روافض کرتے تھے۔ یہ سامان خریدنے میں مصروف تھے۔ دالال آ کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے سامان خریدنے کے بعد دوکاندار کو قیت ادا کر دی تو دالال آگے بڑھ کر بولا۔ ہمارا کیشن آئیے۔ فرمایا کہ یہ چیزیں ہم نے خود خریدی ہیں۔ تمہیں کیشن کیوں دیں۔ بات بڑھتے بڑھتے لڑائی کی نوبت آ گئی چونکہ خود حق پر تھے اس لئے دالالوں کی پوری مرمت کی۔ جب وہاں سے بدر۔ لے گئے تو اب توشیش پیدا ہوئی کہ اگر حضرت استاذ کو اطلاع ہو گئی تو بہت ناراض ہوں گے لیکن جب استاذ کے سامنے گئے اور استاذ علیہ الرحمہ کو پہلے ہی

معاہدہ کی پوری اطلاع پہنچ گئی تھی بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے بہت اچھا کیا اگر تم یہت کرتا تے تو میں تم کو مدرسہ میں نہ آنے دیتا۔

مدرسہ حنیفہ کی تعلیم سے فارغ ہو کر پھر دورہ حدیث شریف کی تحصیل کے لئے حضرت استاذ الاسلامہ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا وحی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمہ کی خدمت میں شہر پہلی بحیثیت حاضر ہوئے۔ احادیث کی تکمیل کے بعد فن طب جو آپائی پیشہ تھا اس کے حاصل کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ حکیم حافظ مولوی عبدالولی صاحب جھوٹی ٹوڑ کھنٹو سے اس فن کی تکمیل کی اس کے بعد ایک سال تک پنڈ میں مطلب کرتے رہے۔

پنڈ کی زندگی کے متعلق بعض باتیں فرمایا کرتے تھے انہوں نے قلم بند نہ ہونے کی وجہ سے حافظ سے نکل سکے۔

اعلیٰ حضرت کے دربار میں

اسی دوران میں بریلی شریف حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اس وقت مجدد مآء حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو ایک مدرس کی ضرورت تھی آپ کے شیخ استاذ جو ہر شئ اس حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ سے اس خدمت کے لئے آغیاں کا نام نامی و اسم گرامی پیش فرمایا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس کو بہت پسند فرمایا۔ اس وقت تک حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت کا شرف قرب حاصل نہ کیا تھا۔ شاید اس سے پہلے زیارت بھی نہیں کی تھی۔ استاذ کے حسب اہکم پنڈ کا مطلب چھوڑ کر سیدھے بریلی شریف آ گئے۔

ابتداء بریلی شریف میں درس کا کام شروع کیا اس کے بعد مطبع اہل سنت کے لئے مستند ناظم و مہتمم کی ضرورت پڑی۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے یہ کام بھی حضرت ہی کے سپرد کیا۔ اعلیٰ حضرت کی پوری حیات طیبہ میں یہ کام سر انجام دیتے رہے۔ اور بعد وصال کے یہ کام اس وقت چھوڑا جب کہ دارالعلوم معنیہ عثمانیہ کی صدر مدرس کے لئے امیر شریف روانہ ہوئے۔

بریلی کی زندگی کے واقعات بیان فرماتے ہوئے کئی دفعہ فرمایا کہ صبح نماز فجر سے لے کر رات کے بارہ بجے تک اور کسی ایک بجے تک مسلسل کام ہوا کرتا تھا صبح سویرے سے مدرسہ کا کام دوپہر کو پریس کی گہرائی اور پارسلوں کی روانگی اور کارپوں کی صفحہ پریس میٹوں کو ہدایت وغیرہ بعد دوپہر نماز عصر تک مدرسہ میں بعد عصر سے مغرب تک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے یہاں سوالوں کے جواب تحریر کرتے بعد مغرب کھانا تناول فرما کر عشاء تک مطالعہ فرماتے بعد عشاء سے رات کے ۱۲ بجے ایک بجے تک پھر پریس وغیرہ کا کام کرتے تھے۔ اس زمانہ میں کام اتنا کرتے تھے کہ محاصرین اور مشاہدین کا بیان ہے۔

(خصوصاً ماموں جان مولانا امجد رضا خاں صاحب جو حضرت جید الاسلام و حضرت مفتی اعظم کے ماموں جان تھے اور بریلی کے تمام لوگ انہیں ماموں جان ہی کہا کرتے تھے وورہم لوگ بھی انہیں ماموں جان ہی کہتے تھے۔ ہاں تو ماموں جان فرماتے تھے) کہ مولانا امجد علی صاحب تو کام کی مشین ہیں۔

کام کے سلسلہ میں کبھی اگر کوئی معمولی سی بھی فروگزاشت ہوتی تو اعلیٰ حضرت کی طرف سے تنقید بھی ہوا کرتی تھی یہ وہ زمانہ تھا کہ جب وہابیت و بدعتیت، منجریہ، رافضیت اور دیگر فرقوں کے رد میں روزانہ نئے رسائل اشتہار پرچے شائع ہوتے اور پھر ہندوستان کے اطراف و جوانب میں روانہ کئے جاتے ایسے عظیم کاموں کی موجودگی میں کوئی نہ کوئی کام چھوٹ بھی جاتا۔ اہل اعلیٰ حضرت کی نگاہیں ہر کام کی خود گہرائی فرماتیں تو اگر کوئی فروگزاشت ہوتی سخت تنبیہ فرماتے ایک دن ایک معاملہ پر سخت تنبیہ فرمائی بعض حامدین (خدا ان کو معاف فرمائے) نے اس بات کا بہت پروپیگنڈا کیا۔ اعلیٰ حضرت کو جب خبر ملی۔ تو غالباً بعد عصر جب سب ہی لوگ موجود تھے۔ حضرت صدر الشریعہ کی بڑی تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اگر میں ان پر کسی فروگزاشت پر مواخذہ کرتا ہوں تو یہ بھی خلوص اور محبت ہی سے ہوتا ہے۔ عتاب ہمیشہ خاص اصحاب ہی سے ہوا کرتا ہے حضرت مولانا امجد علی صاحب کی سبکی نظروں میں بڑی وقعت ہے۔ یہ بات

سن کر تمام لوگوں پر حضرت صدر الشریعہ کی عظمت کا مسکے پیٹھ گیا۔

اہل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد آپ نے ان کے دست حق پرست پر بیت فرمائی۔ اور سلسلہ میں داخل ہوئے اس کے بعد خلافت سے لوازم رکھے۔ حضرت صدر الشریعہ نے اہل حضرت سے کوئی کتاب سنا نہیں دی۔ لیکن فرماتے تھے کہ یہ جو کچھ ہے سب آپ ہی کا فیض کرم ہے۔ اہل حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا ترجمہ قرآن بھی حضرت صدر الشریعہ کی مسلسل کوششوں کے بعد ظہور پذیر ہوا۔ حضرت وعدہ فرماتے لیکن بعض وجوہ کے سبب اس میں تاخیر ہوتی رہی ایک دن کلم و دوات کا فائدہ لے کر اہل حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی کہ حضور ترجمہ شروع ہو جائے چنانچہ اہل حضرت علیہ الرحمہ نے اسی وقت ترجمہ شروع کر دیا۔ ترجمہ کا طریقہ ابتداء یہ تھا کہ ایک آیت کا ترجمہ ہوتا اس کے بعد تفاسیر اسے اس کی مطابقت سب لوگ دیکھتے اور حیران ہو جاتے کہ بغیر کسی کتاب کے مطالعہ کے ایسا برجستہ اور مناسب ترجمہ جو تمام تفسیروں کے مطابق یا اکثر و بیشتر کے مطابق ہے کس طرح ہوتا ہے۔ بس یہ خدا کا فضل و احسان و انعام ہی تھا۔

اس کام میں قدرتنا نہایت دیر لگتی اس کے بعد اہل حضرت نے فرمایا کہ ایسا نہیں بلکہ میں ایک دیکھ کر پاؤں ترجمہ کرتا ہوں اس کے بعد اس کی تمام تفسیروں سے مطابقت آپ لوگ تلاش کریں ترجمہ اور تفسیروں میں مطالعہ کا کام بہت زیادہ رہا کرتا تھا۔ اس لئے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کسی دن بھی رات کے بارہ بجے سے قبل مکان پر واپس نہ آتے کسی کسی دن رات کے دو بجے تک بھی دیر ہو جایا کرتی۔ بیان فرمایا کرتے تھے کہ اتنی دیر کرنے پر بھی تمہاری والدہ بیٹھی انتظار کیا کرتی تھیں جب میں آتا تو کھانا گرم کر کے اور دروڑی سینگ کر مجھ کو کھانا پیش پھر کھاتیں۔ میرے بار بار منع کرنے پر بھی انہوں نے اپنا ہی رويہ رکھا۔ غرض بڑی عظیم الشان کامیابی حضرت صدر الشریعہ کی یہ ہوئی کہ اہل حضرت علیہ الرحمہ سے قرآن پاک کا مکمل ترجمہ کر لیا آج اردو کے موجودہ تراجم میں کوئی ترجمہ بھی کسی حیثیت سے اس کا ہم پل نہیں ہے۔

یہاں مولوی اشرف علی اور مولوی محمود الحسن اور مولوی مودودی اور مولوی ابو الکلام آزاد وغیرہم کے تراجم موجود ہیں۔ اور وقتاً فوقتاً سب سے موازنہ جاری رہتا ہے لیکن ہر مقام پر خدا کے فضل و کرم اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت و مدد سے اہل حضرت علیہ الرحمہ کا ترجمہ تمام ترجموں پر فائق ہے۔ جب اہل حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو کسی مخاطب سے لے کر کہیں بھیجا ہوتا تھا تو آپ کو یہاں اوقات بھیجا کرتے تھے۔

ایک زمانے میں مولوی اشرف علی دہلوی بندہ یوں کے حکیم الامت نے برما کے علاقہ میں جا کر بڑا قند پھیلایا تھا۔ اس کی سرکوبی اور دفع فتن کے لئے اہل حضرت علیہ الرحمہ نے آپ کو برما بھیجا لیکن وہاں کے مقابلہ کی تاب نہ ہوئی اور وہاں سے فرار ہو گئے۔ اتفاقاً کا خاص کام جو بہت اہم تھا حضرت صدر الشریعہ کے چہرہ تھا۔ اکثر فتاوے اہل حضرت علیہ الرحمہ اظہار فرماتے اور آپ تحریر کرتے، بعض اوقات خود نوٹی لکھ کر لے جاتے بریلی شریف کے محسوس کے موقع پر ایک دفعہ تقریر کرتے ہوئے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا کہ جب اہل حضرت کا وصال ہو گیا تو بڑی فکر دامن گیر ہوئی کہ لب فتاویٰ کی قطعی صحت اور اصلاح کا کام کون کرے گا چنانچہ اس فکر میں سو گیا خواب میں دیکھا کہ میں پناہک میں (کاشانہ اہل حضرت علیہ الرحمہ) کھڑا ہوں اور میرے ہاتھ میں بیت سے فتاویٰ ہیں۔ حضرت دولت خانہ سے تعریف لائے اور فتاویٰ میرے ہاتھوں میں دیئے اور فرمایا ہم اسی طرح آتے رہیں گے۔ اسی کے بعد حضرت نے فرمایا کہ مجھے یقین ہوا کہ میرے فتاویٰ پر اہل حضرت علیہ الرحمہ کی باطنی نظر برابر رہے گی اور جب بھی میں نے کوئی فتویٰ ترتیب دیا تو اہل حضرت علیہ الرحمہ کا خاص کرم شامل رہا تو یقین ہے کہ میرا کوئی فتویٰ غلط نہیں بلکہ ہر فتویٰ شریعت کے مطابق ہے۔

اہل حضرت علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد چند برس تک حضرت بریلی میں قیام پذیر رہے اس کے بعد دارالعلوم معنی عثمانیہ درگاہ معنی اجیر مقدس کی صدارت کی جگہ خالی ہوئی دارالعلوم کے مستند جناب سید راشد صاحب مرحوم نے حضرت مولانا سید سلیمان

اشرف صاحب علیہ الرحمہ سے اس جگہ کے لئے موزوں عالم منتخب کرنے کی درخواست کی۔ حضرت مولانا علیہ الرحمہ جو صدر الشریعہ کے استاذ بھائی اور شفیق دوست اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خاص متفقہ تھے انہوں نے معتقد صاحب کے سامنے حضرت کا نام پیش کیا اور معتقد صاحب کی درخواست پر خود بریلی شریف تشریف لا کر اور حضرت صدر الشریعہ کو وہاں سے پلٹے پر بیٹھ کر کیا۔ حضرت اپنے شیخ کا آستانہ اور جامہ و موشیہ مدرسہ اہل سنت کو چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے۔ مگر حضرت حجت اسلام علیہ الرحمہ مولانا حامد رضا خاں صاحب کے اجازت دینے پر اجیر شریف تشریف لے گئے یہ غالباً ۱۹۲۳ء کا واقعہ ہے۔

دارالعلوم معلیٰ علیہ السلام میں تشریف لانے کے بعد وہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا شروع شروع زیادہ تر تفسیر و حدیث و فقہ کی کتابیں پڑھائیں جب وہاں کے بعض مدرسین نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ ان کی قیامت و دینیت میں بالغ فطری تو ہم کو مسلم ہے لیکن منطوق و فلسفہ میں ہم سے یہ مقابلہ نہیں کر سکتے تو صحیحین اور پیشادی کے علاوہ غوراً منطوق و فلسفہ کی اعلیٰ ترین کتابیں پڑھانے لگے۔ دوسرے مدرسین نے طالب علموں کو اعتراض لکھا کر اور مشق کرا کر بھیجنا شروع کر دیا۔ تو فرمایا کہ تم طلبہ ہو تم کو جو لوگ اعتراض لکھا کر بھیجتے ہیں ان کو بھیجنا بند کر دو۔ آخر اعتراض کر دیں اور جواب سنیں اور پھر اعلیٰ ذوق کا لطف آئے آخر فن ان لوگوں نے اپنی ناکامی کو محسوس کر لیا اور حسد کی وجہ سے اس دارالعلوم سے استعفاء داخل کر کے مولانا مبین الدین صاحب اجیری کے دارالعلوم میں مدرسہ اختیار کر لی۔ اجیر شریف کے دوران قیام میں تعلیم کا بہت اعلیٰ معیار جاری فرمایا اور طلبہ کی تربیت کی جس کی نظیر عام عربی مدرسہ میں معدوم یا کچھ بعد تھی۔

تعلیم کا وہ معقول انتظام تھا کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے تھے۔ صبح سویرے مدرسہ میں تشریف لاتے اور جب عام مدرسین مدرسہ کا وقت ختم ہونے کی وجہ سے اپنے اپنے گھر چلے جاتے تو خاص خاص اساتذہ اس وقت بھی پڑھایا کرتے تھے تقریباً ۱۲ بجے تک گرمیوں کے موسم میں درس دیتے اور بعد نماز وہاں چھٹی بھاگتی تھی لیکن حضرت

کے مکان پر درس کا سلسلہ اس وقت بھی جاری رہتا۔ ظہر سے عصر تک یہ سلسلہ چلتا اس کے بعد درگاہ معلیٰ میں نماز عصر پڑھا کر مولانا رام پوری مرحوم کے پاس جن کی نشست ہمارے پر حضرت خواجہ مبین الدین پٹنوی علیہ الرحمہ کے پاس جن کی نشست صاحبزادوں کے حراز کے پاس ہوتی جیسے جاتے اس جگہ علی مذکورہ اور دینی احادیث کا سلسلہ نماز مغرب تک جاری رہتا۔ بعد نماز مغرب مکان پر تشریف لاتے۔ سردیوں کے موسم میں جب دونوں وقت مدرسہ ہوتا تو بھی بعد نماز عصر تک درس دیتے اور بقیہ معمولات اسی طرح تھے۔ اجیر شریف کے قیام کے آخری زمانے میں جسم کے بڑھ جانے (عانت) کی شکایت پیدا ہونے پر اہلبا کے مشورے سے بعد نماز عصر دولت باغ میں بارہ درمی پڑانا ساگر کے سامنے ٹھیلے کیلئے چلے جاتے۔ اس سیر تقریر میں اکثر و بیشتر مولانا سردار احمد صاحب ہمراہ ہوتے اور راستہ بھر کو ملی کتاب ہاتھ میں لئے ہوتے کتاب کا درس بھی جاری رہتا اور تفریح و سیر بھی ہوتی تھی۔

بعد کا دن تھیلے کا ۱۰۰ تھا۔ لیکن اس دن صبح سے لے کر دس گیارہ بجے تک مجلس تقریر و مناظرہ منعقد ہوئی۔

آج کے اکثر مقررین اور واعظین اس زمانے کے تربیت یافتہ ہیں۔ اسی زمانے میں مولانا سردار احمد صاحب حافظ عبدالعزیز صاحب اور مولانا رفاقت حسین صاحب اور مولانا غلام نبیلانی صاحب بیٹھی وغیرہم کے مناظروں اور تقریروں کے متعلق دلچسپیاں اور نوک جھوک خوب بھاگتی تھی۔ مقررین کی اصلاح اور نقد و تبصرہ بھی فرمایا جاتا۔

علی و عملی طریقے اور اعلیٰ معیار خطابت کی ظاہر تعلیم آپ کی زندگی کا ایک بڑا کام نامہ ہے۔ اس کے بعد سلسلہ درس و تدریس و تربیت طلبہ و ادویں ضلع علی گڑھ میں بھی جاری رہا۔ اجیر شریف میں آپ کا قیام ۱۹۲۳ء تک رہا۔ غالباً ۳۳ء کے شروع میں آپ نے اجیر شریف کو چھوڑ دیا۔ اجیر شریف کا چھوڑنا خود ایک لمبی داستان ہے جس کے لئے کئی صفحہ مکمل چاہیے۔

مختصر یہ کہ اس کے بعد حضرت شیخ اپنے تمام تلامذہ کے حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ سجادہ نشین دربار رضویہ کی دعوت پر اجیر شریف سے بریلی روضہ انور دہلی کے مدرسہ دہلی میں ایک عرصہ تک جاری رہا۔

جوش تبلیغ

اجیر شریف کے قرب و جوار میں راجپوت قوم وہاں راجہ پرتیوی راج کی اولاد آباد ہے جو مسلمان ہو چکے ہیں لیکن ان میں بہت سی عاداتی مشرکانہ تھیں اور وہ فراموش اللہ سے بالکل ناواقف تھے ان راجپوتوں کی شادیوں خدام پارگاہ چشتیہ کے گھرانے میں اکثر ہوا کرتی تھیں چنانچہ خدام میں کے بعض شاگردوں نے ان لوگوں میں تبلیغ کا پروگرام حضرت کے ارشاد سے بنایا چنانچہ قرب و جوار کے بہت سے علاقوں میں وقتاً فوقتاً تبلیغی جلسے ہوئے جس کی وجہ سے بہت اچھا اثر پڑا اور مشرکانہ رسوم سے توبہ کرنے اور ایمان کے راستہ پر چلنے کا جذبہ اس راجپوت قوم میں پیدا ہونے لگا۔

اس سلسلہ میں مولوی سید محمد علی صاحب ازہری اور مولوی خیرات دکن صاحب اور مولوی سید محمد یونس اور مولوی سید اقبال احمد صاحب تلامذہ حضرت صدر الشریعہ و خدام پارگاہ معلیٰ کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس کے علاوہ درگرد کے بڑے شہروں اور قصبہ میں بھی خود اور آپ کے طلبہ تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھتے مذہب اہل سنت کی اشاعت اور رد وہابیہ عزائم کا قیادہ کیا کرتے تھے۔

تفسیر آباء و بیاد لاؤنوں ہے پورا جو دھپور پالی ماڈرن چتور وغیرہ کے علاقہ میں تبلیغ ہوا کرتی تھی۔

تقریریں

حضرت صدر الشریعہ بدر النظریت کی تقریر نہایت خوبصورت اور تفسیر قرآن و حدیث پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔ طریقہ تقریر یہ تھا کہ پہلے کسی آیت کی تلاوت فرماتے اس کے بعد اس کا ترجمہ فرما کر پھر آیت کی تفسیر اور اس کے تعلقات نہایت سہل سے بیان فرماتے۔ تقریر میں وہابیہ کے عقائد کا رد اور اہل سنت کے عقائد کا اثبات ہوا کرتا تھا۔ لیکن انداز بیان ایسا نرالا اور اولیٰ اسنے قوی اور محبتیں اتنی واضح ہوتیں کہ مخالف موافق سب کو ان باتوں کو تسلیم کرنا پڑتا عواماً مقررین کی خاص تقریریں ہوتی ہیں جو انہوں نے یاد کی ہوتی ہیں اس کے اشارے کنارے بلکہ انصافاً بیضا تک انہوں نے منق کے ذریعہ سے ٹھیک کیا ہوتا ہے لیکن جہاں تک مجھے خیال ہے حضرت صدر الشریعہ کی کوئی تقریر دہلی آئی نہ تھی۔ بلکہ تقریر بھی ایک مستند دینی درس اور ایک باوقار خطبہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ ابتدائی جوانی میں ایک یا چند تقریریں یاد کی ہوں لیکن جہاں تک میرے سننے اور عام احباب کے سننے کا تعلق ہے۔ سب لوگ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ آپ کے خطبے ہمیشہ سننے اور باتیں عواماً نرالی ہوتی تھیں۔ البتہ درمیان میں احادیث مشہورہ اور تاریخی واقعات کی طرف اشارہ بھی ہوا کرتے تھے۔ میں نے بعض مرتبہ دیکھا ہے کہ حضرت اگر رات میں مشغول رہتے تھے اور کبھی کبھی کچھ آہستہ آہستہ زبان سے بھی فرما دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد تقریریں ہوتیں اور سماں بندھ جاتا۔

لطیفہ

حضرت دیوان سید آل رسول علی خاں صاحب سجادہ نشین حضرت سلطان المشائخ خواجہ معین الدین چشتی اجیری علیہ الرحمہ کے دولت کدہ پر ہر سال محرم شریف کی مجلسیں

ہوئیں ان کی آخری تاریخ مجلسوں میں حضرت صدر الشریعہ کی وفات تفریریں ہوا کرتی تھیں جن میں قند شہادت واقعات میدان کربلا بیان فرماتے تھے ان مجالس خیر میں دور دور سے لوگ شرکت کے لئے آتے، حضرت امیر شریف سے آئے تو آپ کے بعد مولانا معین الدین صاحب اجیری وہاں تفریریں کرتے تھے ایک دن ان کی تقریر پوری تھی کہ چند اشخاص آپس میں بات کرنے لگے کہ یہاں تقریر تو مولانا امجد علی صاحب کے زمانہ میں ہوئی تھی اور جمع اس وقت ہوتا تھا اور رونق کا وہ زمانہ تھا اب تو دیکھو آلو بول رہا ہے منو نا تھہ پتھن وہابیہ ویو ہندیہ کا خاص گڑھ ہے۔ وہاں کے لوگ حضرت صدر الشریعہ کی تقریروں کو بڑے ذوق و شوق سے سنتے اور حضرت کے دوقلم اور بلاغت کا کام سے بہت متاثر ہوتے بلکہ تقریر کے بعد آپ کی تقریر کو کہتے تھے کہ ہمارے بھی یہی عقائد ہیں حالانکہ ان کے عقائد کا اس تقریر میں نہایت ملل رہا ہوا کرتا تھا۔ تقریر میں فضائل و مناقب پر انحصار نہیں رہا کرتا تھا کہ لوگوں کے عقائد کی اصلاح کے ساتھ نیک اعمال کا جذبہ ترقی پاتا رہے۔

تصنیف

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی سب سے مشہور تصنیف بہار شریعت ہے جس کے سترہ مطبوع حصے اہل سنت و جماعت میں متداول ہیں۔ یہ درحقیقت فقہ کا "دائرة المعارف" آئنا ٹکو پڑیا ہے چونکہ عوام الناس کو فقہ کے معلومات کے بڑے ذخیرہ کی ضرورت تھی اور اس سلسلہ میں اردو کی اور چھوٹی چھوٹی کتابیں تھیں اور بہشتی زیور مولوی اشرف علی کی بھی اس زمانے میں رائج ہوتا شروع ہوئی تھی۔ جس میں عقائد اور غلط مسائل بے شمار تھے لہذا ایک ایسی کتاب کی ضرورت پڑی جو صحیح عقائد اور ٹھیک ٹھیک مسائل پر مشتمل ہو اس سلسلہ میں بہار شریعت کی تصنیف کا کام شروع کیا گیا۔ خانہ ۱۳۳۳ھ میں شروع کیا گیا۔ پہلے بہار شریعت حصہ دوم لکھی گئی۔ اس کے بعد حصہ اول لکھی گئی اور سلسلہ تالیف و تصنیف آخر عمر شریف تک جاری رہا۔ سترہ سو اسی حصہ عمر کے آخری حصہ ۱۳۱۳ھ میں تصنیف فرمایا۔ اس تصنیف و تالیف میں اتنا عرصہ اس لئے لگا

کہ سال بھر درس و تدریس افتاد و غیرہ سے فرصت نہیں ملتی۔ صرف رمضان المبارک کا زمانہ ایسا تھا جس میں یہ کام ہوتا خصوصاً اواخر رمضان اشکاف کی حالت میں حضرت کی مشغولیت یہی بہار شریعت کی تصنیف تھی یا عبادت قرآن مجید۔ جب ۱۳۶۲ھ رمضان المبارک کی ۲۲ تاریخ آنکھوں میں تکلیف شروع ہوئی اور بیٹائی بالکل زائل ہو گئی اس کے بعد سے تصنیف کا کام ختم کرنے پر مجبور ہوئے آنکھوں کا آپریشن خیر آباد مطبع سینا پور کے اسپتال میں کرایا کر یہ آپریشن کامیاب نہ ہوا آنکھوں میں پتھری روشنی خود برآئی تھی جس کی وجہ سے دس دن دیرہ کر لیتے تھے۔ لیکن کھینے پانے کا کام نہ کر سکتے تھے۔ آپ کی دوسری بڑی تصنیف آپ کے فتاویٰ ہیں۔ جو اکناف و اطراف ہندوستان سے آیا کرتے تھے۔ یہ بھی بڑے پایہ کی تصنیف ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہے اور یہ تین جلدیں وہ ہیں جو محفوظ رہ گئیں درنہ بیشتر فتاویٰ یا تو کھین لٹل ہی نہ ہوئے یا کم ہوئے اگر یہ فتاویٰ کسی زمانے میں زیور طبع سے آراستہ نہ ہوئے تو نہایت مفید کتاب ہوگی۔ تیسری بڑی تصنیف حدیث کی مشہور کتاب شرح معانی الآثار نام ابو جعفر طحاوی مفتی ستونی ۳۲۱ھ علیہ الرحمہ کی شرح ہے یہ شرح عربی میں ہے۔ بہار شریعت ص ۱۰۲ ج ۱۷ میں احمد بن محمد بن سائبہ از ذی مصری۔

فرماتے ہیں ۸ محرم ۱۳۶۲ھ میں فقیر نے چند طلبہ خصوصاً عزیز مولوی حافظ حسین الدین صاحب امرہ مولوی عزیز مولوی سید ظہیر احمد صاحب گیلوی مولوی حافظ قاری محبوب رضا خاں صاحب بریلوی و عزیز مولوی محمد ظلیل مارہروی کے اصرار پر شرح معانی الآثار معروف بلحاوی شریف کا تخریج شروع کیا تھا۔ کہ یہ کتاب نہایت محکمہ آثار حدیث کی جانت حاشی سے خالی تھی۔ استاد ناظم حضرت مولانا دینی احمد صاحب محدث سورتی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کتاب پر کہیں کہیں تعلیقات تحریر فرمائے ہیں۔ وہ طالبہ کے لئے بالکل ناکافی ہیں مکمل اور مفصل حاشیہ کی اس ضرورت تھی۔ اس تخریج کا کام سنہ مذکور میں تقریباً سات ماہ تک کیا۔ مگر مولوی عطاء الرحمن عظمیٰ کی طاعت شہیدہ پھر ان کے انتقال نے اس کام کا سلسلہ بند کرنے پر مجبور کیا۔ جلد اول کا نصف بنفعل نقائی نے جو چکا ہے

جس کے صفحات کی تعداد ہارک قلم سے ۴۵۰ ہیں اور ہر صفحہ پینتیس یا چھتیس سطروں پر مشتمل ہے اس عبارت سے حضرت کے تحریر طبعی اور ذوق نویس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ محض چھ بیسے میں ساڑھے چار سو صفحات لکھنے روزمرہ ڈھائی سو صفحہ ۳۶ سطریں پر مشتمل جس کے لئے اہمات کتب حدیث و رجال کے مطالعہ کی ضرورت ہوتی تھی۔ تحریر فرماتے تھے۔ اس زمانہ تحریر میں یہ طلباء جواب علماء دیوبند و ائمہ حضرت کے پاس رہا کرتے تھے۔ شب بیداری کی وجہ سے یہ سب بیمار ہو گئے تھے لیکن حضرت اسی طرح کام کرتے رہے۔

ایک زمانے میں جب بالقصور قاعدے جاری ہوئے اور ان میں جاہلوں کی تصویر کی وجہ سے اسلامی مدارس ایسے قاعدوں سے استفادہ حاصل نہ کر سکے تو مسلمان و مہندار بچوں کے لئے آپ نے اسلامی قاعدہ نامی قاعدہ تصنیف فرمایا تھا۔ جس میں تصویریں تھیں۔ لیکن جاندار کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور ترتیب ایسی نفس کشی تھی کہ اس قاعدہ سے تعلیم پانے والا بہت جلد اردو پر قادر ہو جاتا تھا۔ میں نے یہ قاعدہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی اردو کی دوسری کتاب پڑھی تھی۔ درمیان میں کوئی دوسرا قاعدہ یا کوئی اور کتاب نہ پڑھی۔ حضرت صدر الشریعہ کی تصنیف اور آپ کے فتاویٰ کی یہ خصوصیت ہے کہ الفاظ سادہ و دلکش مؤثر، سہل، متین کا درجہ رکھتے ہیں۔ دقیق سے دقیق مسئلہ ایسا آسان لکھتے ہیں کہ کم فہم آدمی بھی باسانی سمجھ سکتا ہے حضرت کے خطوط میں بھی یہ خصوصیت نمایاں تھی کہ صرف ضروری باتوں پر مشتمل ہوا کرتا تھا۔ کوئی زائد بات سمجھی نہ ہوتی۔ خطوط میں تاریخ دن اور مقام روانگی کے بیان کا خاص اہتمام ہوتا۔ ایک دن میرے بڑے بھائی مولانا حکیم بخش الہدی صاحب مرحوم کو ان کے بعض خطوط پر تنبیہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میرا خط دیکھو کیا تم کو نہیں معلوم کہ میں کہاں رہتا ہوں لیکن میرے خط میں ان تمام کی تصریح اس لئے ہوتی ہے کہ آسانی سے برقعہ کو پوری بات معلوم ہو جائے۔ غالباً انہوں نے خط میں بعض ایسی ضروری فروغداشت کر دی تھی۔ اگر کوئی شخص خط کا جواب نہ دیتا تو اس پر بہت اظہار جلال فرماتے اور فرماتے کہ اگر تم کسی سے کوئی بات کرو۔ اگر تم کو جواب نہ

دے تو یہ بات تم کو کتنی ناگوار ہوگی اسی طرح سے اگر کسی خط کا جواب نہ دیا جائے تو اس کا بھی ایسی اثر ہوتا ہے۔

یہ بات غالباً حافظ عبدالرؤف صاحب مدرس دارالعلوم اشرفیہ سے فرمائی تھی اور انہوں نے کسی خط کا جواب نہ دیا تھا یہ اس وقت کی بات ہے جس زمانے میں وہ بریلی شریف حضرت مفتی اعظم کے یہاں مقیم تھے۔ انہیں خطوط میں سے حضرت کا ایک خط ”مناظرہ دینی و باہیہ“ میں طبع ہوا ہے اس خط میں حضرت مولانا سید محمد صاحب محدث یکچوچوی مدینہ کو دعوت شرکت اجلاس دی ہے اس زمانے میں لکھنؤ میں مناظرہ ہونے والا تھا۔ مناظرہ کی تاریخ غالباً ۶-۷ شوال تھی۔ دیوبندیوں کی طرف سے مولوی اشرف علی یا ان کا کوئی وکیل اور سنیوں کی طرف سے حضرت حمید الاسلام یا حضرت صدر الافاضل یا ان کے وکیل مناظرہ تھے۔ وہابیہ کے نہ آنے اور مناظرہ نہ کرنے کا حضرت کو یقین کامل تھا۔ اس شکست کے بعد جشن مسرت منانے کے لئے حضرت محدث صاحب قبلہ کو دعوت دی تھی اور اس میں تاریخ مناظرہ کی اطلاع اور وہابیہ کی شکست ہو جانے کا حقیق اور شرکت جشن کی دعوت صرف تین سطر میں تھی یہ بھی خط ایک تحریر کی اور واقعاتی کرامت ہے۔ حضرت کا ارشاد حرف بحرف صادق ہوا اور وہابیہ مناظرہ میں نہ آ سکے بعد کے واقعات کے لئے روداد کی طرف توجہ فرمائیں۔

پھر بہار شریعت کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جو عام کتب فقہ اردو و عربی و فارسی میں نہیں بہار شریعت میں مسائل کو پہلے قرآن پاک کی آیتوں سے ظاہر کیا گیا ہے پھر احادیث کریمہ سے اس کی تاکید و تفسیر و تفصیل کی گئی ہے۔ اس کے بعد کتب فقہ سے اس کی مثالیں اور ہزنیات کے ذخیرہ جمع کئے گئے ہیں۔ مسائل اس امداد سے اکٹھے کئے گئے ہیں کہ شاید وہابیہ کوئی ضروری مسئلہ جس کی ایک عالم کو تلاش ہو وہ اس میں نہ ملے۔ ہم نے بہت سے مفتیان کرام سے جو آج کل بڑے بڑے منصف افتاد پر متمکن ہیں سنا ہے کہ بہار شریعت نے فتاویٰ کے بارے میں بہت سہولت پیدا کر دی پہلے مسئلہ بہار شریعت میں دیکھا پھر اصل کتاب نکال لی۔ لیکن عموماً یہ دکھا جاتا ہے کہ لوگ بہار شریعت

کہ حوالہ نہیں دیتے یہ بات صرف حضرت مولانا مفتی صاحب داد صاحب مفتی پاکستان کراچی میں بالخصوص ہے کہ وہ اپنے قادیانی میں اکثر بہادر شریعت کا حوالہ ضرور دیتے ہیں۔ یہ بات دیکھت اور قادیانہ اور رتوئی کے بالکل مطابق ہے کہ اصل باغیہ و مرجع کا پتہ چل رہے۔ اور پھر عوام و خواص میں بہادر شریعت کا مستند ہونا مسلم ہو جائے اہل سنت میں بہت زمانے سے مسلم ہے۔ بہادر شریعت کے ابتدائی چھ حصہ، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے سنے ہوئے ہیں سنے نہیں بلکہ حرف بحرف سنے ہوئے ہیں اور ان میں جگہ جگہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی اصلاح بھی ہوئی ہے اور ان حصوں میں آخر میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تقریظات بھی موجود ہے۔ اعلیٰ حضرت مجدد مآۃ حاضرہ نے ان الفاظ میں حضرت صدر الشریعہ کی تعریف فرمائی ہے۔ انہی فی اللہ ذی المجدد الجاہ والطنیع السلیم والفکر القویم والفضل العلی مولانا ابو لعلی مولوی حکیم محمد امجد علی قادیانی ہو کتانی اعظمی بالذہب والمشرب دالسبکی اعظمی الخ کی تقریر یہ ہے کہ حضرت صدر الشریعہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر ہیں اور نوٹ اعظم حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرب میں داخل ہیں اور ان کے گڑھ کو کھنڈ کر رکھتے ہیں۔

یہاں یہ بات بتانے کے لائق ہے کہ اعظم گڑھ کی طرف نسبت اعظمی کے مسجد بھی حضرت صدر الشریعہ جانا ورنہ حضرت سے قبل لوگ اپنے کو اعظم مرضی کھسکا کرتے تھے۔ حضرت نے اس نسبت کو شہرت عطا فرمائی اور اب سب لوگ اپنے کو اعظمی کہنے اور بولنے لگے۔

بہارِ شریعت کے گوشتِ زہے میں اور وہ قریب قریب کامل و اکمل کتاب ہے لیکن ابھی چند ایوابِ نقد باقی رہے جو بقول صدر الشریعہ تین حصوں پر مشتمل ہوں گے اور بہارِ شریعت اس لحاظ سے پوری مکمل نہ ہو سکی۔

تذریعہ

حضرت صدر الشریعہ کا یہ بہت بڑا مشغلہ تھا اور عمر کے آخری اوقات تک یہ کام کبھی

نہ چھوڑا۔ بلکہ یہ کہنا بغاوت نہ ہوگا کہ حضرت اسی کام کے لئے پیدا کئے گئے تھے آج
انکاف ہندوستان و پاکستان میں جس طرف نظر اٹھا کر دیکھئے حضرت کے شاگرد یا ان
کے شاگردوں کے شاگرد و تدریس و افق کے خدمات بھی مشغول ہیں اس سلسلہ میں صدر
الفاضل علی الرحمہ کے علاوہ اور ان کے شاگردوں کے شاگرد بھی درجہ انفرا آتے ہیں۔
اصلی حضرت فاضل بریلوی نایب الرحمہ کے ان دورو حافی فرزندوں نے مذہب یا سنت کی
بڑی خدمتیں کی ہیں۔

آپ کے سبق پڑھانے کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے طالب علم عبارت پڑھتا۔ اگر عبارت صحیح پڑھی فیما ورن عبارت کی تصحیح اور غوی صرئی مسائل کی مشق اور تخریج بھی عبارت خوانی کے درمیان فرما دیتے جب عبارت ختم ہو جاتی تو ترجمہ بھی طالب علم ہی کو کرتا پڑا۔ ترجمہ اس طرح طالب علم سے کراتے کہ اردو زبان کی صحت اور اصل سے ترجمہ کی مطابقت اور معنی فیزی پوری طرح ہوتی لفظی ترجمہ یا سطحی ترجمہ ہے لی طالب علم کی استعداد اور اس کی تہاری کا علم ہو جاتا تھا۔۔۔۔۔

میرے ہم نسل احباب ہر جگہ نو عبارت پڑھنے کی کوشش کرتے لیکن حضرت کے سامنے عبارت پڑھنے کے اکثر احباب گھبراتے صرف چند ہی ایسے تھے جو بادل خواستہ اس کی حرات کرتے تھے۔ وہ بھی عموماً تئاری کے بعد..... ترجمہ میں بعض الفاظ سے چڑھ تھی۔ مثلاً فی کا ترجمہ کیا اندر کرنے سے منع فرماتے تھے کہ اندر اسم ہے۔ اور فی حرف ہے۔ حرف کا ترجمہ حرف سے اور اسم کا ترجمہ اسم سے ہونا چاہیے۔ لہذا فی کا ترجمہ میں سے کرد ایضاً کا ترجمہ دیکر کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے اور اس کا ترجمہ بھی کرتے تھے۔

الطيف

دادوں میں تغیر، نینہاؤں شریف، نور علی، جس میں میں بھی شریک تھا اور مولانا وقار الدین صاحب، مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی، مولانا محمد غنیل صاحب کچھ چھوٹی مولانا مصطفیٰ علی سنبلی، وغیرہ تادمہ شریک تھے انہیں میں سے ایک دوست نے قالوا اتجعل فیہ ۵

ترجمہ اس طرح کیا اور ملائکہ لوگوں نے کہا اس پر حضرت خوب ہنسے اور فرمایا کہ اگر بڑوں والی اردو ہوئی کہ بندہ لوگ بہت پریشان کرتا ہے وہ صاحب بھی اس لیلیہ و ذکر کر کے ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ بس حضرت کے سامنے آدمی بالکل مہجور ہو کر رہ جاتا ہے۔

جب طالب علم عبارت اور ترجمہ سے فارغ ہو جاتا۔ اب حضرت اصل عبارت کی نہایت واضح اور نفیس تقریر فرماتے، تقریر بالکل دل میں منقوش ہو جاتی اور مشکل سے مشکل مقام ایسا علوم ہوتا کہ یہ کوئی دشوار مقام ہی نہیں۔ اگر کتاب بڑی اور فن کی ہوتی تو مطلب بیان کرنے کے بعد اعتراض و جواب جو اس مقام پر ہوتے ان کی بھی تقریر فرماتے اور کبھی کبھی خود دعا بھی فرمایا کرتے تھے خصوصاً تاجی مہارک میرزا دہر رسالہ میرزا دہر رسالہ اور غار اور خیالی و محس باغ وغیرہ میں یہ باتیں اکثر ہوا کرتی تھیں..... اور کتاب چھوٹی ہوتی تو غالب علم کے استعداد کے مطابق عبارت کی توضیح و تقریر فرما کر بس کر دیتے۔ میں نے جب دارالعلوم معینیہ علیہ الامیر شریف میں کافر پڑھنا شروع کیا تو جو حضرت ہمارے استاد تھے انہوں نے لکھ لفظ پر پوری تحریر سبب اور سوال و جوابی بنا کر رکھ دی کافر سے دینے کی شروع میں میں ہم لوگ مرعوب تھے جو یہ تقریر دل تابدیر سنی تو ہوش اڑ گئے۔ حضرت کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ کافر بالکل سمجھ نہیں نہیں آتی فرمایا اچھا تم پڑھ جائیں گے نماز ظہر کے بعد میں اور سید محمد علی صاحب (جیری دونوں یہ کتاب حضرت سے پڑھنے لگے پہلے ذیل ایک صفحہ ابتدائی فرمایا اور اس کے مطالب اور معانی واضح فرمادیئے صرف یہ بات کہ بسم اللہ کے بعد الحمد شریف کیوں نہ لکھی اس کے دو سخن سیدہ سادے جواب دے کر سبق ختم کر دیا۔ میں نے ایرانی سے دریافت کیا کہ یہاں ہمارے استاد نے تو بہت سے اعتراض اور جواب بیان کئے فرمایا کہ یہ سب چیزیں شرح جانی ہیں آئیں گی غرض آپ کا درس کلموا الناس علی قدر عقولہم الوبانی الذی یربی الناس بصفار العلم قبل کبارہ کا منون قرار ہیں حال احادیث کریں۔ کی تعلیم میں ہوتا۔ ہر مقام پر ایک مختصری جامع و مانع و ثانی تقریر فرماتے، شکوک و

شہادت کے بادل خود بخود چھٹ جاتے اور علم و یقین کا سورج مشرق قلب و دماغ پر جلوہ گر ہو جاتا۔

حضرت کے تدریس کی یہ خصوصیت تھی کہ ہر علم و فن کو یکساں پڑھاتے، آپ کے کسی سبق میں کوئی شخص یہ خیال نہیں کر سکتا تھا کہ آپ کو اس فن میں مہارت اور اس علم میں ید طولی حاصل نہیں حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، معانی، بیان، بدیع، منطق، فلسفہ، نحو، صرف، صاب، بیات، ریاضی، ہندسہ، طب و حکمت، اصول حدیث، غرض تمام علوم درس نظامی میں یکساں مہارت تھی اور یہ سب با ان کے اکثر میں نے خود حضرت صدر الشریعہ سے حاصل کئے ہیں ایک بخاری صاحب قسطنطنیہ سے شرح معانی خرید کر لائے تھے اور کہتے تھے کہ میں سارے ملکوں میں گھوم آیا کوئی اس کتاب کو پڑھانے کی حالی نہیں مہرتا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر آپ یہ کتاب مجھے مطالعہ کے لئے دے دیا کریں تو میں آپ کو یہ کتاب پڑھا دوں گا چنانچہ وہ رات کو یہ کتاب حضرت کو دے جاتے اور جب مدرسہ کا وقت ۱۲ بجے ایک بجے ختم ہو جاتا اور سارے مدرسین چلے جاتے تو یہ سبق شروع ہوا کرتا تھا اکثر ہم لوگ بیٹھے ظاہر بھی کیا کرتے تھے اور کبھی قریب بیٹھ کر بھی سنا کرتے تھے۔ وہ بخاری صاحب اردو زبان سے آآ تھاتھے حضرت ان کے لئے فارسی میں تقریر فرمایا کرتے تھے غرض تقریباً ایک سال میں یہ کتاب انہوں نے ختم کی۔

اسی طرح حواشی تدریسہ و جدیدہ جو غیر بطور ہیں مولانا غلام بیلائی صاحب و مولانا سردار احمد صاحب و مولانا رفاقت حسین صاحب وغیرہ کو بریلی شریف سے واپس آنے کے بعد پڑھایا کرتے آج کل کے علما ان کتابوں کے نام سے بھی واقف نہیں معاشین کا کیا پڑھ ہوگا۔

حضرت کے سب سے آخری شاگرد دو تھے۔ ایک میری بہن سعیدہ اور دوسرے سبحان اللہ ان دونوں کو حضرت نے مکلفہ و تفسیر جلالین تک پڑھایا تھا۔ فرماتے تھے کہ اگر میری زندگی رہے گی تو سعیدہ کو بخاری مسلم شریف تک پڑھاؤں گا لیکن تفسیر جلالین پڑھانے ہی کے زمانے میں ہی حضرت کا وصال ہو گیا۔ اس وقت سعیدہ ابھی بچی تھی اور

جوان نہ ہوئی تھی۔ ہاں آخری شاگردوں میں والدہ صاحبہ کا شمار بھی ہو سکتا ہے۔ صاحب نے ان کو بھی ابتدائی نحو صرف تک کی تعلیم دی تھی۔ شروع میں یہ صرف اردو نواں تھیں۔ لیکن حضرت نے فارسی اور ابتدائی عربی تک ان کو تعلیم دے دی تھی۔ جس زمانے میں کہ انھیں کام پڑھنا تھا انھیں باہر سے آنے والے قلم خط و وی سنایا کرتی تھیں اور جواب مولوی سبحان اللہ صاحب لکھا کرتے تھے۔

آپ کے درس میں ہندی و پاکستانی، پنجابی، سندھی، مدراسی، پنجابی، بخاری، سرقدری، بنگالی، افغانی، ترکی، افریقی، ایرانی حاضر ہوتے، غرض ہر لسل کے طلباء نے آپ سے استفادہ کیا اور ہر علاقے میں آپ کے تلامذہ پائے جاتے ہیں۔

افقا

یہ کام بھی حضرت نے آخر عمر تک کیا اور اس کام میں بہت مہارت حضرت کو تھی۔ اس مہارت اور بالغ نظری کو خود شیخ مجدد مآقا حاضرہ نے سراہا ہے۔ فرماتے ہیں آپ یہاں کے موجودین میں تھے جس کا نام ہے وہ (حضرت صدر الشریعہ) مولانا مولوی احمد علی صاحب میں سب سے زیادہ پائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ استقامت سائے ہیں اور جو جواب میں دیتا ہوں لکھتے ہیں طبیعت اخاذ سے طرز سے واقف ہو چکے ہیں۔ (المفروضہ ۲۷ ج ۱) امیر شریف میں ایک شخص آپ کی خدمت میں ایک فتویٰ لایا تھا۔ جس میں مجملہ تعظیص کے بارے میں سوال تھا۔ آپ اس زمانے میں بہت سخت طبع تھے عالمت کی وجہ سے آپ نے فتویٰ نہ لکھا اس قسم کا ایک فتویٰ مولانا مصین الدین صاحب امیری سے دریافت کیا گیا تھا انہوں نے جو جواب دیا وہ اسی زمانے میں شائع ہو چکا تھا۔ آپ سے جواب کا تقاضا کیا گیا تو آپ نے اپنی ذہانت کے زمانے میں ہی جواب دیا۔

تلامذہ

حضرت کے شاگرد بہت سے ہیں اور بہت سے دصاں فرما چکے، پرانے شاگردوں

میں مولانا عبدالکریم صاحب چٹوڑی مرحوم، مولانا عبدالحی صاحب اور مولانا محمد یحییٰ صاحب بلیاوی، مولانا عبدالعظیم صاحب بلیاوی اور مولانا نور محمد صاحب اعظمی اور ان کے تلامذہ سیکڑوں علماء و فقہاء تھے۔ ہمارے زمانے میں خاص خاص چند نام یہ ہیں۔

حضرت مولانا سرمد احمد صاحب شیخ الحدیث و الفیہ بانی جامعہ رضویہ لاکھ پور سابق خادم مدرس جامعہ رضویہ بریلی شریف صدر المدینین مدرسہ اشرفیہ مبارکپور حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب صدر المدینین میرٹھ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ریحی، اعظم کلک مدرس آل انڈیا تبلیغ سیرت، حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب (میر سے برادر عم زاد) رحمتہ اللہ علیہ صدر المدینین جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی شریف حضرت مولانا مفتی اعظم کانپور مولانا رفاقت حسین صاحب بہاری، حضرت مولانا غلام یاسین صاحب پورنوی، مولانا مفتی غلام قادر صاحب پورنوی، مولانا شمس الدین صاحب جوینوری، مولانا عبدالصغی صاحب اعظمی صدر المدینین دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد مولانا وقار الدین صاحب سابق مدرس اعلیٰ مظہر اسلام بریلی، حضرت مولانا محسن صاحب اور ان کے برادر مولانا ولی الہی صاحب حال مدرس انوار العلوم مٹان، مولانا نور محمد صاحب چٹوڑی، مولانا عزو میاں صاحب، مولانا تقدس علی خاں صاحب، مولانا ابرار حسن صاحب، مولانا اعجاز ولی خان صاحب، مولانا قاضی شمس الدین صاحب صدر المدینین مدرسہ اہل سنت، قائد ضلع فیض آباد مولانا سلیمان صاحب بھگل پوری، مولانا قاری اسرار الحق صاحب مولوی سبحان اللہ صاحب، مولانا مختار الحق صاحب خطیب جامع ثوبہ ضلع راولپور مولانا حامد صاحب فقیہ مولانا عبدالعزیز صاحب ڈیرہ اسماعیلی، مولانا نور الحق صاحب پورنوی، مولانا قاری عبدالخلیل صاحب مرحوم آلہ آبادی، مولانا محراب دین صاحب پشاور، قمر کی حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب مولانا محمد الیاس صاحب سیالکوٹی، مولانا عبدالعظیم صاحب بخاری، مولانا سید ظہیر احمد صاحب علی گڑھی، مولانا محمد مبین صاحب امرہوی، مولانا فیض الحسن صاحب پشاور، مولانا محمد سلیمان صاحب سلمی، مولانا محمد علی صاحب امیری ازبکی، مولانا محمد یحییٰ مرحوم حاجزادہ حضرت قبلہ

مولانا غلام آسی صاحب بیادلی مولانا غلام محی الدین صاحب مرحوم بیادلی مولانا مصطفیٰ علی صاحب سنبھل صاحبزادہ مولانا عطارد المصطفیٰ مرحوم انی آخرہ للتعف عنہ حضرت مولانا حکیم شمس الہدیٰ صاحب مرحوم صاحبزادہ اکبر۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء ہیں جو براہ راست حضرت صدر الشریعہ کے شاگرد ہیں جن کا تذکرہ ضمیمہ پہلے گزر چکا ہے اور بہت سے افراد تو حیطہ تحریر میں بھی نہیں آ سکتے۔ حضرت نے بہت ہی ابتدائی جوانی سے تعلیم دینا شروع کیا اور آخر عمر تک درس ہی دیتے رہے اور آپ کے حلقہ تلمذ اکثر بائیں علم و فضل ہوئے اور یہ لوگ معنی ہوئے یا مدرس و مبلغ ذالک فضل اللہ یوسین بیضاء۔

تاریخ وصال حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ

ان الحسن فی جنت دیمون

۲۷ ۱۳ ہجری

بموقع چلم

قطعہ

سلائی جا بجا اوش و سادیں

مہ و خورشید پیشانی جھکادیں

ترے خدام اے صدر شریعت

جدھر جائیں فرشتے پر جھکا دیں

از: شاعر مشرق شیریں جو پوری

حیات حضرت صدر الافاضل قدس سرہ

از: مولانا حکیم محمد نذیر الاکرم صاحب قلمی مراد آبادی
ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل سنت۔

حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل استاذ العلماء مرقع الفضلاء امام المناظرین رئیس المتکلمین مولانا الحاج حافظ قاری حکیم محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہ العزیز کی ذات گرامی دنیائے اسلامی کی ان عظیم المرتبت شخصیتوں میں ہے جنہیں ملت اسلامیہ کا ستون اور دین حق کا امام کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا آپ کے حالات زندگی تفصیلی طور پر بیان کرنے کے لئے تو ایک ضخیم کتاب درکار ہے مگر چونکہ میرے محترم دوست حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی نے ”پاسان“ کے مجدد نمبر میں شائع کرنے کے لئے حضرت قدس سرہ کے حالات زندگی پر ایک مضمون طلب فرمایا تھا اس لئے اس اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس وقت صرف اجمالی حالات پیش کئے جا رہے ہیں۔

فقیر محمد نذیر الاکرم علی عنہ

ولا اذت

حضرت صدر الافاضل قدس سرہ العزیز کا تاریخی نام ”غلام مصطفیٰ“ ہے آپ ایک عالی نسب اور اعلیٰ خاندان سے ہیں۔ آپ کے والد ماجد اور اجداد گرامی حضرت مولانا معین الدین صاحب نزہت الدین مولانا امین الدین صاحب رابع الدین مولانا کریم الدین صاحب آرزو اپنے اپنے دور میں فاری اور اردو ادب کے استاد و امام مانے گئے ہیں۔

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا معین الدین صاحب نزہت کے کئی فرزند حافظ ہو کر بچپن ہی میں انتقال کر چکے تھے۔ اس لئے آپ کے والد ماجد نے یہ نذر مانی تھی کہ

اب اگر مولا تبارک و تعالیٰ فرزند عطا فرمائے تو اسے دین کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گا اگر مگر جہاد ہوا تو اسے ساتھ لے کر میدان جہاد میں سرخروئی کروں گا۔ مولا تبارک و تعالیٰ نے ۲۱ مفر ۱۳۰۰ھ کو یہ فرزند سعید عطا فرمایا۔

ابتدائی تعلیم

حسب نذر حقیقت تعلیم کی ابتدا حفظ قرآن کریم سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا ذہن رسا عطا فرمایا تھا اور وقت حافظ بخشی تھی کہ آٹھ سال کی عمر میں پورا قرآن کریم حفظ کر لیا اور آخر عمر شریف تک برابر تراویح میں شتم قرآن کریم فرماتے رہے۔ لوگوں کی عقیدت و گرویدگی کا یہ عالم تھا کہ کثرت جماعت کی وجہ سے لوگوں کو جبکہ نہ ملتی تھی۔

اور وہ فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت مولانا عین الدین صاحب زہرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی اور عربی تعلیم میں ملا حسن بن کتائب جامع معقول و معقول حضرت مولانا مولوی شاہ فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھیں۔ طالب علمی کے زمانہ ہی میں آپ کی ذہانت و تقاضات کا عام شہرہ تھا اسی بناء پر استاد معظم بھی بڑی شفقت فرماتے تھے۔

تحصیل علوم عربیہ

لاحسن جب ختم ہوئی تو حضرت مولانا مولوی شاہ فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود اپنے ہمراہ لے کر صاحب کشف و کرامات جامع معقولات و معقولات امام العلماء حضرت مولانا مولوی شاہ سید گل محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کی جورت ذہن اور طبع رسا کا بیان فرما کر حضرت کو اپنی شاگردی میں قبول فرمانے کی درخواست کی چنانچہ بقیہ درس نظامی اور دورہ حدیث وغیرہ حضرت مولانا گل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پورا کیا غرض اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلیہ و نظریہ و طب یونانی وغیرہ کی تحصیل کر لی۔ دو سال مزید استاد معظم کی خدمت میں رہ کر روایات کئی اور افتاء نویسی کی افلی خدمات انجام دیں۔ ۱۳۲۰ھ میں نہایت شان و شوکت

کے ساتھ دستار فضیلت سے سرفرازی ہوئی۔ آپ کے والد ماجد نے اس پر یہ قطع تاریخ تحریر فرمایا۔

ہے میرے پسر کو طلبہ پرودہ فضیلت

سیاروں میں رکھتا ہے جو مرغ فضیلت

زہمت تعلیم الدین کو یہ کہہ کے سنا دے

دستار فضیلت کی ہے تاریخ فضیلت

زمانہ طالب علمی کا ایک مناظرہ

دوران تعلیم ہی میں آپ نے بہت سے مناظرے فرمائے۔ طبیعت کی جوت ذہن کی ندرت مخالف کو ساکت کرنے میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔ ایک آریہ باہر سے کسی عہدہ پر تبدیل ہو کر مراد آباد آیا۔ اور اس نے محلہ گلشید کے قبرستان کے قریب کمرایہ پر مکان لیا اور مسلمانوں کو اس طرح پریشان کرنا شروع کیا کہ جو مسلمان قبرستان میں فاتحہ پڑھنے جاتا وہ اسے بلاتا اور کہتا کہ مرنے کے بعد روح تو دوسرے قالب میں منتقل ہو گئی یہاں کیا رکھا ہے جو تم کھڑے ہو کر کچھ پڑھتے ہو۔

مسلمان اپنے دین سے ناواقف کوئی اس کی بات سن کر بغیر جواب دینے چلا آتا کوئی کچھ جواب دیتا تو وہ اسے منطقی بحث میں الجھا کر خاموش کر دیتا۔ بلا خر لوگوں نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر حالات بیان کئے اور کہا کہ ہم مدرسہ شای میں گئے تھے کہ کسی عالم کو بھیج کر اس کی زبان بند کر دی جائے مگر وہاں کوئی صاحب تیار نہ ہوئے آخر ایسے دینی مدارس کس کام کے جو کفار کو جواب نہ دے سکیں اور مسلمان اپنا سامنے لے کر چلے آئیں۔

حالانکہ یہ حضرت کی تحصیل علم کا زمانہ تھا مگر فرمایا کہ چلو میں چل ہوں۔ حضرت نے ان کے ساتھ جا کر قبرستان میں فاتحہ پڑھی اس آریہ نے حسب عادت آپ کو بھی بلایا، حضرت اس کے مکان پر تشریف لے گئے آپ کے ساتھ وہ مسلمان بھی تھے جو اس کی گفتگو کا جواب نہ دے سکے تھے اس نے حسب عادت اعتراض کیا۔ حضرت نے

جواب دیا اس نے روح کے حدوث و قدم کی بحث چھیڑ دی، مجھ دعا کی حضرت نے اپنے دلائل قاطرہ قائم فرمائے کہ وہ آریہ ساکت و لا جواب رہ گیا اور اس نے عہد کیا کہ آپ کسی مسلمان کو نہ چھیڑے گا۔

دربار اعلیٰ حضرت کی حاضری

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مانتہ حاضرہ قدس سرہ العزیز کی خدمت القدس میں حاضری بھی عجیب طریقہ سے ہوئی محمد ادریس نایک ایک دیوبندی مولوی راہنچہ تہذیب کا رہنے والا بہت زبان دراز تھا اس نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلاف ایک مضمون اخبار ”نظام الملک“ میں شائع کیا۔

حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے جب وہ مضمون پڑھا تو اسی دن اس کا جواب تحریر فرما کر اخبار ”نظام الملک“ کو اشاعت کے لئے بھیج دیا۔ مالک اخبار دہلیت کی طرف مائل تھے اس کے شائع کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ جب انہیں یہ بتایا گیا کہ اس سے تو تمہارے اخبار کی اشاعت بڑھے گی سلسلہ مضمون دیکھنے کے لئے سنی اور دہلی دونوں ہی تمہارا اخبار خریدیں گے تو اس طبع دنیا کی وجہ سے انہوں نے وہ مضمون شائع کیا۔ مولوی ادریس نے اس کا جواب دیا حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے پھر اس کا جواب دیا۔ ہفتوں یہی سلسلہ سوال و جواب جاری رہا۔

بعض مقامات کے اہل سنت نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں خط لکھے کہ آپ کے جو مضامین اخبار ”نظام الملک“ میں شائع ہو رہے ہیں ہمیں بھیج دیئے جائیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو یہ خطوط دیکھ کر تعجب ہوا کہ میں نے تو ”اخبار نظام الملک“ کو کوئی مضمون نہیں بھیجا، لہذا دفتر نظام الملک سے اخبار کے پرچے طلب فرمائے جب مضمون دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور طریقہ استدلال کو بہت پسند فرمایا۔ مام محمد اشرف صاحب مرحوم مراد آبادی جو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے خط بھیج کر انہیں طلب فرمایا اور ان سے دریافت کیا کہ اخبار ”نظام الملک“ میں یہ کس کے مضامین شائع ہو رہے ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ایک فاضل جو ان مولانا محمد نعیم الدین صاحب کے

ہیں تو فرمایا کہ آپ انہیں بھی یہاں نہ لائے۔

چنانچہ اس کے بعد مام محمد اشرف صاحب مرحوم مغفور حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کو بریلی شریف لے کر حاضر ہوئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز بڑی شفقت و محبت کے ساتھ ملے۔ اس کے بعد آمدورفت کا ایسا سلسلہ جاری ہوا کہ شاید ہی کوئی ہفتہ ایسا جاتا ہو کہ حضرت صدر الافاضل اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر نہ ہوتے ہوں اور اگر کبھی ملاقات ہوئے زیادہ دن گزر جاتے تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ بے چین ہو جاتے اور آدی یا خط بھیج کر حضرت کو بلواتے۔

۱۳۳۰ھ میں حضرت مولانا صدر الافاضل کے استاد معظم حضرت مولانا گل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ تاریخ تحریر فرمائی۔

لبیٰہن ضلال النحد قلۃ ذلہ

بموت محمد گل و غیبہ ہیبتہ

فموت ہذا الدین فی الدین للمة

کما فی حدیث لا انسداد للعلمہ

مرید مراد اہادنا لو مرادھم

ولکن مضت للدين وعدۃ نصرته

فلا تفرحوا بیا بور موتوا بغیظکم

فلیس الہ الحق مخلف وعدتہ

الیس نعیم الدین عضۃ حلقکم

بید دشمل الضالین بصولتہ

مضی الورد ابقی اللہ ذالذہرباسما

ودام نعیم الدین غضا بڑھرتہ

یقول الرضا فی عام رحلتہ حبہ

رواح محمد گل بیستان جنتہ

اور آپ کے والد ماجد حضرت مولانا معین الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اوصال پر مندرجہ ذیل اشعار اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمائے۔

یک شہادت وفات و رمضان روز جمعہ شہادت و دگر است
مرض تپ شہادت سوزی بہر بر سر شہادت خبر است
در مزارست چشم دوائے عینے پے دیدار یار منتظر است
مردہ ہرگز نے معین الدین کہ ترا چوں فیم دیں پیر است

حضرت مولانا معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں بعد وفات کھلی رہیں ہر چند بند کرنے کی کوشش کی گئی مگر وہ بند نہ ہوئیں۔ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کی بڑی ہمشیرہ صاحبہ نے حضرت سے فرمایا کہ بھائی آنکھیں بند کرنے کی کوشش نہ کرو۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ اپنی حیات مبارکہ میں خود ہی فرما گئے ہیں۔

کھلی ہیں آنکھیں جو بعد مردن کسی کے میں انتظار میں ہوں
یہ کون آتا ہے آنے والا کہ منتظر میں مزار میں ہوں
اسی کی طرف اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے بھی اپنے شعر میں ارشاد فرمایا ہے

کہ

در مزارست چشم دوائے عینے
پے دیدار یار منتظر است

غرض اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ کی ذات پر ایسا اعتماد اور محروم تھا کہ بغیر حضرت کے مشورہ کے کوئی کام نہ فرماتے تھے۔ اگر کہیں مناظرہ کی ضرورت پیش آتی تو حضرت ہی کو وہاں بھیجتے اور کوئی کام ہوتا تو حضرت ہی کے سپرد فرماتے۔ نجیب آباد ضلع بجنور میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے چیلنج مناظرہ دے دیا۔ وہاں کے اہل سنت نے اعلیٰ حضرت کو اطلاع دی اعلیٰ حضرت نے فوراً حضرت کو وہاں بھیج دیا۔ مولوی اشرف علی صاحب حضرت کا نام سنتے ہی چپکے سے فرار ہو گئے۔ اسی طرح بھاگل پور میں وہاں نے شرانگیزی کی اور مولوی محمد علی صاحب موگیتری کو بلوایا جو

مدرسہ مولویہ مکہ معظمہ میں میں سال تک مدرس رہے تھے اور انہیں یہ گھنٹھ تھا کہ ان کی نسل ہندوستان میں کوئی عربی نہیں بول سکتا۔ انہوں نے اپنے اسی دگم کی بنا پر اہل سنت کو یہ چیلنج دیا کہ اہل سنت میں جو چاہے مجھ سے عربی زبان میں مناظرہ کر لے۔ وہاں کے اہل سنت نے اعلیٰ حضرت کو راز دیا۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت صدر الافاضل اور حضرت صدر الشریعہ قدس سرہا کو وہاں بھیج دیا۔

حضرت صدر الافاضل نے وہاں پہنچتے ہی جواب دیا کہ وہاں کی یہ شرط کہ مناظرہ عربی زبان میں ہوگا ہمیں منظور ہے لیکن اسی کے ساتھ دوشرفیں ہماری طرف سے بھی ہیں۔ مناظرہ عربی میں ہوگا، منظوم ہوگا، غیر منظوم ہوگا۔

یہ سنتے ہی مولوی محمد صاحب اور تمام وہاں پر ہمت خاری ہو گئی اور وہ خائب و خاسر ہو کر وہاں سے بھاگے۔ اہل سنت نے فتح و ظفر کا جلدہ معظمہ کیا جس میں حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے نہایت فصیح و بلیغ اور برجستہ تقریر فرمائی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت کو مناظرہ میں ایسا ملکہ تامہ عطا فرمایا تھا کہ مخالف دم زدن میں آن کبی بولی اٹھتا تھا۔

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جو مناظرہ عیسائیوں سے مناظرہ کی مہارت رکھتے ہیں وہ آریوں سے مناظرہ نہیں کر سکتے جو آریوں سے مناظرہ میں ماہر ہوتے ہیں وہ قادیانیوں وہابیوں وغیرہم سے مناظرہ نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ ہی کی خصوصیت تھی کہ اگر عیسائیوں کا کوئی مایہ ناز مناظرہ سامنے آتا تو تھوڑی ہی دیر میں لا جواب ہو گیا۔ آریوں کا بڑے سے بڑا مناظرہ مقابلہ پر آیا تو دم زدن میں خاموش ہو کر فرار ہوا۔ وہابیوں غیر مقلدوں قادیانیوں وغیرہم کو تو کبھی مقابلہ پر آنے کی جرات ہی نہ ہوتی ہمیشہ نام نہن کر ہی بھاگ گئے۔

ایک مرتبہ بریلی شریف میں آریوں کے مشہور مایہ ناز آپ مناظرہ پنڈت رام چندر نے مناظرہ کا چیلنج دیا۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کو تار دے کر بلایا۔ حضرت نے پنڈت رام چندر سے مناظرہ کیا اور بہت تھوڑے وقت میں ساکت

ولا جواب گردیا۔

تقریر

اسی طرح آپ کی تقریر بھی اگرچہ اس میں اشعار وغیرہ کی رنگینی نہیں ہوتی تھی لیکن دلکشی اور جاذبیت کا یہ عالم تھا کہ تقریر کا ایک جملہ بھی چھوڑنے کو کبھی کا دل گوارا نہیں کرتا تھا معلوم یہ ہوتا تھا کہ علم و عرفان کی بارش ہو رہی ہے فیض کا دریا موجوں مار رہا ہے آیات کریمہ و احادیث شریفہ سے فضائل رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے ایسے نکات استنباط فرماتے تھے کہ بڑے بڑے علماء و مگر نہ جاتے تھے۔ ایک ایک آیت پر ہر مرتبہ نیا ہی مضمون نیا ہی بیان ہوتا تھا آپ کی تقریر کے بعد سامعین کو کسی دوسرے مقرر کی تقریر پسند نہیں آتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جلسوں میں حضرت علیہ الرحمۃ کی تقریر بالعموم سب سے آخر میں رکھی جاتی تھی۔ جس موضوع پر تقریر فرماتے تھے متعلق و اسرار کے دریا بہا دیتے تھے۔ ایک ایک لفظ سامعین کے دلوں میں اترتا ہوا چلا جاتا تھا اسی لئے ہر جگہ لوگ آپ کی تقریر سننے کے لئے اس طرح مشتاق اور بیتاب رہتے تھے جس طرح پیاسا پانی کے لئے حضرت کی تقریر بڑے بڑے مقررین کے لئے ایک ماخذ ہوتی تھی۔ غرض ہر علم و فن میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ فلسفہ و منطق کے ادق اور دشوار ترین مفردوں کو اشاروں میں صاف کر دینا، شریعت و طریقت کے پیچیدہ مسائل کو آسانی سے سمجھا دینا آپ کی ایک معمولی بات تھی مخالفین بھی آپ کی قابلیت کا لوہا سانسے ہوئے تھے اور پر زور الفاظ میں اس کا اعتراف کرتے تھے۔

پہلا سفر حج

۱۳۵۴ھ میں پہلا سفر حج فرمایا جس میں سلطان المشائخ قطب درواں فرزند نوح اعظم حضرت شاہ اثری میاں صاحب پیکو چھوٹی قدس سرہ اور حضرت محدث اعظم ہند دامت برکاتہم اور ملک کے دیگر مشاہیر و اکابر علماء و فضلا اور کثیر تعداد میں متوسلین و محققین نیز راقم الحروف کے والد ماجد اور ان کے ہم کرم و غیر ہم بھی شریک سفر تھے فقیر

راقم الحروف کو بھی ظہلین برادری کا شرف حاصل تھا۔ نکلتے کی بندرگاہ سے یہ قافلہ روانہ ہوا تھا۔

عقیدہ مسندوں کا تار حکومت سعودیہ کے نام

آغاز سفر سے پہلے صوبہ بنگال کے بعض ذمہ دار حضرات نے حکومت سعودیہ کو یہ تار دیا تھا کہ ہندوستان کے اکابر و مشائخ کی ایک جماعت مسفرج کے لئے آ رہی ہے جن کے عقائد تمہارے عقائد کے خلاف ہیں اور جو تمہارے ناپاک عقائد کی بنا پر تمہیں خارج از اسلام جانتے ہیں وہ اپنی نمازیں بھی تمہاری جماعت سے الگ پڑھیں گے۔ دیگر ارکان حج بھی تمہارے تابع ہو کر نہ آد کر دیں گے اس لئے حکومت سعودیہ ان کے بارے میں اپنا رویہ واضح کرے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گی اور کس طرح پیش آئے گی۔

چنانچہ اس کے جواب میں حکومت سعودیہ کے تاریک ایک نقل جہاز ہی میں حضرت کو موصول ہوئی جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ حکومت سعودیہ کو کچھ ذمہ دار حضرات کی طرف سے مندرجہ بالا مضمون کا تار موصول ہوا ہے اس کا جواب ان کے پاس بھیج دیا گیا ہے ایک نقل آپ کو بھی بھیجی جا رہی ہے آپ شوق سے بشرط لائیں نماز اور دیگر ارکان وغیرہ آپ جس طرح چاہیں ادا کریں حکومت سعودیہ اس میں آپ سے کوئی مداخلت نہ کرے گی بلکہ حکومت سعودیہ یہ خواہش رکھتی ہے کہ آپ اس کے ہی مہمان رہیں حکومت آپ کو سواری کے لئے موٹر بھی دے گی قیام وغیرہ کے انتظامات کرے گی حضرت نے اس کے جواب میں یہ تار دیا کہ ہم فقیر لوگ ہیں حکومت کی مہمانی ہمارے لئے کسی طرح لائق و مناسب نہیں بس اتنی مہمانی کافی ہے کہ حکومت سعودیہ ہمارے کام میں مداخلت نہ کرے۔ باوجود اس کے بھی سالہا چھہ حکومت سعودیہ کے کئی نمائندوں نے اس امر کی مزید کوشش کی کہ حضرت کسی طرح حکومت سعودیہ کا مہمان بننا منظور فرمائیں لیکن حضرت نے اسے کسی طرح قبول نہ فرمایا۔

نجدی سپاہی کے مظالم

اس سفر مبارک کے تفصیلی حالات بیان کرنے کے لئے ایک مبسوط سفر نامہ چاہیے یہاں اختصار کے پیش نظر صرف ایک واقعہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ (ماہنامہ اللہ عن شہر الاعداء) کے دوران قیام میں ملاحظہ فرمایا کہ نجدی روضہ اطہر کی طرف پشت کر کے بگدا کی اس مقدس جالیوں سے تنگیہ لگا کر بیٹھے ہیں جب کوئی عقیدت مند زائر جذبہ محبت میں سرشار ہو کر جالی شریف کو بوسہ دینے کے لئے آگے بڑھتا ہے تو مرد کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیتے ہیں اور عورت کے سینہ پر ہاتھ مار کر پیچھے ڈھکیں دیتی ہیں۔

حضرت نے جب یہ ملاحظہ فرمایا تو دربار رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ان کی یہ گستاخی برداشت نہ ہوئی فوراً نجدی سپاہیوں کو صربی زبان میں ڈانٹا اور فرمایا ایک تو نا عزم عورت کو ہاتھ لگانا ویسے ہی حرام ہے اور پھر دربار رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تو اشد ترین حرام ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے بقصد شہوت ہاتھ نہیں لگایا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ شہوت یا بغیر شہوت کی اس میں قید نہیں ہے۔ نجدی سپاہی حضرت کے قصہ کے تیر دیکھ کر گھبرا گئے۔ انہوں نے اطلاع دے کر قاضی شہر اور قوتوال کو طلب کر لیا۔ حضرت نے ان سے بھی یہی کہا۔ کچھ دیر مباحثہ رہا۔ مصر و ترکی شام و عراق وغیرہ کے بہت سے حضرات یہ منظر دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ بالآخر اس قاضی کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ یہ غلطی ہے اور اس نے حضرت سے معافی مانگی۔ چنانچہ جب تک یہ مبارک قافلہ وہاں حاضر رہا نجدی سپاہیوں کو اس گستاخی کی جرات نہ ہوئی۔ حضرت کے علم و فضل کا شہرہ سن کر غیر ممالک کے اکابر علماء و فضلاء ملاقات کے لئے آتے رہے غرض یہ سفر بڑی اور اپنی نوعیت کا عجیب و غریب سفر رہا۔

جوش تبلیغ

اہل سنت کے مختلف طبقات کو ایک دوسرے سے قریب تر لانے اور ان میں اتفاق

و اتحاد پیدا کرنے اور مسلمانوں کو ایک مرکز پر لانے کا ایک سچا جذبہ آپ کے قلب مبارک میں تھا اس کے لئے آپ نے بڑی بڑی کوششیں کیں دن رات سفر فرمائے تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کیں ہر طرح کی ایثار و قربانیاں کیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صمد میں ایسی کامیابی عطا فرمائی کہ دنیا و دگہ رنجی۔

اپریل ۱۹۴۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا عظیم الشان تاریخی اجلاس بنارس میں منعقد ہوا۔ یہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کی شخصیت ہی کا اثر تھا کہ اس اجلاس میں غیر مسلم ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے تمام اکابر علماء و مشائخ و رہبران دین و ملت حضرت کی دعوت پر لبیک کہہ کر تشریف فرما ہو گئے۔ یہ امید ہو گئی تھی کہ اب ملت اسلامیہ کا شیرازہ مزید انتشار سے بچ جائے گا اور تمام مسلمانان اہل سنت ایک مرکز پر جمع ہو جائیں گے۔

وفات

مکرمیت ایزدی میں کسی کو کیا ٹٹل کہ ہنوز یہ مقدم عقیم پوری طرح تکمیل بھی نہ پا سکا تھا کہ حضرت علیہ الرحمۃ نے ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ کو ۶۷ سال کی عمر شریف میں وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت قدس سرہ العزیز کی ایک نہ سننے والی یادگار ایک دارالعلوم (عربی یونیورسٹی) ہے جو جامعہ نعیمیہ کے نام سے مشہور ہے جس کے فیض یافتگان سے ملک کا گوشہ گوشہ فیض پار رہا ہے اور جو نہ صرف ہندوستان و پاکستان بلکہ دیگر ممالک میں بھی دین و ملت کی اعلیٰ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت کی کثیر تصانیف سے بھی فیض کے دریا جاری ہیں۔

حضرت سیدی صدر الافاضل قدس سرہ العزیز کی تلامذہ حضرات نے استخراج فرمائی لیکن ان میں مزم کتاب ہندوستان کے تشبندی کے مجموعہ تاریخ کا مقام سب سے بلند ہے۔

تاریخ وفات جمع کمال

۱۹۴۸ء

صدر الافضل زماں غلہ میں پاتے ہیں سکون
سال وفات کھوں فی العرفات آمنون

۱۹۴۸ء

سب بے سروپا ہو گئے ایسا تھا مولانا کا غم
اے قادری خستہ دل تاریخ رلت کر رقم
فضل و سخا رشد و ہدئی علم و حیا عدل و کرم
مضرب شری و لری و

۸۰۰ ۶۰۰ ۳۰۰ ۳۰ ۱۰ ۳ ۳۰۰

۱۹۴۸ء

ہیں رونما اب درد و غم قہر و جفا رنج و ستم
و رنج و ر س

۳ ۱۰۰۰ ۳ ۲۰۰ ۶۰

۱۳۶۷ھ

رضی عنہ اللہ الملک الوہاب

۱۳۶۷ھ

اعنی موت العالم موت العالم

۱۳۶۷ھ

تاریخ ازکام مجید

۱۳۶۷ھ

ان المتقین فی جنات و عیون

۱۳۶۷ھ

صدر الافضل والاچا مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب

۱۹۴۸ء

فات سن الدہر صدر الافضل کان ضلیا و صار رفیا
قادری ارخت فوت نعیم عاشق تقی و مات ذکیا

۱۳۶۷ھ

تمثیل

از: صدر الافضل قدس سرہ

شب غم بھی آخر بسر ہو گئی ترپتے ترپتے سحر ہو گئی
مرے درد دل کی خیر ہو گئی جو چشم کرامت اضر ہو گئی
مدینے کا دیدار مشکل نہیں نگاہ عینیت اگر ہو گئی
دیار نبی میں گزر ہو گئی یہ تقدیر کس اونچ پے ہو گئی
لے قلب مظہر مدینہ میں چٹپٹا تسلی زین چوم کر ہو گئی
نگاہیں فدا روضہ پاک پر جنیں عاشق سنگ در ہو گئی
موانجہ میں عرض صلوٰۃ و سلام مری آباد اس قدر ہو گئی
میسر ہوا یوسف سنگ در یہ عزت تری نامہ بر ہو گئی
غول میں مری اک اضافہ ہوا ددا درد کی درد سر ہو گئی
غم عشق تھا دل کے اندر نہاں مری پردہ در چشم تر ہو گئی

نعیم خطا کار پر یہ کرم

شفاعت نبی کی پھر ہو گئی

خطیب مشرق مولانا علامہ مشتاق احمد نظامی رحمہ اللہ تعالیٰ

(مدبر "پاسپان" لاہ آباد بہار دت)

از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ

جامعہ نظامیہ روضیہ لاہور

محترم و مکرم جناب مولانا انوار احمد صاحب زید مجددہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کے ذریعے یہ جان کر خستہ صدمہ ہوا کہ پاسپان سینیٹ خطیب مشرق حضرت مولانا علامہ مشتاق احمد نظامی رحمہ اللہ تعالیٰ رحلت فرما گئے ہیں۔ اہل بلوئی تعالیٰ وانا الیہ راجعون۔ جامعہ نظامیہ روضیہ لاہور کے اساتذہ اور طلبہ نے اجتماعی طور پر حضرت کے لئے ایصالِ ثواب کیا۔ راقم نے جامع مسجد عمر روڈ لاہور میں نماز جمعہ کے بعد ان کے درجات کی ترقی کیلئے دعا کی اور ایصالِ ثواب کیا۔

مولائے کریم محلِ مجددہ نے انہیں زبان و قلم پر پورا کنٹرول عطا کیا تھا اسی لئے خطابت کا سلیج ہو مناظرہ کا رن ہو یا تعنیف و صاحت کا میدان ہر جگہ وہ ممتاز اور نمایاں نظر آتے تھے۔ انہوں نے ماہنامہ پاسپان جاری کیا اور طویل عرصہ تک کامیابی سے چلاتے رہے۔ سنی تبلیغی جماعت قائم کی دارالعلوم عربیہ نوآزم کیا ایک دنیا انیس خون کے آنسو کے مولف کی حیثیت سے جانتی ہے۔ میدان مناظرہ جس میں بڑے بڑے جفا داری مناظر کو پچھاڑا اور تمام زندگی پرچم اسلام بلند کرنے اور سنیات کا پھر رالہ رانے کے بعد اپنے رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے بوی کامیاب اور مصروف زندگی گزاری اور ان شاء اللہ تعالیٰ العزیز عالم برزخ میں بھی کامیاب رہیں گے اور قیامت کے دن حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم شفاعت کے سائے میں جگہ پائیں گے۔ سرخرو ہوں گے اور سر فراز ہوں گے۔ آخر انہوں نے تمام زندگی عظمت مصلحتی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسپانی کرتے ہوئے جو گزاری ہے۔

اللہ تعالیٰ انہیں فردوسی بریں میں بلند و بالا مقام عطا فرمائے۔ تمام پیہماندگان اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

والسلام

شریکہ فہم: محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۵ دسمبر ۱۹۹۰ء

سلام

مہطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام

شیعہ بزمِ برائیت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چکا طیبہ کا چاند

اس دلی افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

جس سے آئے کبھی مرد نہیں جبکہ حسین

اس خداداد شوکت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سرا ربا

اس نبین سعادت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا

اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں

دور و نزدیک کے سینے والے وہ کان

کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھتے کوئی

آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں

ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

جس کی تنک سے روستے ہوئے ہنس پڑیں

اس تمہم کی عادت پہ لاکھوں سلام

۱۰ وہ زبان جس کو سب کن کی کفنی کہیں

اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ جس دست اٹھا فنی کر دیا

موج بحر ستاوت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے اراکین دریا نہیں

انگیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

کل جہاں ملک اور جو کی ربوئی غذا

اس قلم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

کھائی قرآن نے خاک گذر کی قسم

اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب

تا ابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں

شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

کاش بخشش میں ان کی آمد ہو اور

بچیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام



الاصول الاربعة في ترتيب الوهابية

کامیلس ارڈو ترجمہ

رد وکالیمت

تصنیف

حضرت علامہ خواجہ محمد حسن خان فاروقی فاضل دیوبند

ترجمہ

حضرت علامہ مولانا فاطمہ محمد عیسیٰ الہ آبادی

ناظم تعلیمات جامعہ اسلامیہ رقبہ لاہور

ناشر

رضا کتب خانہ لاہور

Design at: GRAPHIC VIEW 1118, Mohd. 03004412528

بسم اللہ الرحمن الرحیم